حضرت غوث الاعظمؒ

سوانح و تعلیمات

مع تذکرہ

فرزند غوث الاعظمؒ

از

سید محمد علی شاہ میکشؔ اکبرآبادی

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : حضرت غوث الاعظمؒ سوانح و تعلیمات
مع تذکرہ فرزند غوث الاعظمؒ

مصنف : سید محمد علی شاہ میکشؔ اکبرآبادی

سنہ اشاعت : ۲۰۱۴ء

قیمت : 200 روپے

مطبع : نیو پرنٹ سینٹر، دریا گنج، نئی دہلی۔۲

ناشر:
سید اجمل علی شاہ
میوہ کٹرہ، سیوں کا بازار، آگرہ، یو۔ پی

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	پیش لفظ - مولانائے محترم حضرت عرشی صاحب رام پوری	۱
۲	دیباچہ	۲۳
۳	اسلامی تصوف	۲۷
۴	ذکر مبارک حضرت غوث اعظمؒ	۵۳
۵	حلیۂ مبارک	۶۲
۶	آپ کا علم	۶۲
۷	آپ کا طریق	۶۳
۸	حضرت کے مجاہدات	۶۳
۹	حضرت کے وعظ و تبلیغ	۶۴
۱۰	عادات و صفات حضرت غوث اعظمؒ	۶۷
۱۱	ذکر اسمار سیدنا غوث اعظمؒ	۷۱
۱۲	ذکر اسمار اولاد سیدنا غوث اعظمؒ	۷۱
۱۳	حضرت کی تصانیف	۷۲
۱۴	فتوح الغیب	۷۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۵	الفتح الربانی	۸۳
۱۶	کلام ربانی یا محی الدین جیلانی	۸۹
۱۷	غنیۃ الطالبین	۹۱
۱۸	مکتوبات شریف	۹۴
۱۹	تذکرہ حضرت سیدنا عبداللہ بغدادی	۹۷
۲۰	نسب مبارک	۱۰۱
۲۱	بغداد شریف کی سجادگی	۱۰۳
۲۲	خلافت نامہ	۱۲۰
۲۳	تذکرے اور تاریخیں	۱۳۴
۲۴	روایات	۱۴۳
۲۵	رام پور میں تشریف آوری	۱۴۸
۲۶	وصال	۱۵۲
۲۷	ایک ناگوار مگر واجب الاظہار واقعہ	
۲۸	تفصیل کتبات مزارِ اقدس	۱۵۷
۲۹	مراسم عرس و فاتحہ	۱۶۷
۳۰	مدرسہ گلشن بغداد	۱۷۱
۳۱	باب الکرامات	۱۷۶
۳۲	حضرت سیدنا بغدادی صاحب کے خلفا	۱۸۳

پیشِ لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلمانوں میں تاریخ نویسی اور تذکرہ نگاری کا ذوق و شوق سیرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پیدا ہوا ہے۔

آپ کی ذاتِ گرامی انسانوں کے لئے نمونۂ عمل بنائی گئی ہے۔ اس لئے آپ کے پیروؤں نے آپ کی زندگی کے ہر گوشے کو تلاش و جستجو کا موضوع بنالیا اندرونِ خانہ آپ کیا کرتے تھے، بیویوں کے ساتھ کیا برتاؤ تھا۔ اپنے بچوں سے کس طرح پیش آتے تھے۔ باندی غلاموں اور خدام سے کیا طرزِ عمل اختیار فرمایا تھا۔

بیرونِ خانہ کیا روش تھی۔ دشمنوں سے معاملات کا انداز کیسا تھا۔ دوستوں سے کس طرح نبھاؤ ہوتا تھا۔ جس پیام کو لے کر تشریف لائے تھے۔ اُسے کیوں کر دوسروں تک پہنچایا۔ درست عقائد کی کس انداز پر تبلیغ کی۔ غلط خیالات اور توہمات کی بیخ کنی میں کس نوع کی سعی فرمائی۔

امیروں سے برتاؤ کیسا کیا۔ غریبوں کی دلجوئی میں کس طرح کامیابی حاصل کی اپنے رب سے کیا راز و نیاز رہے۔ عبادت و ریاضت میں کیا کیا مشقتیں جھیلیں

میدانِ رزم میں کن فضائلوں پر عمل کیا۔ اور بزم میں رونق افروز ہوئے تو کیا آداب ملحوظ رکھے۔

غرضے کہ آپ کی خلوت و جلوت کے ایک ایک تار کو تلاش کرکے حُسنِ عمل اور پاکیزگیٔ عقائد کا ایک جامۂ زرتار اور خلعتِ فاخرہ تیار کر دیا۔ جو بقدرِ ظرف ہر قامت کے لئے باعثِ صد فخر و ناز ہے۔ اور قیامت تک ہر انسان کے واسطے سببِ ہزار زیب و زینت بنا رہے گا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و بارک علیہ آپ کے بعد خلفائے راشدین کی سیرتیں مرتب کی گئیں، تاکہ سارے عالم پر یہ نکتہ روشن ہو جائے کہ دین و دنیا کی فلاح و بہبود کا جو نظام پیغمبرِ آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد مسلمانوں کو وراثت میں ملا تھا، اُس کو عمل میں لا کر ان بزرگ انسانوں نے انسانیت کو کتنا بلند کر کے دکھایا اور اگر کسی شک زدہ عقل کو اس کے عملی ہونے میں شبہ ہو، تو وہ اُس فیضِ روحانی تربیت کی کسوٹی پر کسی ہوئی حکمرانی و جہانبانی کی بے نقاب زندگی کو دیکھ کر اپنی تسکین کر لے۔

خلفائے راشدین کے بعد اسلامی زندگی دو حصوں میں تقسیم ہو گئی، اور خلافتِ راشدہ نے دین و دنیا دونوں کو جس یک رنگی میں پیش کیا تھا، بعض تاریخی و تہذیبی عوامل کے زیرِ اثر اس میں دُوئی آگئی، تو جہاں حکمرانوں کی تاریخ مرتب ہوئی وہاں ائمہ دین اور اکابرینِ امت کے حالات کی تدوین بھی عمل میں آنے لگی۔

مقصد یہ تھا کہ رسولِ پاک اور خلفائے راشدین کے عہدِ زرّیں کے

کوائف و حالات تالیف کرنے والوں کے بارے میں یہ اطمینان کرلیا جائے کہ وہ اعتبار و اسناد کا اصلی پایہ رکھتے تھے، اور انھوں نے ان بزرگ ہستیوں کے بارے میں جو معلومات مہیا کی ہیں، وہ صحت کا بلند مرتبہ پانے کی حقدار ہیں۔ نیز یہ بھی یقین کیا جاسکے کہ قرآن پاک اور احادیث شریفہ سے مسائل کا استنباط کرنے والے اپنی نجی اور کاروباری دونوں طرح کی زندگیوں میں کس درجہ خدا ترس اور شیدائی مذہب تھے، تاکہ اُن کی مُرتب کی ہوئی فقہ (قانون حیات) پر باطمینان عمل پیرا ہوا جائے۔

اسی طرح محدثین اور فقہا دونوں کے حالات پر مشتمل تذکرے تالیف کیے گئے، اور وہ بھی اس جامعیت اور استقصا کے ساتھ کہ آج کی ترقی یافتہ دُنیا بھی انگشت بدنداں نظر آتی ہے۔

خلافتِ راشدہ کے بعد اہلِ علم بھی دو حصّوں میں منقسم ہوگئے تھے ایک وہ تھے جو حکومت چلانے میں خلفا اور امرا کا ہاتھ بٹا رہے تھے، تاکہ حتی الامکان حکومت کو مذہب کے تحت رکھا جاسکے۔ دوسری جماعت ایسے بزرگوں کی تھی جن پر خشیۃ اللہ کا اتنا غلبہ تھا کہ وہ اپنے ہاتھوں کو دُنیا کی مباح آلودگی سے بھی بچانا چاہتے تھے، اور اس سے خائف تھے کہ حقوق العباد کے تلف کرانے کے ملزم نہ قرار پائیں۔ کیونکہ یہ حقوق اللہ تلف کرنے سے زائد خوفناک جُرم ہے۔ چنانچہ ان کی زندگی کی نمایاں حیثیت زہد و ورع اور ترکِ دُنیا و اختیارِ عقبیٰ نظر آتی ہے۔ یہ حضرات تحصیل علم کے ساتھ اور اس کے بعد بھی آخری سانس تک علم کو عمل کے سانچے میں ڈھالنے کے درپے رہے، اور

اپنی حیاتِ مستعار کے اُن تمام لمحوں کو جو کام میں لگائے جا سکتے تھے خدا اور اُس کے رسولِ پاک کے احکام کی تعمیل و تبلیغ میں صرف کرتے رہے۔ اُنھوں نے جس مفہوم میں دُنیا ترک کی تھی، وہ رہبانیت ہرگز نہ تھی۔ کیونکہ اُن کے ہادیٔ برحق نے فرما دیا تھا کہ لَارَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ (اسلام میں رہبانیت کی کوئی گنجائش نہیں ہے) چنانچہ اُنھوں نے شادی بیاہ بھی کیے، بچّوں کو پالا پوسا بھی، اور پروان چڑھا کر اُمّتِ محمدیہ میں اضافے کا باعث بھی بنے۔ اُن کی ترکِ دُنیا کا مطلب یہ تھا کہ خدا سے غافل نہیں رہنا چاہیئے، "دل بیار دوست بکار" کا مصداق صحیح بنا دینا چاہیئے۔ عارف رُومی نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے!

چیست دُنیا؟ از خدا غافل بُدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

یہ حضرات پہلے زہاد اور پھر صُوفیا کے لقب سے پُکارے جانے لگے، ان کے علم و عمل اور زہد و ورع نے عام مسلمانوں کی زندگی دُرست کرنے میں بڑی اہم خدمت انجام دی ہے۔ دولت و جاہ کے نشے میں سرشار انسان ان کی خاموش اور پُرسکون زندگی سے اثر قبول کیے بغیر نہ رہ سکتے تھے، اور کبھی نہ کبھی ان کی تعلیم و تبلیغ سے رعایا کی خدمت و نگرانی میں لغزشوں سے تائب ہونے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

حضرات صوفیا کے ارادتمندوں نے بھی اُن کے حالات پر چھوٹی بڑی سیکڑوں کتابیں لکھ ڈالیں۔ یہ کام سب سے پہلے عربی میں ہوا۔ اور اس

صنف کے پہلے مؤلف ابو عبداللہ محمد بن علی بن الحسن الحکیم الترمذی قرار پائے.
جو تقریباً سنہ ۳۲۰ھ میں فوت ہوئے ہیں. یہ علم ظاہر و باطن دونوں کے جیّد عالم
تھے. اور اپنے صوفیانہ خیالات کی بنا پر اپنے اہلِ وطن کے ہاتھوں اذیتیں
جھیل کر فوت ہوئے ہیں. انھوں نے طبقات الصوفیہ کے نام سے ایک کتاب
مرتب کی تھی، جو اب ناپید ہے.

ان کے بعد حضرت ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد البصری معروف بہ ابن الاعرابی نے
"طبقات النّساک" کے نام سے ایک تذکرہ لکھا. آپ مورخ، محدث اور صوفی ہیں.
شیخ الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ متوفی سنہ ۲۹۷ھ کی صحبت میں رہ کر
اس راہ کی نشیب و فراز سے آگاہ ہوئے. اور مکہ معظمہ جا کر "شیخ الحرم"
کے عہدے کی خدمات انجام دیں اور وہیں وفات پائی.

آپ کی کتاب بھی نہیں ملتی. مگر علامہ ذہبی نے اس سے فائدہ اُٹھایا تھا.
جس کا مطلب یہ تھا کہ آٹھویں صدی ہجری تک یہ اہلِ علم کی دسترس میں تھی.

بعد ازاں ابوالعباس احمد بن محمد نَسَوِی متوفی سنہ ۳۹۶ھ نے طبقات الصوفیہ
نام سے ایک تذکرہ لکھا. صاحب کشف الظنون نے اس کا ذکر کیا ہے. اب
یہ بھی نہیں ملتا.

ان کے بعد ابو عبدالرحمٰن محمد بن الحسین بن محمد السلمی النیشاپوری متوفی
سنہ ۴۱۲ھ نے مذکورۂ بالا نام سے ایک کتاب لکھی. علامہ ذہبی نے ان کے
بارے میں لکھا ہے کہ "شیخ الصوفیہ" اور "صوفیا کے مورخ" ہیں. سو سے
زیادہ کتابیں انھوں نے تصنیف کی تھیں. ان کا تذکرہ صوفیا اہلِ علم میں بے حد

مقبول ہوا۔ حتیٰ کہ شیخ فریدالدین عطار نیشاپوری نے جو ان کے ہم وطن بھی تھے اُسے اپنے تذکرے کی بنیاد بتایا۔

یہ تذکرہ ۱۹۶۰ء میں بڑی صحت اور صفائی کے ساتھ ہالینڈ کے شہر لیڈن میں چھپا، اور اب اہلِ علم کی دسترس میں ہے۔

اُسی زمانے میں شہر اصفہان کے ایک بزرگ نے طبقات الصوفیا ہی کے نام سے ایک تذکرہ لکھا تھا۔ ان کا نام ابوسعید محمد بن علی بن عمر والنقاش ہے، اور یہ ۴۱۴ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ بدقسمتی سے یہ بھی ناپید ہو گیا۔ شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی کی کتاب پر قیاس کر کے کہا جا سکتا ہے کہ اب تک کے تذکرہ ہائے صوفیا جامع نہ تھے۔ اور اس لئے حجم میں بھی مختصر ہوتے تھے۔ مگر چوتھی صدی میں اصفہان کے اندر ایک بزرگ پیدا ہوئے، جو ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد اصفہانی کے نام سے مشہور ہیں، یہ حدیث کے حافظ شمار کئے جاتے ہیں۔ اور مورخ بھی ہیں۔ ارباب جرح و تعدیل کی رائے یہ ہے کہ ابونعیم حفظ و روایت دونوں میں قابلِ وثوق محدث گزرے ہیں۔ انھوں نے "حلیتہ الاولیا و طبقات الاصفیاء" نام سے ایک جامع تذکرہ لکھا، اور اس میں صحابہ کے مبارک عہد سے شروع کر کے اپنے زمانے تک کے اکابرین صوفیا کا مفصّل حال درج کیا۔ یہ کتاب دس جلدوں میں مصر سے شائع ہو چکی ہے۔ اور ہر صاحب ذوق کے لئے قابلِ درس و استفادہ ہے۔ حافظ ابونعیم اصفہانی نے ۴۳۰ھ میں اپنے وطن میں انتقال کیا ہے۔

ان کے بعد مجدالدین ابوعبداللہ حسین بن نصر الکعبی الموصلی الشافعی معروف بہ

ابن الخمیس متوفی ۵۲۲ھ نے "مناقب الابرار و محاسن الاخیار" تالیف کی کہ جس میں طبقات سلمی، حلیۃ الاولیا، بہجۃ الاسرار، اور رسالہ قشیریہ کے مطالب کو بحذف اسانید ایک جا کر دیا تھا۔ خوش قسمتی سے اس کے قلمی نسخے برلن (جرمنی) قاہرہ، دمشق، اور ترکی کے کتابخانوں میں محفوظ ہیں۔ یہ کتاب اپنی مذکورہ خصوصیت کی بنا پر قابلِ اشاعت ہے۔

ان کے بعد اس محفل میں ایک ایسے عالم تشریف لاتے ہیں، جو حلقۂ صوفیا میں اپنی سخت تنقید کی بنا پر بے حد نا مقبول ہیں۔ ان کا نام جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی البغدادی ہے۔ یہ ۵۹۷ھ میں فوت ہوئے ہیں تاریخ و حدیث میں انھیں علامہ تسلیم کیا جاتا ہے اور یہ تقریباً تین سو کتابوں کے مصنف ہیں۔

انھوں نے "تلبیس ابلیس" کے نام سے ایک بڑی چونکا دینے والی کتاب تصنیف کی ہے۔ جس میں اس مسئلے سے بحث ہے کہ کیا خدا اور رسول کا منشا یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو ایسی ریاضتوں اور مشقتوں میں مبتلا کریں، جو ہمارے جسم کو ناقابلِ برداشت دکھ اور تکلیف پہنچاتی ہوں۔ اس سلسلے میں انھوں نے حکایات صوفیا سے ایسے واقعات کو چنا ہے، جن میں خوشنودیٔ رب کی خاطر صوفیا نے اپنے آپ کو تکلیفوں میں ڈالا ہے۔ اور پھر ان پر نکیر کی ہے گویا اس قسم کے واقعات کی سچائی کے منکر ہیں۔

لیکن آپ سنکر تعجب کریں گے کہ انھیں ابن جوزی نے "صفۃ الصفوۃ" نام کی ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ جو ابو نعیم کی "حلیۃ اولیا" کی تلخیص ہے۔

اور حق یہ ہے کہ بہترین خلاصہ کیا ہے۔ اس میں صرف سالکوں کا ہی تذکرہ نہیں ہے، بلکہ مجذوبوں کے ذکر سے بھی کتاب کو آراستہ کیا ہے، اور اکابرین صوفیا کے ایسے احوال و اعمال کا ذکر کیا ہے جو شریعت مصطفویؐ کی محبت کو تازہ اور فعّال بنانے والے ہیں۔ چنانچہ سلوک و تصوّف سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے اس کا مطالعہ حلیۃ الاولیا کے مقابلے میں زیادہ ضروری ہے۔ یہ کتاب ۱۳۵۷ھ میں دائرۃ المعارف حیدرآباد کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔

اس کتاب کے قبل و بعد اور بھی تذکرے لکھے گئے ہیں۔ مگر میں اُن کا ذکر یہاں غیر ضروری خیال کرتا ہوں۔ اور اب فارسی زبان میں لکھے گئے تذکرہ جات صوفیا کی طرف آتا ہوں۔

جہاں تک مجھے علم ہے، فارسی میں سب سے پہلا تذکرہ شیخ الاسلام ابو اسمٰعیل عبداللہ بن محمد الانصاری الہروی متوفی ۴۸۱ھ کا مرتبہ ہے۔ یہ در اصل ابو عبدالرحمٰن السلمی کے طبقات الصوفیہ کا ترجمہ ہے۔ جس میں شیخ الاسلام نے کچھ مشائخ کے حالات کا اضافہ بھی کیا ہے۔ اس کتاب کے تین نسخوں کا اب تک پتا چلا ہے۔ ان میں سے دو ترکی میں ہیں۔ اور ایک کلکتہ میں محفوظ ہے۔ یہ آخری نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی کے کتاب خانے کا ہے۔ اور مسٹر آئی وناف نے فہرست مخطوطات فارسی (صفحہ ۷۸ تا ۸۳) میں اس سے تفصیل بحث کی ہے

شیخ الاسلام کے بعد اس موضوع پر شیخ فریدالدین ابو حامد محمد بن ابراہیم عطار نیشاپوری نے قلم اُٹھایا۔ اور تذکرۃ الاولیا کے نام سے ایک

تذکرہ مرتب کیا ۔۔۔ صوفیا میں بہت معتبر اور مقبول مانا گیا۔ اور اس لئے متعدد بار یورپ، ہندوستان اور ایران میں چھپ بھی چکا ہے۔ میرزا محمد خاں قزوینی نے جو ایران کے بہت مشہور محقق گزرے ہیں، اس کے یورپین ایڈیشن کے دیباچے میں لکھا ہے کہ :۔

"از حیث بیان مقامات عارفین و مناقب صوفیہ و مکارم اخلاق مشائخ طریقت و سیرت اولیا و صالحین و شرح مجازی حالات و چگونگی او ضاع ایشاں در زہد و ورع و ریاضات شاقہ و مجاہدات بسیار سخت و سخنان حکمت آمیز و نصائح و مواعظ بسیار سود مند بحال ہیئت اجتماعیہ و عامۂ ناس کہ از ایشاں منقول است، و ازیں حیثیات ایں کتاب اہمیتی بسیار عظیم و تاثیری بسیار قوی دارد، بلکہ میتوان گفت دریں باب عدیم النظیر است۔"

اس کتاب کے بعد مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی متوفی ۸۹۸ھ کی مشہور زمانہ کتاب نفحات الانس کا نام آتا ہے۔ یہ کتاب شیخ الاسلام عبداللہ انصاری کے تذکرے پر مبنی ہے۔ اور اپنے چند در چند خصائص کی بنا پر اس درجہ مقبول ہوئی کہ شاید ہی اس موضوع کی کسی دوسری کتاب نے یہ قبول عام حاصل کیا ہو۔ دنیا کے کتب خانوں میں اس کے سیکڑوں منقش و مذہب نسخے محفوظ ہیں۔ رضا لائبریری میں ایک ایسا نسخہ بھی ہے جسے شاہزادہ دارا شکوہ نے دو بار پڑھا ہے، اور اس کے کاتب کی غلطیوں کی تصحیح کی ہے اور سرورق پر دو بار اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔

اس کتاب میں تقریباً ۵۶۷ صوفی مرد اور عورتوں کا ذکر ہے۔ علامہ علی اصغر حکمت

نے مولانا جامی پر ایک کتاب لکھی ہے، اس میں نفحات کے بارے میں مشہور انگریز مستشرق براؤن کی رائے کا حسب ذیل ترجمہ درج کیا ہے۔ جس سے کتاب کی عمدگی کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے۔ لکھا ہے کہ

"این کتاب بسبکی تازه و مستقیم که متناسب با چنین تالیفی است، تحریر شده، و فی الحقیقت ذوق جامی در تالیف این کتاب بآں پایه از لطافت و نیت او بآں درجه از خلوص است که خود را در هاویهٔ نقطه پردازی و عبارت سازی مستغرق ناختہ و مانند دیگر نویسندگان آن زبان کتاب خود را باین عیب آلوده نفرموده۔"

اس رای کے بعد خود علامہ علی اصغر حکمت فرماتے ہیں کہ

"براستی شیوه انشار مولانا در تحریر نفحات الانس آں را در عداد بہترین آثار نثر فارسی در قرن نہم قرار می دہد۔"

مولانا کی اس کتاب میں کچھ مشکل مقامات بھی ہیں۔ مولانا کے شاگرد رشید رضی الدین عبد الغفور لاری متوفی ۹۱۲ھ نے ان پر مفید حاشیے لکھے ہیں، اور آخر میں خود مولانا کا مفصل حال تحریر کیا ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے ساتھ یہ حاشیے ضرور پڑھنے چاہئیں۔

ابو الغازی سلطان حسین بن منصور بن بائقرا بن عمر شیخ بن امیر تیمور گورگان متوفی ۹۱۱ھ نے مجالس العشاق کے نام سے ایک تذکرہ لکھا ہے۔ اس میں ان حضرات کا ذکر کیا گیا ہے، جو عشق و محبت کی دنیا میں نیک نام گزرے ہیں۔ اگرچہ مولف نے اس زمرے میں سلاطین، امرا اور عوام میں سے نام آور عاشقوں

کو بھی شامل کر لیا ہے، لیکن زیادہ تر اہل اللہ کا ذکر ہے۔ جو محبتِ الٰہی میں قیس و فرہاد سے منزلوں آگے نکل گئے ہیں۔ یہ کتاب بھی طبع ہو چکی ہے، اور اپنے موضوع کے اچھوتے پن کی بنا پر لائقِ مطالعہ ہے۔

ہندوستان میں اس موضوع پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں، اُن میں سب سے اہم اور قابلِ استناد تذکرہ اخبار الاخیار ہے، جسے شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ نے ۹۹۹ھ میں مرتب کیا تھا۔ اس میں ۲۵۵ مشائخ طریقت کا تذکرہ ہے شروع میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا حال، درمیان میں صوفیائے ہند کا تذکرہ اور آخر میں اپنا اور اپنے خاندان کا ذکر ہے۔ یہ تذکرہ بے حد مشہور ہے، اور بارہا چھپ چکا ہے۔

محدث دہلوی کے ایک معاصر عبدالصمد بن افضل محمد بن یوسف انصاری نے جو شیخ ابوالفضل کا بھانجا ہے۔ ۱۰۱۵ھ میں ایک تذکرہ لکھا تھا۔ اس میں تقریباً انھیں حضرات کا تذکرہ کیا گیا ہے، جو اخبار الاخیار میں مذکور ہیں۔ اس کے تین نسخوں کا پتا چلتا ہے، جن میں سے ایک پٹنے میں محفوظ ہے۔

اسی عہد میں ایک شطاری بزرگ گزرے ہیں، جن کا نام ہے محمد غوثی بن حسن بن موسیٰ مانڈوی، انھوں نے گلزارِ ابرار نام کا ایک تذکرہ ۱۰۲۲ھ کے لگ بھگ مرتب کیا تھا، جس میں ۵۷۵ اولیا کا ذکر ہے۔ اس کے متعدد نسخے دستیاب ہوتے ہیں۔ کتاب کا اردو میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ اور یہ ترجمہ چھپ بھی گیا ہے۔ مسٹر اسٹوری نے اپنی کتاب پرشین لٹریچر (ج ۱ ح ۲ صفحہ ۹۸۴) میں اس کے بارے میں لکھا ہے کہ اس میں مفید معلومات دستیاب ہوتی ہیں۔ رضا لائبریری

میں اس کا ایک مخطوطہ محفوظ ہے۔ جسے میں نے متعدد بار دیکھا ہے، اس بنا پر میں اسٹوری کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں۔

شاہ جہاں بادشاہ ہندوستان کے عہد میں ایک صاحب تھے۔ میر علی اکبر حسینی اردستانی، انھوں نے مجمع الاولیاء کے نام سے ایک طویل تذکرہ لکھ کر شاہجہاں کے نام معنون کیا تھا۔ اس میں ۱۴ سو بزرگوں کا حال لکھا گیا ہے۔ اس کے متعدد نسخے دُنیا کے کتب خانوں میں ملتے ہیں۔ خود ہماری لائبریری میں دو مخطوطے محفوظ ہیں۔ ان میں سے صرف ایک جلد اوّل کا اور دوسرا مکمل ہے۔

خود شاہ جہاں کے بڑے بیٹے محمد داراشکوہ متوفی سنہ ۱۰۹۶ھ نے سنہ ۱۰۴۹ھ میں سفینۃ الاولیاء نام سے ایک کتاب مرتب کی تھی، جو بہت مشہور ہوئی۔ اور اس
ئے متعدد بار چھپ چکی ہے۔

ان کے بعد عبدالرحمٰن بن عبدالرسول عباسی چشتی متوفی سنہ ۱۰۹۴ھ کا نام آتا ہے انھوں نے مراۃ الاسرار کے نام سے ایک تذکرہ مرتب کیا، اس کے بھی متعدد نسخے ملتے ہیں ان کے درمیان میں اور ان کے بعد بھی بہت سے تذکرے لکھے گئے ہیں۔ مگر میں خزینۃ الاصفیا پر فارسی تذکروں کی بحث ختم کرتا ہوں۔

خزینۃ الاصفیا مفتی غلام سرور لاہوری کی تصنیف ہے، اور اس مبحث پر جامع اور مُفید کتاب شمار کی جاتی ہے۔ میں نے بھی اس سے بار بار استفادہ کیا ہے۔ اس میں مفتی صاحب نے اپنے پیشروؤں کے اہم بیانوں کا خلاصہ دے دیا ہے۔ نیز ایک کام اپنی طرف سے یہ کیا ہے کہ جن حضرات کی تاریخ وفات ملتی ہے، اُن کے لئے قطعات تاریخ لکھ کر شاملِ کتاب کر دیئے ہیں۔

اگرچہ یہ قطعے ہر موقع پر صحیح تاریخ نہیں بتاتے، لیکن پھر بھی بہت کام آتے ہیں۔
یہ کتاب ۱۲۸۲ھ میں تمام ہوئی تھی، اور لاہور، لکھنؤ اور کانپور میں چھپ چکی ہے۔

اردو زبان میں صوفیائے کرام کے جو عمومی تذکرے میری نظر سے گزر چکے ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:-

ترجمہ نفحات الانس۔ یہ مولانا جامی کی کتاب کا اردو ترجمہ ہے، جسے مولانا حافظ سیّد احمد علی چشتی نظامی نے مرتب کیا، اور نولکشور پریس لاہور میں ملک چنن الدین کے اہتمام سے طبع ہوا۔ ترجمہ رواں اور بامحاورہ ہے، اور رضا لائبریری میں محفوظ ہے۔

عربی کی ایک مشہور کتاب ہے لواقح الانوار فی طبقات الاخیار جو طبقات اکبری کے نام سے مشہور ہے، اور چونکہ ابوالمواہب عبدالوہاب بن احمد شعرانی متوفی ۹۷۳ھ کی تالیف ہے، اس لئے طبقات شعرانی بھی کہلاتی ہے
یہ کتاب ۲ جلدوں میں ۱۲۸۶ھ کے اندر مصر سے چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔

مولانا سیّد عبدالغنی صاحب وارثی نے جو حیدرآباد میں اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ جنرل تھے، ۱۹۰۵ء میں اس کا اردو ترجمہ تمام کیا، اور مطبع شمسی آگرہ نے اس کی پہلی جلد ۱۹۰۸ء میں اور دوسری ۱۹۱۱ء میں چھاپی۔ باقی دو جلدیں میری نظر سے نہیں گزریں۔ مترجم نے ترجمے کو عربی اسلوب سے ہٹنے نہیں دیا ہے۔ جس کے باعث اس میں روزمرّہ پن کم ہو گیا ہے۔ بہرحال کتاب قابلِ مطالعہ ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی اخبار الاخیار کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ محمد لطیف فریدی صاحب ایم۔ اے نے ۱۹۵۸ء میں تیار کیا، اور اسی سال محمد سلیم صاحب نے استقلال پریس لاہور میں چھپوا کر شائع کر دیا، یہ ترجمہ بامحاورہ ہے، اور کتاب اس لئے قابلِ مطالعہ ہے کہ بقول مترجم "اسے اپنی جاذبیت" شگفتہ انداز اور نقد و تحقیق کے اعتبار سے قبول عام کی سند حاصل ہے۔"

مولوی سید امام الدین احمد بن مفتی سید اشرف علی حسینی قادری گلشن آبادی نے ۱۲۹۱ھ میں تاریخ الاولیاء کے نام سے ۳ جلدوں میں ایک تذکرہ اولیا مرتب کیا تھا۔ اس کی پہلی جلد رضا لائبریری میں محفوظ ہے۔ جو بمبئی میں چھپی تھی۔ اس میں پانچویں صدی تک کے اولیا اللہ کا ذکر ہے۔ دوسری جلد میں صدی ششم تا صدی دہم، اور تیسری جلد میں گیارھویں سے زمانۂ تالیف تک کے صوفیا کا تذکرہ لکھنا طے ہوا تھا۔ معلوم نہیں کہ بقیہ دونوں جلدیں تالیف و طبع ہوئیں یا نہیں۔ بہر حال کتاب بہت جامع اور مفید ہے۔

خواجہ محمد اشرف علی قادری حنفی لکھنوی نے اخبار الاخبار فی اخبار الاخیار نام سے ۱۳۰۱ھ میں ایک مختصر تذکرہ صلحای اُمّت کا لکھا تھا جو بار دوم ۱۳۱۷ھ میں مطبع نامی لکھنؤ میں چھپا تھا۔

ولایت علی قادری حنفی اکبر آبادی نے سعد الاخبار و تذکرۃ الابرار کے نام سے ۱۳۱۶ھ میں ایک مختصر تذکرہ لکھا تھا۔ جو مطبع حسینی آگرہ میں چھپا تھا، اور ہمارے یہاں محفوظ ہے۔ اس میں اگرچہ کم اصحاب کا حال درج ہے، مگر جس کا حال لکھا ہے، تفصیل سے لکھا ہے۔ اور بظاہر تحقیق احوال پر بھی نظر رکھی ہے۔

قدیم انداز پر لکھے گئے تذکروں میں سب سے اچھا تذکرہ مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین ہے، جسے میرزا عبدالستار بیگ ولد میرزا دلدار بیگ سہسرامی مرید شاہ محمد شیر قادری مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر کی حیات میں مرتب کرکے مطبع مفید عام آگرے میں طبع کرایا تھا۔ یہ بڑی تقطیع کی ۲ جلدوں میں چھپا ہے، اور ۱۰۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس تذکرے میں مؤلف نے اس کی بھی سعی کی ہے کہ صاحب تذکرہ کے اخلاق و عادات کا ذکر کریں۔ اور تعلق باللہ کے واقعات کے ساتھ ساتھ اس کی مخلوق سے جو معاملات پیش آتے رہے ہوں۔ اور ان میں صاحبِ تذکرہ نے خدا اور رسولؐ کے احکام کے تحت جو عمل کیا ہو، اسے بھی بیان کریں، اس طرح یہ تذکرہ توجہ اور مطالعے کا حقدار ہے۔

ان عام تذکروں کے علاوہ فارسی اور اردو زبان میں الگ الگ بزرگوں اور جدا جدا خانوادوں اور سلسلوں پر بھی بہت سی تالیفات نظر سے گزری ہیں۔ ان میں عمومی تذکروں کے مقابلے میں جزئیات کا احاطہ اور احصار زیادہ ہے۔ اور اس لئے ان کی وساطت سے ہم صاحبِ تذکرہ سے اپنے آپ کو زیادہ قریب اور مانوس پاتے ہیں۔

فارسی میں شاید سب سے پرانی کتاب جو کسی ایک بزرگ پر لکھی گئی اور آج دستیاب ہوتی ہے، اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید ہے، جو تقریباً ۵۷۴ھ میں تالیف کی گئی اور سلطان غیاث الدین محمد بن سام متوفی ۵۹۹ھ کے نام معنون ہے۔

اس کتاب میں شیخ ابو سعید فضل اللہ بن ابی الخیر رحمۃ اللہ علیہ متوفی سنہ ۴۴۰ھ کے حالات جمع کئے گئے ہیں، اور مولف محمد بن المنور بن ابی سعید بن ابی طاہر بن ابی سعید میہنی ہیں۔ یہ شیخ ابو سعید ابو الخیر وہی بزرگ ہیں، جن کی فارسی رباعیاں مشہور و معروف ہیں، اور جن میں سے یہ رباعی مجھے اکثر یاد آتی رہتی ہے :-

باز آ، باز آ، ہر آنچہ ہستی باز آ   گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ

ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست   صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اس کتاب کا مرتب حضرت شیخ ابو سعید کے پڑپوتے کا بیٹا ہے، اور اس لئے اس نے جو کچھ لکھا ہے، وہ صاحب البیت کے بیان کی حیثیت رکھنے کی وجہ سے لائق اعتبار ہے۔

اس زمرے کی ایک اہم کتاب کشف الآثار ہے۔ جسے شیخ حبیب اللہ بن محمد علی بن نصیر الدین اکبر آبادی دہلوی نے سنہ ۱۱۳۲ھ میں مرتب کیا۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی سنہ ۵۶۱ھ کی ایک سوانح عمری نور الدین علی بن یوسف الشطنوفی النخمی الشافعی متوفی سنہ ۷۱۳ھ نے تالیف کی تھی۔ کشف الآثار اس کا فارسی ترجمہ ہے۔ اسٹوری نے اس کے دو نسخوں کا ذکر کیا ہے۔ تیسرا نسخہ رام پور میں محفوظ ہے۔

اصل کتاب کا ایک ترجمہ زبدۃ الآثار کے نام سے شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے بھی کیا ہے۔ یہ سنہ ۱۸۹۰ء میں اردو ترجمے کے ساتھ چھپ چکا ہے۔

تیسرا ترجمہ بدر الدین بن ابراہیم سرہندی مولف حضرات القدس نے کیا تھا۔ وہ غالباً ناپید ہے۔

اس زمرے کی ایک اور کتاب حضرت مولوی معنوی متوفی ۶۷۲ھ کی سیرت ہے جے فریدون بن احمد سپہ سالار نے ۷۱۲ھ میں "رسالہ در احوال مولانا جلال الدین مولوی" کے نام سے لکھا اور سعید نفیسی کی تصحیح اور مقدمے کے ساتھ ۱۳۲۵ھ میں تہران میں چھپ کر شائع ہوا۔

اس کے مؤلف نے مولانا روم کے مجاہدہ و ریاضت، صورت نماز، صورت تقویٰ و ورع، جذبات وصل و صفت عشق، سکر و استغراق، صفات توجہ و مقام اتحاد، سبب سماع اور نہایت سلوک پر نہایت عمدہ الفاظ میں روشنی ڈالی ہے۔

اسی زمرے کی ایک نادر کتاب سیر محمدی ہے، جو محمد علی سامانی نے ۸۲۱ھ میں لکھی تھی، اس میں دکن کے مشہور بزرگ حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز خلیفہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے احوال و مواجید سے بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب نہایت دلنشین اور پُر از معلومات ہے۔ اور اس کی بجا طور پر مستحق ہے کہ باہتمام شائع کی جائے۔

شیخ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و کرامات پر انیس الطالبین وعدۃ السالکین نام سے شیخ صلاح بن مبارک بخاری نے ۷۹۱ھ میں ایک کتاب لکھی تھی۔ اس کے متعدد نسخے یورپ میں اور دو نسخے رضا لائبریری میں محفوظ ہیں۔

اسی سلسلے کے ایک بزرگ خواجہ عبیداللہ احرار تھے۔ جنھوں نے ۸۹۵ھ میں وفات پائی ہے۔ ان کے صاحبزادے محمد القاضی تھے، جو ۹۲۱ھ میں فوت ہوئے ہیں، ان کے حالات پر سلسلۃ العارفین کے نام سے ۹۱۰ھ میں ایک مفصل جامع تذکرہ مرتب کیا تھا۔ اس کے صرف دو نسخے دستیاب ہوئے ہیں۔ ایک

علی گڈھ کے ذخیرۂ سبحان اللہ خاں میں ہے، اور دوسرا رام پور میں
رام پور کا نسخہ ۱۲۲۳ھ میں حاجی اعتبار نے لکھا ہے۔

خانوادۂ چشتیہ پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں، اُن میں سیرۃ الاولیا کا درجہ
سب سے بلند ہے۔ اس کے مؤلف سید محمد بن مبارک بن محمد علوی کرمانی معروف بہ
امیر خرد متوفی ۷۷۰ھ ہیں، جو نصیر الدین چراغ دہلوی کے مرید تھے۔ اس کتاب
میں رسول پاک سے لے کر شیخ نظام الدین اولیا اور اُن کے مریدوں تک کے حالات
بڑی تحقیق اور محنت ذوق کے ساتھ درج کئے ہیں۔ نیز اس کے آخری ابواب میں
ذاتیں خلفاء و مریدین وغیرہ پر جو لکھا گیا ہے وہ بیحد اہم اور دلچسپ ہے۔
یہ کتاب ۱۳۰۲ھ میں دہلی میں چھپی تھی، مگر اس نسخے میں بہت سی فاحش
غلطیاں ہیں۔ اس کے قلمی نسخے ہندوستان اور بیرون ہند میں موجود ہیں، ان سب
کی مدد سے ایک صحیح تر نسخہ چھاپنا بیحد ضروری ہے۔

اس خاندان پر ایک کتاب سیرۃ العارفین بہت اہم مانی جاتی ہے۔
یہ شاہ حامد بن فضل اللہ کنبوہ دہلوی معروف بہ درویش جمالی متوفی ۹۴۲ھ
کی تالیف ہے۔ اور ہمایوں بادشاہ کے نام معنون ہے۔ اگرچہ یہ ۱۳۱۱ھ
میں دہلی میں چھپ چکی ہے، مگر اس کی ضرورت ہے کہ اسے دوبارہ جدید اصول
تصحیح و حاشیہ نگاری کے ساتھ چھاپا جائے۔

سلسلۂ سہروردیہ پر ایک کتاب احمد خاں اکبر شاہی نے بنام شجرۂ سہرورد
لکھی ہے۔ یہ مؤلف مرید تھا جمال خاں بن سماء الدین سہروردی متوفی ۹۸۵ھ کا
اُس نے اپنی کتاب میں شیخ احمد بن محمد متوفی ۱۰۱۴ھ کا بھی ذکر کیا ہے، جس سے

معلوم ہوتا ہے کہ اس سال کے بعد فوت ہوا ہے۔ اسٹوری نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نایاب ہے۔ رضا لائبریری میں اس کا ایک مخطوطہ محفوظ ہے۔ جو ۱۱۶۹ھ کا لکھا ہوا ہے، اور ۲۰۰ ورقوں پر مشتمل ہے۔

نقشبندی خاندان پر سب سے مشہور کتاب رشحات عین الحیاۃ ہے۔ جو ۹۰۹ھ میں فخر الدین علی بن حسین بن علی الواعظ الکاشفی الہروی المتخلص بہ صفی ومتوفی ۹۳۹ھ نے تالیف کی تھی۔ یہ کتاب طبع ہو چکی ہے، اور اہل علم کے مطالعے میں رہتی ہے۔

اس کے علاوہ ابو البقا بن خواجہ بہاء الدین کی کتاب جامع المقامات مؤلفہ ۱۰۲۲ھ، و مناقب الاخیار مصنفہ محمد قاسم بن خواجہ دیوانہ المتخلص بہ رضوان مصنفہ ۱۰۳۶ھ و حضرات القدس از بدر الدین بن ابراہیم سرہندی مصنفہ بعد ۱۰۴۷ھ بھی قابل ذکر ہیں۔

فارسی اور اردو میں ایسے تذکرے بھی لکھے گئے ہیں، جن کا تعلق کسی ایک شہر یا ایک خاندان کے صوفیائے کرام سے تھا۔ مثلاً محی الدین ابو القاسم جنید بن محمود العمری الشیرازی نے تقریباً ۷۹۱ھ میں شد الازار کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس میں اُن بزرگوں کا ذکر ہے جو شیراز کے کسی قبرستان میں مدفون ہیں۔ ان کے بیٹے عیسیٰ بن جنید نے ملتمس الاحبار خالص الریار عرف ہزار مزار نام رکھ کر اس کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ مختلف کتابخانوں میں دستیاب ہوتا ہے۔ رضا لائبریری میں بھی اس کا ایک خوشخط نسخہ محفوظ ہے۔

اس تذکرے میں صوفیا کے علاوہ دیگر مشاہیر شیراز کا بھی ذکر ہے؛ مگر

اکثریت صوفی یا تصوف پسند حضرات ہی کی ہے۔

اُردو میں مفتی غلام سرور لاہوری نے اولیائے پنجاب کا حال حدیقۃ الاولیاء نام کے ساتھ مرتب کرکے ۱۲۹۳ھ میں چھپوایا تھا۔ مولوی عبدالجبار خاں صوفی حیدرآبادی نے محبوب ذی المنن نام سے ۲ جلدوں میں ایک تذکرہ اولیاء دکن کا مرتب کیا تھا جو ۱۳۳۱ھ میں رحمانی پریس حیدرآباد میں چھپا ہے۔ تذکرۃ الواصلین نام سے مولانا رضی الدین بسمل صدیقی بدایونی نے شہر بدایوں میں مدفون اولیاء اللہ کا تذکرہ لکھا ہے، جو ۱۹۰۱ء میں لکھنؤ سے چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔

مولانا حافظ انور علی صاحب نے تحفۃ المومنات نام کی ایک کتاب میں ان عورتوں کے حالات لکھے، جو صوفی اور ولی شمار ہوتی تھیں۔ یہ کتاب مطبع نظامی کانپور ۱۳۱۵ھ میں چھپ چکی ہے۔

خاص رام پور کے صوفیاء پر کوئی مستقل کتاب ابھی تک نہیں لکھی گئی۔ لیکن مولوی امام الدین خاں رام پوری متوفی ۱۲۵۹ھ نے اپنے مرشد حضرت شاہ درگاہی اور اُن کے مرشد حضرت حافظ شاہ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہما کے حالات پر مجمع الکرامات نام کی ایک کتاب بزبان فارسی ۱۲۳۱ھ میں تالیف کی تھی۔ اس کا اُردو ترجمہ جو مولانا حامد حسن قادری مرحوم نے مرتب کیا تھا، چھپ گیا ہے۔

اس کے علاوہ حضرت شاہ بولاقی مرادآبادی، اُن کی اولاد امجاد اور اُن کے خلیفہ حافظ محمد امین صاحب اور حافظ صاحب کے خلیفہ مولانا رستم علی صاحب رام پوری کے حالات پر موخرالذکر کے مرید، مولانا حفظ اللہ عباسی بلاسپوری تخلص بہ حفظ نے "بیت المعرفۃ" نام کی ایک کتاب ۱۳۲۳ھ میں تصنیف کی تھی۔

اس کتاب سے ہمیں رام پور کے ایک مشہور عالم و صوفی مولانا سید رستم علی صاحب کے حالات بڑی معتبر سند سے معلوم ہو جاتے ہیں۔

حافظ احمد علی خاں شوق رام پوری، سابق ناظم کتاب خانۂ رام پور متوفی ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۳ء نے تذکرہ کاملان رام پور میں رام پور کے تمام اہل اللہ کے مختصر حالات مستند ماخذوں سے یکجا کر دیئے ہیں۔ اگر ان سب کو علیحدہ کتابی شکل میں چھاپ دیا جائے تو یہ اچھا خاصا تذکرہ صوفیای رام پور بن جائے گا۔ جس میں بعد کے بزرگوں کے احوال کا اضافہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

رام پور کے ارباب طریقت میں حضرت مولانا سید شاہ عبداللہ قادری بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات با برکات بھی مرجع عوام و خواص رہ چکی ہے۔ وہ بغداد سے تشریف لائے۔ اور ہندوستان میں جہاں جہاں تشریف لے گئے وہاں کے دینداروں اور دنیا داروں دونوں نے انھیں سرآنکھوں پر بٹھایا۔ مولانا نیاز احمد صاحب نیاز بریلوی خانوادہ چشتیہ فخریہ کے نامور بزرگ ہیں۔ انھیں آپ کے ہندوستان تشریف لانے کی اطلاع ملی، تو آپ کے دست حق پر سلسلہ قادریہ میں بیعت کی، رام پور کے نواب فیض اللہ صاحب بہادر نے جو اس درجہ متقی اور پاک باز انسان تھے کہ کبھی کسی غیر محرم عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا آپ کے ورود رام پور کا مژدہ سنا تو شہر سے باہر جا کر شاہ صاحب کی پالکی کو کاندھا دیا۔ اور بڑے احترام کے ساتھ آپ کو شہر میں لائے۔ اور مصارف خدام کے لئے موضع آغا پور جاگیر میں دیا۔ آپ نے شہر رام پور میں ایک قطعۂ زمین منتخب فرما کر اس میں خانقاہ اور مسجد تعمیر فرمائی۔ اور بقیہ زندگی علما و صوفیا اور امرا کے

درمیان بڑی عزّت و احترام کے ساتھ گزاری۔ اور یہیں ۱۴ر محرم ۱۲۰۷ھ کو انتقال فرمایا۔

زیرِ نظر کتاب آپ ہی کی مختصر سوانح عمری ہے، جسے مولانا سید محمد علی شاہ صاحب میکش اکبرآبادی نے مرتب کیا ہے۔ جناب مؤلف حضرت بغدادی علیہ الرحمۃ کے خلیفۂ خاص مولانا سید امجد علی شاہ صاحب مرحوم و مغفور کے پوتے ہیں۔ آپ نے حالات جمع کرنے میں پوری احتیاط اور دیانت داری برتی، اور بیان واقعات کے ساتھ ماخذوں کی اصل عبارتیں بھی نقل فرمائی ہیں۔ تاکہ پڑھنے والے خود بھی جانچ سکیں کہ استخراج نتائج میں کہیں سہو تو نہیں ہوا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میری طرح اور مطالعہ کرنے والے بھی اس جدّت اور احتیاط کی مؤلف کو داد دیں گے۔ نیز حضرت شاہ بغدادی علیہ الرحمۃ کے حالات پڑھ کر کوشش کریں گے کہ اُن کے نقشِ قدم پر چلیں تاکہ دُنیا اور آخرت دونوں میں فلاح و کامرانی نصیب ہو۔

عبدِ حقیر

امتیاز علی عرشی

۲۵ر اگست ۱۹۶۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین

والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وآلہ واصحابہ

اجمعین

دیباچہ

یہ ایک ایسی عظیم شخصیت کا تذکرہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کئی قسم کے نسبی ذاتی علمی اور عملی شرف بخشے۔ جس نے خدا کا نام پہونچانے کے لئے اپنے آباد اجداد کی سنت کے مطابق اپنا وطن اور خاندان، اپنی ملکیت اور عیش و آرام چھوڑ کر ہزاروں میل کا سفر کیا اور اس زمانے میں کیا جب سفر سقر کا نمونہ تھا۔ جب راستے مخدوش ذرائع آمد و رفت محدود اور معمولی سہولتیں بھی ناپید تھیں۔ اس نے ایسے ملک کو اپنی تعلیم و تبلیغ کا مرکز بنایا۔ جہاں کی زبان اس کی زبان سے مختلف، جہاں کے رسم و رواج اس کے رسم و رواج سے مختلف، جہاں کی آب و ہوا اس کے ملک کی آب و ہوا سے مختلف اور جہاں کی ہر چیز اس کے لئے اجنبی تھی۔

یہ ذات با برکات فرزند غوث اعظم محی الدین ثانی حضرت سید عبد اللہ بغدادی قادری رضی اللہ عنہ کی تھی۔ جو آج سے تقریباً دو سو سال قبل چند خادموں کو ساتھ لے کر حضرت غوث اعظم کی تعمیل ارشاد میں بغداد شریف سے ہندوستان تشریف لائے

اور ساری عمر لوگوں کو خدا کے نام اور رسول اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام کی تعلیم دیتے رہے۔

حضرت بغدادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین بے واسطہ و بالواسطہ کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے۔ صرف ایک سلسلۂ نیازیہ ہی کی خانقاہیں اور ان کے متوسلین نہ صرف برّصغیر ہند و پاک بلکہ کابل و بدخشاں اور سمرقند و بخارا تک پھیلے ہوئے اور کلمۃ الحق و پیام توحید کی تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اس لئے اِس بات کی ضرورت تھی کہ متوسلین و معتقدین اور عام مسلمانوں اور اہلِ بصیرت کو حضرت کے حالات اور پیام کی نوعیت سے آگاہی ہو۔

یہ شرف منشی عبدالمجید صاحب قریشی کی قسمت میں تھا کہ ان کے دل میں حضرت بغدادی صاحب کی والہانہ محبت و عقیدت کے ساتھ یہ خیال بھی ڈالا گیا کہ حضرت کا ایک مستند اور جامع تذکرہ مرتب ہونا چاہیئے۔

انھوں نے حضرت کے حالات کی جستجو میں دُور و دراز کے سفر اختیار کئے بہت سے کتب خانوں کو تلاش کیا۔ مشائخین اور اہلِ سلسلہ سے شہروں شہروں خود جاکر ملے اور جہاں سے ذراسی واقفیت بھی حاصل ہونے کا امکان پایا، وہاں جاکر جو کچھ اور جس طرح بھی حاصل ہوسکا حاصل کیا۔

حضرت بغدادی صاحب کے مزار مبارک کی تعمیر و ترمیم، اعراس و فاتحہ، اجرائے مدرسہ گلشن بغداد وغیرہ، جتنی خدمات قریشی صاحب نے کی ہیں، یہ تذکرہ بھی ان خدمات کے سلسلے کی ایک اہم اور یادگار خدمت ہے۔

درحقیقت اس تذکرے کے جامع جناب قریشی صاحب ہیں۔ اور اسے ترتیب

دیے والا راقم الحروف ہے۔ اسی سلسلے میں بعض اہم مسائل کی وضاحت بھی ضروری سمجھ کر کردی گئی ہے۔

حضرت سیدنا بغدادی صاحب کا لقب محی الدین ثانیؒ ہے۔ آپ میں جو کمالات خوارقِ عادات اور علم وعمل کے کارنامے ہیں وہ حضرت غوثِ اعظم میراں محی الدین رضی اللہ عنہ کی ذات وصفات اور علم وعمل کا پرتو ہیں۔ اس لئے یہ تذکرہ جب تک مکمل نہیں کہا جا سکتا جب تک ثانی سے پہلے اوّل اور ظل سے قبل عین کا ذکر مبارک نہ کیا جائے۔ اسی طرح حضرت غوثیت مآب کے کمالات کی تصویر پوری طرح سامنے نہیں آسکتی، جب تک کہ حضور کی تعلیمات سے واقفیت نہ ہو۔ دراصل یہی تعلیمات وہ خاص مقصد تھا کہ جس کی اشاعت کے لئے سیدنا بغدادی صاحب ہندوستان تشریف لائے۔ اس لئے یہ ضروری ہوا کہ پہلے تصوف اسلام کا اجمالی تعارف کرا دیا جائے اور اس کے بعد حضرت غوثِ اعظمؓ کا مختصر ذکر شریف اور حضرت کی تصانیف کے چند اقتباسات پیش کر دیئے جائیں۔ جس سے حضرت کے مسلک اور تعلیمات کا اندازہ ہو جائے۔ اس کے ساتھ حضرت بغدادی صاحبؒ کے ذکر مبارک سے اس تالیف کا اختتام کیا جائے۔

جس وقت یہ تذکرہ مرتب کیا جا رہا ہے۔ حضرت سیدنا بغدادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کو تقریباً ایک سو ستتر سال گزر چکے ہیں۔ مختلف تصانیف تذکرہ بعض میں حضرت کا ذکر خیر مختصر طور سے کیا گیا ہے۔ لیکن کوئی مستقل یا مفصل تذکرہ حضرت کا دستیاب نہیں ہوتا۔

اس تذکرہ میں حضرت بغدادی صاحبؒ کے جو حالات اب تک متفرق تذکروں

اور دوسری تحریروں یا زبانوں پر تھے سب ایک جگہ جمع کر دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے دستاویزوں اور تذکروں کی عبارتیں بجنسہ اور تقریباً تمام و کمال نقل کر دی گئی ہیں۔ اس لئے کہ یہ دستاویزیں مخصوص افراد کی ملکیت ہیں اور تلف ہو جانے کے اندیشے سے محفوظ نہیں ہیں۔ اسی طرح تذکرے بھی بعض نایاب ہیں یا مخصوص کتاب خانوں کی ملکیت اور عام دسترس سے باہر ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ آئندہ اس موضوع پر کام کرنے والوں کو تلاش و جستجو کی زحمت نہ اُٹھانا پڑے۔ یہ اظہار اس لئے بھی ضروری تھا کہ اس صورت میں بعض واقعات کی تکرار سے گریز ممکن نہ تھا۔ اس کے علاوہ جو روایات کہ زبانوں پر مشہور چلی آ رہی ہیں ان کو اپنے الفاظ میں بیان کرنا ناگزیر بھی تھا اور انھیں درایت و عقل کی کسوٹی پر کسنا بھی ضروری تھا۔ پھر بھی جو نتائج اخذ کئے گئے ہیں اور محاکمہ کیا گیا ہے وہ حرفِ آخر نہیں ہے اور ہر ذی فہم خود بھی اس سے نتیجہ اخذ کر سکتا ہے۔ جو روایات کہ بالکل ہی درایت کے خلاف تھیں اُن سے قطع نظر ہی بہتر سمجھا گیا ہے۔

میکش اکبرآبادی

۲۹ر جنوری سنہ ۱۹۶۶ء

اسلامی تصوّف

تصوف پر ازمنہ قدیم سے اب تک سیکڑوں تصانیف ہو چکی ہیں اور اسلام کے دوسرے علوم کی طرح تصوف بھی رفتہ رفتہ ایک مستقل نظام فکر بن چکا ہے۔ جو اپنے اصول و عقائد کے لحاظ سے دوسرے نظامات سے مختلف ہے۔

اصول کے اعتبار سے اسلام کی چند تعبیریں کی گئی ہیں۔ قرآن و حدیث اور نقل و سند کو تمام اسلامی فرقے اصل مانتے ہیں۔ لیکن محدثین خبر○ واحد کو قابلِ اعتماد اور کافی سمجھتے ہیں بخلاف فقہا کے جو درایت کو بھی روایت کے ساتھ اہم سمجھتے ہیں۔ لیکن صوفیہ ان دونوں (روایت و درایت) کے ساتھ توجہ الی اللہ کو ضروری سمجھتے ہیں۔ مثلاً دو روایتوں میں اگر کوئی ظاہری وجہ ترجیح نہ ہو تو اس روایت پر عمل کریں گے جو انکو خدا کی طرف توجہ کرنے میں ممد و معاون ہو ※

※ اعلم ان اہل السنۃ والجماعۃ ثلث فرق الفقھا والمحدثون والصوفیہ والفقھاء سموا المحدثین اصحاب الظواھر لانھم یعتمدون بمجرد الخبر ویطلبون الاسناد الصحیحۃ وھم سموھم اھل الرای اذھم یعملون بالرای ویترکون الخبر الواحد فضلھم العمل بالدرایۃ مع وجود المخالفۃ الخبر الواحد عن الثقات جائزۃ عند المحدثین لا یجوز والصوفیۃ اجود الفریقین واصفاھم لانھم یتوجھون الی اللہ تعالیٰ تبرکاً الالتفات عما سوی اللہ تعالیٰ

(اصول السماع مصنفہ شیخ فخر الدین زرادی رح)

○ خبرِ واحد یا خبر احاد اس حدیث کو کہتے ہیں جو متواتر نہ ہو۔ متواتر سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یقینی ہوتی ہے۔ اور خبر واحد سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ ظنی ہوتا ہے۔ یعنی اس میں غلط ہونے کا امکان ہے خواہ کتنا ہی خفیف ہو۔

استفتِ قلبک ولو افتاک المفتیون ۔ اپنے دل سے فتویٰ لو چاہے تمھیں مفتی فتویٰ دے چکے ہوں ۔

گوش کن استفت قلبک از رسول گرچہ مفتی ات برون گوید فضول

(مولانائے رومؒ)

محدثین وفقہا اور صوفیہ کے علاوہ ایک گروہ فلاسفۂ اسلام کا ہے جو عقل کو بنیاد مان کر اسلامی علوم کو عقل سے مطابق کہتے ہیں ۔ اس کے نمائندے ابن رشد ابن ماجہ ابن سینا وغیرہ ہیں ۔ ان کے علاوہ ایک اور مکتبِ فکر ہے جو ہر ظاہر کے ایسے معنی لیتا ہے کہ ظاہر کی اہمیت بالکل فنا ہو جاتی ہے ۔ اور شریعت کے احکام کی تنسیخ عمل میں آجاتی ہے ۔ یہ فرقہ باطنیہ ہے جو دراصل فرقہ ظاہریہ کی ضد ہے ۔ کیوں کہ فرقہ ظاہری اس کا انکار کرتے ہیں کہ اعمال ظاہر میں کچھ اسرار بھی ہیں یا ظاہر شریعت کے علاوہ کچھ علوم باطن بھی ہیں ۔ فرقہ ظاہریہ کے مشاہیر میں علامہ ابو داؤد ظاہری ، علامہ ابن حزم ظاہری وغیرہ اور باطنیہ کے مشاہیر میں ابن سبا ، ناصر خسرو وغیرہ ہیں ۔ یہ صراحت اس لئے ضروری سمجھی گئی کہ صوفیا کو بعض ظاہری اور دوسرے متعصب علما نے فرقۂ باطنیہ سے منسوب کیا ہے ۔ جس کا سبب عناد اور تعصب ہے ۔ تعصب کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تصوف کے تمام سلاسل کا منتہیٰ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی ذات اقدس ہے ۔ چنانچہ تصوف کے منکر بھی وہی ہیں جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کے خاندان کے مخالف رہے ہیں ۔ یہ بھی اتفاق تھا کہ تصوف کو اپنے ابتدائی دور ہی میں ملوکیت اور جبر و استبداد سے ٹکر لینا پڑی اور یہ ملوکیت

بنی اُمیہ کی تھی، جو بنی ہاشم کے قدیمی اور نسلی دشمن تھے۔ اس لئے حکومت اور ان کے طرفدار علما بھی صوفیوں کے مخالف رہے۔ مخالفت کے اسباب میں ایک سبب یہ بھی ہے کہ اہلِ ظاہر جو اپنے آپ کو اسلام کا کامل نمائندہ سمجھتے ہیں تصوف ان کو ناقص ثابت کرتا ہے۔ اور وہ خود بھی اپنے آپ کو ان روحانی کمالات سے محروم محسوس کرتے ہیں جو صوفیوں کو حاصل ہیں اس لئے وہ ان روحانی کمالات کو استدراج اور سیمیا وغیرہ سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس اسلام کی نمائندگی تو کرسکتے ہیں جس نے بیعت الرضوان سے متعلق درخت کو کٹوا ڈالا تھا مگر اُن کے اس اسلام سے محروم ہیں جس نے یا ساریۃ الجبل کہہ کر کوسوں سے اسلامی فوج کو خطرے سے آگاہ کردیا تھا[1]۔

علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ نے لکھا ہے۔ صوفیا کا انکار اُسی نے کیا ہے جو اُن کے حال سے ناواقف ہے[2]۔

علامہ دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں :-

صوفیوں کی مدح کے لئے یہی کافی ہے کہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ نے حضرت شیبان الراعی سے نماز میں بھول جانے کے متعلق سوال کیا اور ان کا یقین کیا۔ اسی طرح امام احمدؒ حضرت ابوحمزہ بغدادیؒ صوفی کے معتقد تھے اور دقیق مسائل ان سے پوچھتے تھے اور فرماتے تھے اے صوفی اس مسئلے میں آپکا کیا ارشاد ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام احمدؒ ان باتوں کو نہیں سمجھتے تھے جو ابوحمزہؒ سمجھتے تھے[3]۔

---

[1] نقد اقوال ۵۲ [2] طبقات کبریٰ ص۴ [3] طبقات کبریٰ

گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشاف　　ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
(اقبال)

قرآن کو بغور مطالعہ کرنے والے غالباً اس سے اتفاق کریں گے کہ قرآن نے دنیا کو جس اسلام سے روشناس کرایا ہے وہ سطحیت اور تنگ نظری کی تعلیم دینے والا اور محض ضابطہ اور قانون کا اسلام نہیں ہے جس میں ایک خاص نقطۂ نظر رکھنے والوں کے علاوہ کسی کے لئے نہ بخشش ہے نہ نجات، بلکہ وہ ایک امن عام اور سلامتیِ خاص و عام کا مذہب ہے۔ جس کی محفل میں ابوبکرؓ و علیؓ کے ساتھ معاویہؓ اور عمرو عاصؓ بھی بیٹھ سکتے ہیں۔ اور جنیدؒ و شبلیؒ کے ساتھ ابن تیمیہ اور ابن جوزی بھی۔ جہاں ابن رشد و ابن سینا کے خشک فلسفوں کے ساتھ رومی و عطار کے نغمے بھی سامعہ نواز ہو سکتے ہیں۔ جو ہر صلاحیت رکھنے والے کے لئے اپنی آغوش واکئے ہوئے ہے اور جو مسجدوں کے ساتھ کنشت و کلیسا کا (؟) محافظ ہے۔

ولولا دفع اللّٰہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللّٰہ　(پارہ ۱۷ ثلث آخر)

عام طور سے یہ خیال پایا جاتا ہے کہ تصوف شریعت سے علیٰحدہ کوئی نظام ہے اور جو شریعت کے ردِ عمل کے طور پر ظہور میں آیا ہے۔ یہ بات نہ پوری طرح صحیح ہے اور نہ پوری طرح غلط اس لئے کہ بعض مذاہب میں تصوف مذہب اور اس کی رسوم کا ردِ عمل ہی ہے لیکن مجموعی طور پر خصوصاً اسلامی تصوف اس سے انکار کرتا ہے کہ مذہب کے ظاہری رسوم جو اخلاق سے خالی ہوں انسان کے لئے کافی ہیں۔

ویدک ادب میں ویدوں کی ظاہری رسموں کے ردِ عمل کے نتیجے ہیں برہمن اور

آر نیک ظاہر ہوئے اور اپنشدوں میں اس ردِ عمل نے ایک مستقل مکتبِ فکر کی صورت اختیار کر لی۔ لیکن اسلام میں تصوّف (نام سے قطعِ نظر) کوئی بعد کی پیدا شدہ تحریک نہیں ہے۔ کیونکہ ہجرت کے وقت ہی پیغمبرِ اسلامؐ نے اعلان فرما دیا تھا کہ عمل کا اعتبار نیت سے ہے (الاعمال بالنیات) ظاہری صورت کے اعتبار سے نہیں نیت کا صحیح کرنا اور ظاہر کے ساتھ باطن کو سنوارنا تصوّف کا خلاصہ ہے۔ قرآن نے خدا کا تصوّر بھی اس طرح پیش کیا ہے کہ وہ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ (ھوالاوّل والآخر والظاھر والباطن) اسی طرح قرآن نے تاکید کہ گناہ کی ظاہری صورت کے ساتھ گناہ کے باطن کو بھی چھوڑنا ضروری ہے۔ (وذروا ظاھرالاثم وباطنہ) قربانی کے ظاہری احکام کے ساتھ یہ بھی صراحت کر دی گئی کہ خدا تک اس کا گوشت اور خون نہیں پہونچتا۔ بلکہ تمہارا تقویٰ اس تک پہونچتا ہے۔ (لن ینال اللہ لحومھا ودمائھا ولکن ینالہ التقویٰ) اور باوجود اس کے کہ نماز میں کعبے کی طرف مُنہ کرنے کا حکم دیا گیا، یہ بھی کہہ دیا گیا کہ بھلائی یہ نہیں ہے کہ تم اپنا مُنہ مشرق کی طرف کرو یا مغرب کی طرف، بھلائی تو ایمان میں ہے (ولیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البرمن آمن باللہ) مشرق و مغرب سب اللہ ہی کا ہے۔ تم جس طرف بھی مُنہ کرو اُدھر اللہ ہی ہے (واللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ) اسی طرح جہاد اور ہجرت کے متعلق یہ حدیث قابلِ غور ہے کہ مجاہد وہ ہے جس نے خدا کی اطاعت میں جہد کی اور مہاجر وہ ہے جس نے گناہ کو چھوڑا (بیہقی)

اسی طرح تصوفِ اسلام میں کرم مارگ اور گیان مارگ (راہِ عمل اور راہِ علم)

کی قسم کی کوئی چیز نہیں ہے، یعنی ایسا نہیں ہے کہ علم کی راہ پر چلنے والا عمل سے قطع نظر کرے۔ روح کی پاکیزگی حاصل کرنے والا جسم کی پاکیزگی سے بے نیاز نہیں ہو سکتا اور توحید کی اعلیٰ ترین منزل پر پہونچنے والا توحید کے ابتدائی مدارج سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔[1]

دراصل مدارج کا اختلاف ہی تصوف کا جواز ثابت کرتا ہے۔

فقر مقام نظر، علم مقام خبر فقر میں مستی ثواب علم میں مستی گناہ
علم کا موجود اور فقر کا موجود اور اشہد ان لا الہ اشہد ان لا الہ

(علامہ اقبال)

یہ ظاہر ہے کہ ایک خدا ایک نبی اور ایک کتاب کے ماننے والے اپنے اعمال و حالات کے اعتبار سے یکساں نہیں ہوتے یہانتک کہ انبیا، صحابہ، اولیاء مومنین سب کے درجے مختلف ہیں۔ "ولکل درجات مما عملوا" سے اگر عمل کے درجے ثابت ہیں تو "فوق کل ذی علم علیم" سے مراتب علم کا فرق ثابت ہو چکا ہے۔ یہ فرق انسان کی کوشش سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ اور خدا کی بخشش اور موہبت سے بھی۔ "وعلمناہ من لدنا علما" "تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض"

یہ فرق صحابہ میں بھی تھا۔ چنانچہ قرآن نے فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والوں کو فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والوں پر فضیلت دی۔ اسی طرح قرآن نے شہدا و صالحین اولیا و مقربین کے درجے اور فضائل بیان فرمائے۔ اسلئے یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ علم و یقین تقویٰ و طہارت، زہد و عبادت سب کے مدارج ہیں۔ تصوف نے انکے ادنیٰ مدارج کو بھی تسلیم کر

---

[1] نقد اقبال صفحہ ۲۶۰ صفحہ ۲۶۱

شریعت کے اوامر و نواہی کی تعمیل کو ضروری سمجھتا ہے اور حلال کو حلال، حرام کو حرام ہی سمجھتا ہے۔ مگر ان موضوعات پر علمائے ظاہر سے زیادہ غور اور تجزیے سے کام لیا ہے۔ مثلاً شریعت نے جسم کی پاکیزگی کو ضروری سمجھا ہے۔ تصوف اس سے انکار نہیں کرتا۔ اور علمائے ظاہر کی طرح ہی اسے ضروری سمجھتا ہے لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ دل کی پاکیزگی کی طرف بھی توجہ کرنا چاہیئے۔ یا ارباب شریعت کے نزدیک توحید کے لئے ضروری ہے کہ خدا کی عبادت میں اور اس کی ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ بنایا جائے مگر ارباب باطن کا خیال ہے کہ یہ توحید کا ابتدائی درجہ ہے۔ اہلِ ظاہر عبادتِ اصنام کو حرام سمجھتے ہیں اور شرک کہتے ہیں۔ صوفی بھی اسے تسلیم کرتے ہیں اور شرک کہتے ہیں۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ خواہشات کے پیچھے چلنا بھی خواہشات کو معبود بنا لینا ہے۔ قرآن نے کہا ہے افرائیت من اتخذ الٰہہ ھواہ۔ اسی طرح اللہ کی ذات میں شریک کرنے کے معنی اہلِ ظاہر یہ لیتے ہیں کہ دو خدا نہ سمجھے جائیں اور قرآن نے خدا کے ساتھ جو صفات مخصوص کی ہیں وہ خدا کے سوا کسی میں تسلیم نہ کی جائیں۔ لیکن تصوف میں اسی پر بس نہیں کی جاتی وہاں یہ پہلی منزل ہے۔ چنانچہ انھوں نے توحید کے بھی درجے مقرر کیئے ہیں[1]

اسی طرح توبہ انابت تقویٰ صبر شکر وغیرہ کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔ تصوف کی اتنی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں کہ بعض لوگ خیال کرنے لگے کہ کوئی

---

[1] تفصیل کے لئے صوفیوں کی تصانیف ملاحظہ ہوں۔

تعریف ہی تصوف کی جامع و مانع نہیں ہے۔ لیکن جو تعریفیں کہ متقدمین صوفیہ سے روایت کی گئی ہیں، ان کو دراصل منطقی تعریف نہیں کہا جا سکتا۔ کیوں کہ جواب دینے والوں نے سوال کرنے والے کے حال اور مبلغ علم کے لحاظ سے جواب دیا ہے اور یا اپنے حال کے مطابق۔ اور حال اور مبلغ علم چونکہ مختلف ہوتے ہیں اور بدلتے رہتے ہیں اس لئے جواب بھی بدلتے رہے ہے، کیوں کہ ان کا منشا اور مقصود کوئی تصنیف و تالیف نہ تھی بلکہ اصلاح و ہدایت مقصود تھی۔ تصوف کے متعلق متقدمین کے اقوال سے قطع نظر کرتے ہوئے امام عبد الوہاب شعرانیؒ کی یہ عبارت کافی سمجھی جا سکتی ہے۔

"تصوف بندے کے اُن اعمال کا خلاصہ ہے جو وہ احکام شریعت کے سبب سے کرتا ہے۔ جب کہ اس کا عمل برائی اور حظ نفس سے خالی ہوتا ہے جس طرح کہ معانی اور بیان علم نحو کا خلاصہ ہے۔ اس لئے جس نے علم تصوف کو ایک مستقل علم قرار دیا، اُس نے بھی صحیح کہا، اور جس نے اُسے عین احکام شریعت کہا اس نے بھی صحیح کہا۔ جیسے اگر کسی نے معانی اور بیان کو مستقل علم کہا ہے تو درست کہا ہے؛ اور جس نے ان علوم کو علم نحو ہیں سے قرار دیا ہے اُس نے بھی صحیح کہا ہے۔"

الطبقات الکبریٰ (ترجمہ)

جس طرح شریعت نے تمام اعمال اور عقائد سے مقدم توحید کو قرار دیا ہے اسی طرح تصوف بھی توحید کو اہم ترین سمجھتا ہے۔ لاالہ الا اللہ کا مطلب اہل ظاہر یہ سمجھتے ہیں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ مگر صوفیوں کے نزدیک خدا کے سوا

نہ کوئی معبود ہے نہ مقصود اور نہ کوئی محبوب ہے اور نہ موجود۔

(ان لا الٰہ) ای لا معبود ولا مقصود ولا موجود فی نظر ارباب الشہود (الا اللہ) (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

لیکن اس کے لئے جہادِ نفس کی ضرورت ہے، اسی کے بعد راستہ دکھایا جاتا ہے۔

الذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا

ذکر و فکر کی ضرورت ہے۔ واذکر اسم ربک اذا نسیت۔ سب سے منقطع ہو کر خدا کا ہو جانے کی ضرورت ہے۔ وتبتل الیہ تبتیلا اس کے بعد ہی مشاہدہ کی منزل آتی ہے۔ جب انسان آفاق (عالم خارجی) اور انفس (اپنی ذات) میں خدا کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اُس وقت اس کو مشاہدہ ہوتا ہے کہ ایک ذرّہ بھی غیر حق نہیں ہے۔

سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتیٰ یتبین لھم انہ الحق اولم یکف بربک انہٗ علیٰ کل شئ شہید۔

قرون اولیٰ کا تصوف یہی ہے۔ صوفیوں کے تمام اعمال اشغال ذکر فکر سب اسی حال اور مشاہدے کو حاصل کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ صوفیوں کی تمام قدیم تصانیف میں دیکھیں آپ کو ہندو یوگ کا اثر ملے گا نہ ایرانی ثنویت اور یونانی نظریات کی آمیزش ملے گی۔ یہ نظریات اگر اس لئے قبول کر لئے جائیں کہ ان سے اپنا مقصد ثابت کیا جائے اور ان نظریات کو اس طرح قبول کر لیا جائے کہ اصل مقصد میں کوئی تبدیلی اور تغیر واقع نہ ہو تو اس میں زیادہ حرج

نہ کوئی معبود ہے نہ مقصود اور نہ کوئی محبوب ہے اور نہ موجود۔

(ان لا الٰہ) ای لا معبود ولا مقصود ولا موجود فی نظر ارباب الشہود (الا اللہ) (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

لیکن اس کے لئے جہادِ نفس کی ضرورت ہے، اسی کے بعد راستہ دکھایا جاتا ہے۔

الذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا

ذکر و فکر کی ضرورت ہے۔ واذکر ربک اذ نسیت۔ سب سے منقطع ہو کر خدا کا ہو جانے کی ضرورت ہے۔ وتبتل الیہ تبتیلا اس کے بعد ہی مشاہدہ کی منزل آتی ہے۔ جب انسان آفاق (عالم خارجی) اور انفس (اپنی ذات) میں خدا کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس وقت اس کو مشاہدہ ہوتا ہے کہ ایک ذرہ بھی غیر حق نہیں ہے۔

سنریہم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسہم حتیٰ یتبین لہم انہ الحق اولم یکف بربک انہ علیٰ کل شیئ شہید۔

قرون اولی کا تصوف یہی ہے۔ صوفیوں کے تمام اعمال اشغال ذکر فکر سب اسی حال اور مشاہدے کو حاصل کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ صوفیوں کی تمام قدیم تصانیف میں نہ کہیں آپ کو ہندو یوگ کا اثر ملے گا نہ ایرانی ثنویت اور یونانی نظریات کی آمیزش ملے گی۔ یہ نظریات اگر اس لئے قبول کرلئے جائیں کہ ان سے اپنا مقصد ثابت کیا جائے اور ان نظریات کو اس طرح قبول کرلیا جائے کہ اصل مقصد میں کوئی تبدیلی اور تغیر واقع نہ ہو تو اس میں زیادہ حرج

بھی نہیں ہے۔ کوئی مصنف اپنے دور کے انداز بیان سے اور نظریات سے بے تعلق نہیں رہ سکتا۔ وہ اپنے زمانے کی زبان میں بات کرتا ہے اور اپنے عہد کے علوم اور مسلمات سے اپنا مدعا ثابت کرتا ہے۔ جیسے امام غزالی اور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی مولانا عبدالرحمن جامی نے کیا یہی وجہ ہے کہ اگرچہ اصول اور مدعا ایک ہے مگر کتاب اللمع کشف المحجوب رسالہ قشیریہ وغیرہ کے انداز بیان اور فصوص الحکم، الانسان الکامل اور لوائح جامی کے انداز استدلال اور طرز بیان میں فرق ہے۔ لیکن اگر اصول ہی تبدیل کر دئے جائیں اور مقاصد و منازل ہی مختلف ہو جائیں، جیساکہ بعض مشائخ نے ایرانی ثنویت اور ہندی یوگ کو مرکب کرکے قدیم تصوف کے مقابلے میں نیا نظریہ ایجاد کیا اور قرآنی تصوف کے مقامات صبر و شکر توکل تسلیم صبر و رضا وغیرہ کے بجائے لطائف وغیرہ پہ اپنے تصوف کی بنیاد رکھی۔ تو پھر اس کی اصلاح کی طرف توجہ ضروری ہے۔[1]

غالباً ایسے ہی وجوہ تھے جن کی اصلاح و تجدید کے لئے صوفیوں کی اہم شخصیتیں ہندوستان میں آتی رہیں۔ سیدنا عبداللہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ مبارک بھی ایسی ہی اہم شخصیت ہے۔ کیونکہ آپ کو جو تعلیمات پہونچی تھیں وہ سلسلہ بہ سلسلہ آپ کے آبا و اجداد سے پہونچی تھیں۔ جن میں بیرونی اثرات کو قطعاً دخل نہیں ہے۔ اور یہ خصوصیت مشکل ہی سے کسی دوسری شخصیت کو حاصل ہو سکتی تھی۔

---

[1] تفصیل کے لئے نقد اقبال ملاحظہ ہو۔

سلسلۂ قادریہ میں سب سے زیادہ اہمیت توحید کو دی گئی ہے اور اس کے لئے ہستئ غیر کی فنا اور ادب کو اہم مہمات میں قرار دیا گیا ہے۔ (الطریق کلہ ادب)

اس سلسلۂ عالیہ کو سب سے بڑا شرف یہ حاصل ہے کہ یہ نسبت انکی حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے منسوب اور انکی تعلیمات اور فیوض کا حامل ہے اور دوسرا شرف یہ ہے۔ کہ یہ سلسلہ دو طریق سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہونچتا ہے ایک طریق میں حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ ہیں اور دوسرے میں سات ائمۂ اہلِ بیت ہیں۔ محدثین میں بھی اس دوسرے سلسلہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے وہ اسے سلسلۃ الذہب یعنی سونے کا یا سنہری سلسلہ کہتے ہیں۔

تصوّف کے تمام سلاسل کا منتہا بالاتفاق باب العلم امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ کی ذات قدسی صفات ہے یہاں تک کہ سلسلۂ نقشبندیہ بھی حضرت علی علیہ السلام کی ذات مبارک ہی سے شروع ہوا ہے[۱۲]۔ تمام سلاسلِ تصوّف کا مقصد معرفتِ حق ہے۔ قدما کے تمام سلسلوں میں ائمہ و مجتہدین کا ظہور ہوتا رہا ہے۔ اور سب اصول و مقصد میں متحد اور متفق ہیں۔ اگر جزوی اختلاف ہے تو صرف اتنا کہ بعض حضرات بعض امور کو اوّلیت یا اہمیت دیتے ہیں۔ اور بعض دوسرے ذریعوں کو مثلاً ذکرِ جہر، ذکرِ خفی، حبسِ دم وغیرہ میں جو اختلاف ہیں وہ فرعی اور اولیٰ ہونے سے متعلق ہیں۔

اس باب کی ابتدا میں اشارہ کیا جا چکا ہے کہ تصوّف ایک مستقل مکتبِ فکر ہے اور دوسرے اسلامی فرقوں سے علیحدہ اس کا ایک مستقل نظام ہے۔

---

[۱۲] ملاحظہ ہو رسالہ انسیہ حضرت خواجہ یعقوب چرخی صفحہ ۱۹-۱۸۔ ایضاً رسالہ قدسیہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندیؒ نیز شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل شاہ ولی اللہ محدث صفحہ ۱۲۲

یہاں یہ عرض کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے کہ دورِ صحابہ و تابعین ہی میں اِن نظاماتِ فکر کی بنیاد پڑ گئی تھی۔ مثلاً حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے زمانے ہی میں مسئلہ جبر و قدر رونما ہو گیا تھا۔

اسلام میں ایک گروہ فقہا کا ہے۔ فقہ کا تعلق اعمالِ ظاہر سے ہے۔ اس کے مختلف امام ہیں اور ان کے مختلف مسلک ہیں۔ جہاں تک اہلِ سُنّت کا تعلق ہے وہ چاروں اماموں (امام مالک امام ابو حنیفہ امام شافعی امام احمد بن حنبل) کو برحق سمجھتے ہیں۔ اور ان کی تقلید کو ضروری خیال کرتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ان ائمہ کے علاوہ اور بھی مجتہد اور امام ہوئے ہیں مثلاً حضرت سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک وغیرہ جن کو کوئی غلط راستے پر نہیں سمجھتا بلکہ بعض مسائل میں ان سے استنباط کیا جاتا ہے۔

یہ فرقے اور ان کے اختلاف مسائل فقہ تک محدود ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ اور ائمہ بھی ہیں جنھوں نے اسلامی عقائد کو منضبط کیا اور ان پر غور و فکر کر کے ایک مستقل نظام کی صورت عطا کی۔ عقائد کے اعتبار سے مشہور فرقے اشاعرہ ماتُریدیہ۔ معتزلہ۔ جبریہ۔ قدریہ۔ مُرجیہ۔ جہمیہ۔ مُشبّہ وغیرہ ہیں۔

فقہ کا تعلق اعمال سے ہے اور عقائد اعمال پر مقدم ہیں۔ کیونکہ اگر عقائد غلط ہوں تو اعمال بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اس لئے عقائد کو فقہ اکبر کہا جاتا ہے فقہ اکبر کے نام سے ایک کتاب حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہٗ کی طرف منسوب ہے لیکن حنفی علماء صرف فقہ میں امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کرتے ہیں اور عقائد میں عموماً امام ابوالحسن اشعری (۲۷۰ھ تا ۳۳۰ھ) کے پیرو ہیں۔ اور بقول علامہ شبلی نعمانی

ایک زمانے میں تمام دُنیائے اسلام اشعری عقیدے کے پیرو تھی۔ اور آج بھی اہلِ سُنّت والجماعت کی اکثریت اسی مسلک کی پیرو ہے۔

صوفی اپنے اصول میں اشاعرہ ماتریدیہ معتزلہ وغیرہ سب سے مختلف ہیں مثلاً۔

اشاعرہ وجود باری تعالیٰ کو زائد بر ذات مانتے ہیں۔

صوفیہ وجود باری کو عین ذات مانتے ہیں۔ یعنی خدا کی ذات اور خدا کا وجود ایک ہی ہے۔

اشاعرہ خدا کی صفات کو خدا کی ذات کا نہ عین مانتے ہیں نہ غیر۔

صوفیہ خدا کی صفات کو خدا کی ذات کا عین مانتے ہیں۔

اشاعرہ وجود کو ممکن اور واجب میں تقسیم کرتے ہیں۔

صوفیہ وجود کو ایک تسلیم کرتے ہیں۔ اور اس کی تقسیم کے قائل نہیں ہیں۔

یہ علمی مسائل ہیں اور یہ سچ ہے کہ ان کا بہ ظاہر عوام سے کوئی خاص علاقہ نہیں ہے مگر ان مسائل کا اثر بہت دُور رس ہے۔ اور آخر میں نتائج کے اعتبار سے عوام کسی نہ کسی طرح ان سے متاثر ہوتے ہیں۔ مثلاً صوفیوں کا اصل اصول۔ لاموجود الا اللہ ہے (اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں ہے) در اصل اوپر جو اختلافات بیان کئے گئے وہ اس اصول کی فروع اور نتائج ہیں۔ صوفی کسی کو فقیر ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں جب تک کہ وہ لاموجود الا اللہ کا قائل نہ ہو نہ صرف قائل بلکہ اس کا حال اور مشاہدہ اور اس کے بعد اس کا یقین اس پر نہ ہو۔ اسی طرح وہ کسی کو ولی نہیں مان سکتے۔ جب تک وہ فنائی اللہ کا درجہ حاصل نہ کرے جو در اصل لاموجود الا اللہ پر یقین کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے

صوفی اسی کو توحید کہتے ہیں۔ اور بغیر توحید کے وہ کسی حال قال کشف و کرامت کو معتبر نہیں سمجھتے اور جو کرامت کہ بغیر عقیدہ توحید و فنا کے کسی سے سرزد ہوتی ہے وہ اسے استدراج کہتے ہیں۔ استدراج کافروں اور ملحدوں کو بھی ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے۔

ان عقائد کو مان لینے اور منازل کو طے کرنے کے بعد یہ ضروری نہیں ہے کہ صوفی کسی خاص فقیہہ اور امام کا پیرو ہو، ہو سکتا ہے کہ وہ مالکی ہو، حنفی ہو یا اور کچھ۔ اور اگر وہ اس مقام کا ہے کہ اس کے لئے تقلید شخصی ضروری نہیں ہے تو وہ کسی خاص امام کی تقلید بھی نہیں کرے گا، جیسا کہ حضور غوث اعظم اور حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے لئے کہا گیا ہے۔

اپنے شیخ کی تقلید کو صوفیوں میں بڑی اہمیت دی گئی، مگر وہ صرف صوفیانہ عقائد اور تعلیمات تک ہی محدود ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ پیر اگر مالکی مذہب کا ہو تو مرید بھی مالکی ہو، ایسی بے شمار مثالیں ہیں کہ شیخ حنبلی ہے اور مرید شافعی یا شیخ حنفی ہے تو مرید حنبلی۔ کیونکہ صوفی اصل اصول توجہ الی اللہ کو کہتے ہیں۔ نہ ان فروعات کو۔ ان کا ایمان قرآن کی اس آیت پر ہے۔ ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العٰلمین۔ (میری نماز اور عبادت میری موت اور زندگی سب اللہ ہی کے واسطے ہے)

یہی وجہ ہے کہ آج بے شمار قادری حضرات فقہ حنفی اور دوسرے ائمہ فقہ کے مقلد ہیں۔ جب کہ حضرت غوث اعظمؓ کا مسلک بعض کے قول کے مطابق حنبلی تھا اور اکثر کے قول کے مطابق آپ کو خود درجۂ اجتہاد حاصل تھا۔ مگر آپ کے اہل سلسلہ

اور سجادگان مذہب کے اعتبار سے حنفی اور مشرب کے اعتبار سے قادری ہیں۔
حضرت علاّمہ فخر الدین زرادی نے اس موضوع پر اپنے رسالہ اصول السماع میں لکھا ہے :-

(صوفی) محتاط مذہب اختیار کرتے ہیں اور کسی معیّن مذہب کی پیروی نہیں کرتے۔ جیسا کہ بعض کا قول ہے الصوفی لامذہب لہٗ ۔
(صوفی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا) اس کا مطلب یہ ہے کہ صوفی کا کوئی معیّن مذہب نہیں ہوتا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی پیروی کرتے ہیں۔ "اختلاف امتی سعۃ فی الدین" (میری اُمت کا اختلاف دین میں وسعت کا سبب ہے) (ترجمہ)

یہ جو کچھ عرض کیا گیا اس اعتراض کا جواب تھا جو اکثر غیر مقلد اور ان کے ہم نوا کیا کرتے ہیں کہ حضرت غوثِ پاکؓ کا مذہب حنبلی تھا اور جو لوگ اپنے کو قادری کہتے ہیں، وہ بجائے اس کے کہ امام احمد بن حنبلؒ کی تقلید کریں۔ امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کرتے ہیں۔

اسی طرح یہ نئے دین دار ایک اور مغالطہ دیا کرتے ہیں اور وہ اس طرح کہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ، نے فتوح الغیب میں ترمذی کی ایک حدیث بیان فرمائی ہے
لیسأل احدکم ربہ حاجتہ کلھا حتی یسأل الملح وحتی یسألہ شسع نعلہ اذا انقطع ۔ تمہیں اپنے رب سے ہی ہر حاجت مانگنی چاہیئے۔ یہاں تک کہ نمک بھی اسی سے مانگو اور جب جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اُسی سے مانگو۔
اس کے بعد غوثِ پاکؓ نے فرمایا ہے کہ ہر مومن کو چاہیئے کہ وہ اس حدیث

کو اپنے دل کا آئینہ اور اپنا شعار بنائے الی آخرہ اس حدیث کو اور حضور غوث پاک رضؓ
کے اس فرمان کو معترضین ان لوگوں کے خلاف پیش کرتے ہیں۔ جو اولیاء اللہ
سے مدد مانگنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ حدیث خود ان معترض صاحبان کے ہی
عقیدے کو غلط ثابت کرتی ہے اس لئے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ سے
سوال کرنا اور مدد مانگنا جائز نہیں ہے کیوں کہ وہ مر گئے ہیں اور وہ مجبور ہیں، نہ
وہ سنتے ہیں لیکن زندہ آدمیوں سے اپنی ضروریات کا سوال کرنا جائز ہے۔
وہ" یہ بھی کہتے ہیں کہ اُن چیزوں کا بندوں سے (جو زندہ ہیں) مانگنا جائز ہے۔ جو
بندوں کے اختیار میں ہے اور وہ چیزیں مانگنا حرام اور شرک ہے۔ جو خدا کے
لئے مخصوص ہیں۔ لیکن اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زندہ آدمیوں سے
بھی سوال کرنا نہیں چاہیئے اور وہ چیزیں بھی نہیں مانگنا چاہئیں جو وہ دے سکتے ہیں
اس طرح یہ حدیث ان اعتراض کرنے والوں کے خلاف ہے۔

یہ بات ہر مسلمان مانتا ہے کہ قادرِ مطلق خدا کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اور
انبیاء و اولیاء اور تمام مخلوق خدا کی محتاج ہے اور اُس کے قبضۂ قدرت میں ہے
اس میں نہ زندہ کی قید ہے نہ مُردہ کی۔ لیکن ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ ارواح زندہ
ہیں۔ اور قرآن کی رُو سے جو لوگ خدا کی راہ میں اس دُنیا سے گئے ہیں وہ زندہ
ہیں۔ اُن کو مُردہ کہنا بھی نہیں چاہیئے۔ اور یہ کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو جو طاقت
چاہے بخش دیتا ہے۔ اسی طاقت سے ایک عام آدمی بھی لوگوں کو نفع نقصان
پہونچا سکتا ہے۔ بلکہ پہونچاتا ہے اور اسی طاقت سے اولیاء اللہ دوسروں
کی امداد کرتے ہیں۔ آیئے اب اس مسئلے کا حل قرآن و حدیث سے تلاش کر

صرف اجمالی طور سے کیونکہ یہ تفصیل کا موقع نہیں ہے۔ اور اس موضوع پر بہت سی کتابیں ملتی ہیں۔ اگر مطلقاً سوال کرنا حرام ہوتا تو قرآن اس طرح سوال کرنے کا حکم نہ دیتا۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (ذکر والوں سے سوال کرو اگر تمھیں معلوم نہیں ہے)۔ اور یہ حکم نہ دیا جاتا کہ اما السائل فلا تنھر (سائل کو مت دھتکارو) انبیا اور رسولوں نے بھی دوسروں سے سوال کیا ہے اور مدد مانگی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا:۔

من انصاری الی اللہ۔ خدا کی طرف میرا مددگار کون ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی تفسیر عزیزی میں ایاک نعبد و ایاک نستعین کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"اس موقع پر یہ جان لینا چاہئے کہ اگر خدا کے علاوہ کسی غیر خدا پر بھروسہ کرلیا جائے اور اسے خدا کی مدد کا مظہر نہ سمجھا جائے تو اس سے مدد مانگنا حرام ہے۔ اور اگر التفات خدا کی جانب ہو اور غیر خدا کو خدا کی مدد کا مظہر سمجھا جائے۔ اور اسباب و حکمت کے کارخانے پر نظر رکھتے ہوئے خدا کے سوا کسی سے ظاہری مدد مانگی جائے تو یہ بات عرفان سے دور نہیں ہے اور شریعت میں جائز ہے۔ پیغمبروں اور اولیاء اللہ نے غیر خدا سے اس قسم کی مدد مانگی ہے۔ درحقیقت یہ مدد غیر سے نہیں بلکہ خدا ہی سے ہے۔"

خود حضور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ سے سوال کرنے کا حکم دیا اور جنت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا۔

ربیعہ بن کعب رضؓ سے روایت ہے کہ میں رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا اور میں نے حضور کے وضو کا برتن اور ضرورت کی چیزیں مہیا کیں تو حضور نے مجھ سے فرمایا۔ سوال کر، میں نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں۔ حضور نے فرمایا اس کے علاوہ کچھ اور؟ میں نے عرض کیا بس یہی مانگتا ہوں۔ فرمایا اچھا کثرتِ سجود اختیار کر۔ روایت کیا اس کو مسلم نے (مشکوٰۃ)

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔

"سوال کر" کا مطلب یہ ہے کہ مجھ سے اپنا حاجت طلب کر۔ علامہ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ یعنی میں تجھے تیری خدمت کے معاوضے میں تحفہ دیتا ہوں کیوں کہ کریم کی یہی شان ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی کریم نہیں ہے۔ اور سوال کا حکم مطلق طور سے فرمانے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانوں میں سے جو بھی حضور چاہیں اس کو بخشنے اور دوسروں کو عطا کرنے کا اختیار دے دیا تھا۔ اسی لئے ہمارے اماموں نے حضورؐ کی خصوصیات میں بیان کیا ہے کہ وہ جو چاہیں اور جس کو چاہیں دے سکتے ہیں۔ جیسے حضورؐ نے خزیمہ ابن ثابت رضؓ کی ایک گواہی کو دو گواہیوں کے برابر قرار دیا جیسے بخاری نے روایت کیا ہے اور اسی طرح ام عطیہ کو نوحہ کرنے کی اجازت دیدی جیسے مسلم نے روایت کیا ہے

(ترجمہ مرقاۃ ص۵۵)

"اور جب سواری کا جانور بھاگ جائے تو چاہیے کہ پکارے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو (یا عباد اللہ اعینونی)"

اس حدیث کو بزار نے حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت کیا ہے اور ابن السنیؒ نے

حضرت ابن مسعودؓ کی روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی سواری کا جانور چٹیل میدان میں بھاگ جائے تو پکارو اے عباد اللہ پکڑلو تو اللہ کے خاص بندے زمین پر ہیں جو اُسے پکڑلیں گے اسی حدیث کو ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب مدد مانگنا چاہے اور فریاد کرنا چاہے تو چاہیئے کہ اس طرح کہے۔ اے عباد اللہ میری مدد کرو۔ تین بار کہے۔ طبرانی نے حضرت زید بن علیؓ سے اور انھوں نے عقبہ بن عزوانؓ سے اور انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جب تمہاری کوئی چیز کھو جائے یا تم مدد مانگنا چاہو اور تم ایسی جگہ ہو جہاں کوئی مونس نہ ہو تو چاہیئے کہ کہو یا عباد اللہ میری مدد کو پہونچو۔ دو بار۔ اس لئے کہ اللہ کے ایسے خاص بندے ہیں جو تمھیں نظر نہیں آتے۔ اور یہ مجرب ہے اسے بھی طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور بعض علما نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسنؔ ہے جو مسافروں کے کار آمد ہے اور مشائخ سے روایت ہے کہ یہ مجرب ہے۔

(ترجمہ حرز الثمین شرح حصن حصین)

اس کے بعد حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہٗ کے ارشادات گرامی عرض کئے جاتے ہیں۔ جس سے حضرت کا مسلک اور عمل واضح ہو جائے گا۔

میں اپنے مریدوں کی دستگیری کرتا ہوں۔ جب اس کی سواری کو لغزش ہو اور

لہ حدیث کی ایک قسم ہے جسے معتبر سمجھا جاتا ہے۔

وہ گرے قیامت تک۔"

" ہر طویلے میں میرا ایک نر ہے۔ جس کی برابری نہیں کی جاسکتی۔ اور ایک سوار ہے جس سے کوئی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ ہر لشکر میں میرا سلطان ہے جس کی مخالفت نہیں کی جا سکتی۔ ہر منصب میں میرا ایک خلیفہ ہے جس کو معزول نہیں کیا جا سکتا۔

جب تم خدا سے کوئی چیز مانگو تو میرے وسیلے سے مانگو تاکہ تمہاری دُعا قبول ہو۔

جو کوئی کسی مصیبت میں مجھ سے مدد مانگتا ہے، اس کی مصیبت دُور کر دی جاتی ہے۔ جو پریشانی میں مجھے آواز دیتا ہے، اُس کی پریشانی دُور کر دی جاتی ہے۔ جو کوئی خدا سے میرے وسیلے سے دُعا کرتا ہے اُس کی دُعا قبول ہو جاتی ہے۔"

(ترجمہ از اخبار الاخیار شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ)

ایسا ہی بہجۃ الاسرار میں ہے۔ اس موقع پر کشف الآثار ترجمہ بہجۃ الاسرار سے ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے۔ جس میں حضرت غوث اعظمؓ نے حاضر الوقت مشائخ سے سوال کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔ اور انکی مرادیں پوری کی ہیں۔

مؤلف فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابو الفتوح محمد بن یوسف یمنی حنبلی بغدادی نے شہر قاہرہ میں ۶۶۸ھ ہجری میں بیان کیا اور کہا کہ اُن سے شیخ ابو جعفر محمد بن ابو القاسم علوی حسنی نے بغداد میں ۶۳۰ھ میں بیان کیا اور ان سے شیخ ابوالخیر بن محفوظ بن غنیمہ نے بغداد میں بابِ ازج کے مقام پر تیسری رجب ۵۹۳ھ ہجری میں بیان کیا کہ

ہیں اور ایک جماعت اشیاخ کی مانند شیخ ابو سعود بن ابو بکر حزیمی اور شیخ محمد قائداوانی۔ شیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود بزاز۔ شیخ ابو محمد حسن فارسی۔ شیخ جمیل صاحب خطوہ وزعقہ۔ شیخ ابو حفص عمر بن ابو نصر غزال۔ شیخ خلیل ابن شیخ احمد صرصری۔ شیخ ابوالبرکات عیسیٰ بن غنائم بن فتح عددی۔ شیخ ابوالفتوح خضر بن ابوالفرج۔ محمد بن علی بغدادی مقری معروف بابن خضری۔ ابو عبداللہ محمد بن وزیر عوث الدین ابوالمظفر بن ہبیرہ۔ ابوالفتوح عبدالمدین ہبتہ اللہ۔ ابوالقاسم علی بن محمد بن صاحب حضرت شیخ الشیوخ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آپ کے مدرسے میں حاضر تھے۔ حضرت نے فرمایا اپنی اپنی مرادیں مانگو میں پوری کروں گا شیخ ابو سعود نے عرض کیا میں اپنے اختیار کا ترک چاہتا ہوں۔ شیخ بن قائد نے عرض کیا میں مجاہدہ کرنے کی طاقت مانگتا ہوں۔ شیخ عمر بزاز نے عرض کیا مجھے خوف الٰہی مطلوب ہے۔ شیخ حسن فارسی نے عرض کیا کہ خدا کے ساتھ میرا ایک حال تھا جو سلب کر لیا گیا ہے وہ مجھے دوبارہ عطا ہو جائے۔ شیخ جمیل نے حفظ اوقات انکا شیخ عمر غزال نے علم کی درخواست کی۔ شیخ خلیل نے التماس کی کہ میں مقام قطبیت پر پہنچکر دُنیا سے رحلت کروں۔ ابوالبرکات ہاشمی نے عرض کی میں خدا کی محبت میں استغراق مانگتا ہوں۔ ابوالفتوح خضری نے حفظ قرآن وحدیث کی تمنا کی۔ ابن نقبہ نے عرض کیا کہ میں ایسی معرفت چاہتا ہوں جس سے واردات ربانی اور شیطانی میں فرق کر سکوں اور عبداللہ بن ہبیرہ نے نائب وزیر ہونے کی تمنا کی ابوالفتوح بن ہبتہ اللہ نے دارالخلافت کی تولیت مانگی۔ ابوالقاسم بن صاحب باب عزیز کی دربانی کی درخواست کی۔ پس حضرت شیخ الشیوخ نے یہ آیت مبارک

پڑھی۔ کلا نمد ھٰؤلاء وھٰؤلاء من عطاء ربک وما کان عطاء ربک محظورا۔ یعنی ہم یہ نعمتیں عطا کریں گے اور دُنیا کی یہ نعمتیں تمھارے پروردگار کی ہیں۔ اور خداوند کی عطا و بخشش روکی نہیں گئی ہے۔ نہ مسلمان سے اور نہ کافر سے۔

شیخ ابوالخیر فرماتے ہیں کہ ان سب نے جو کچھ مانگا تھا وہ ان کو مل گیا۔ اور میں نے ان سب کو کامیابی کی حالت میں دیکھ لیا۔ سوائے شیخ خلیل صرصری کے کہ ان کی قطبیت کے وقت میں ان سے نہ مل سکا۔

(ترجمہ) کشف الآثار

اب سوال یہ ہے کہ ان مختلف احادیث اور اقوال میں مطابقت کس طرح کی جائے گی۔ اس کا ایک اصولی جواب تو یہ ہے کہ قرآن سب پر مقدم ہے اور دوسرا جواب وہ ہے جو مرقاۃ کے مصنف نے صاحب النہایہ سے نقل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت میں سے ستّر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنّت میں داخل ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جھاڑ پھونک نہیں کراتے نہ شگون لیتے ہیں، اور خدا پر توکّل کرتے ہیں۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔ صاحب النہایہ نے یہ کہا ہے کہ یہ ان اولیاء اللہ کی صفت ہے جو اسبابِ دُنیا سے اعراض کرتے ہیں۔ رہے عام لوگ تو ان کو علاج اور دوا کی اجازت دی گئی ہے کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ نے جب اپنا پورا مال خدا کے راستے میں دیدیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے قبول فرمالیا اور لینے سے انکار نہیں کیا۔ کیونکہ آنحضرت کو حضرت ابوبکر کے یقین و

اعتقاد اور صبر کا حال معلوم تھا۔ لیکن جب ایک شخص کبوتر کے انڈے کے برابر سونا لایا اور عرض کیا کہ میرے پاس اب اور کچھ نہیں ہے۔ تو حضور نے وہ سونا واپس پھینک دیا۔"

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ ۸۱ ج - ۵

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ .... یہ وہ لوگ ہیں جو نہ شگون لیتے ہیں، نہ جھاڑ پھونک کراتے ہیں اور نہ داغ کے ذریعے علاج کراتے ہیں اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں تو عکاشہ ابن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں سے کردے تو حضور نے دعا دی کہ اللہ ان کو اُن لوگوں میں سے کردے تو ایک اور شخص کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ حضور میرے لئے بھی دُعا کر دیجئے کہ اللہ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کردے۔ حضور نے فرمایا عکاشہ تم سے سبقت لے گئے۔

(بخاری و مسلم)

ذکرِ مبارک

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ

مع تصانیف

ذکرِ مبارک

حضرت غوث اعظم میراں محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

اسم مبارک عبدالقادر لقب محی الدین اور کنیت ابو محمدؒ ہے۔ نسب مبارک والد بزرگوار کی طرف سے امام دوم حضرت سیّدنا حسن علیہ السلام تک اور مادر محترمہ کی جانب سے امام سوم حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السّلام تک پہونچتا ہے[1]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے آپ کا ذکر مبارک اور سنہ ولادت و وفات کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

"قطب الاقطاب فرد الاحباب غوث الاعظم شیخ شیوخ العالم غوث الثقلین

---

[1] آپ کا نسب نامہ پدری حضرت سید عبداللہ شاہ بغدادیؒ کے ذکر مبارک میں نقل کیا جائیگا۔ نسب نامہ مادری یہ ہے :- حضرت کی والدہ ماجدہ ام الخیر بی بی فاطمہ بنت حضرت عبداللہ صومعی الزاہد بن سید ابو الجمال بن سید محمد بن سید ابو محمود طاہر بن سید ابو عطا عبداللہ بن ابو الکمال عیسیٰ بن سید علاء الدین بن سید علی العریضی بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن امام حسین علیہ السلام رضی اللہ عنہم اجمعین۔

شہزادہ دارالشکوہ نے سفینۃ الاولیا میں لکھا ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے جد امجد عبداللہ محض کی والدہ فاطمہ بنت سید الشہداء حسین ابن علی رضی اللہ عنہم تھیں۔

امام الطائفتین شیخ الطالبین شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ عنہ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت کے کامل ترین اولیا اور حسینی سادات کے سرداروں میں سے تھے۔ آپ عبداللہ محض ابن حسن مثنیٰ بن امام المسلمین حسن ابن امیر المومنین علی مرتضیٰ رضوان اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کے پوتوں میں سے تھے۔ آپ کی نسبت جیل کی طرف ہے جسے جیلان اور گیلان بھی کہتے ہیں۔

تاریخ تولد شریف ۴۷۰ھ اور ایک روایت کے بموجب ۴۷۱ھ ہجری ہے تدریس اور فتویٰ کی مدت تینتیس ۳۳ سال اور وعظ و ارشاد خلق کی مدت چالیس سال ہے۔ عمر شریف نوّے سال۔ سنہ وفات ۵۶۱ھ ہجری ہے۔؎

اٹھارہ سال کی عمر میں بغداد تشریف لائے، اور وہاں کے علماء اشیاخ اور ائمہ کی صحبت میں رہے اور مستند علما و محدثین سے علم حدیث و قرآن وغیرہ حاصل کیا۔ یہاں تک کہ تمام علوم میں تمام علما سے بڑھ گئے اور تمام علوم میں مرجع خاص و عام ہو گئے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے آپ کو مخلوق پر ظاہر فرمایا اور قبول عظیم عطا فرمایا۔ آپ کی عظمت عوام و خواص کے دلوں میں ڈالی دی گئی اور مرتبہ قطبیت کبریٰ اور ولایت عظمیٰ سے آپ کو مخصوص فرمایا گیا۔ روئے زمین سے فقہا، علما، طلبا، فقرا آپ سے فیض حاصل کرنے کے لئے حاضر ہونے لگے۔ تمام موجودات کو آپ کے قبضہ و تصرف میں دیدیا گیا اور سب کے دل

؎ تاریخ وصال میں اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ بعد نماز عشا شب شنبہ ۸ یا ۹ ربیع الثانی اور بعض نے گیارہ اور بعض نے ۱۷ ربیع الثانی کہا ہے۔ جواہر غیبی

آپ کے مسخر کر دیئے گئے۔ یہاں تک کہ آپ کو حکم دیا گیا اور آپ نے فرمایا "میرا یہ قدم تمام اولیا کی گردن پر ہے۔" اس وقت قریب اور دور کے تمام اولیاء اللہ نے خواہ وہ حاضر ہوں یا غائب اپنے سر انقیاد جھکا دیئے۔ پس حضور قطب سلطانِ وجود امام الصدیقین حجۃ العارفین روح المعرفۃ قلب الحقیقۃ اللہ کے خلیفہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول کے وارث ہیں آپ وجودِ بحت (مجرد) نورِ صرف سلطانِ طریق اور از روئے تحقیق وجود میں تصرف کرنے کے مختار ہیں"۔

اخبار الاخیار (ترجمہ)

وفی تاریخ الامام الیافعی رحمۃ اللہ علیہ واما کراماتہ یعنی الشیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ فخارجۃ عن الحصر وقد اخبرنی من ادرکت من اعلام الائمۃ ان کراماتہ تواترت او قربت من التواتر ومعلوم بالاتفاق انہ لم یظہر ظہور کراماتہ لغیرہ من شیوخ الآفاق کراماتہ

(نفحات الانس جامی)

(ترجمہ) امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت غوث پاک کی کرامتیں حد شمار سے باہر ہیں۔ میں نے جن مشہور اماموں کی زیارت کی ہے انھوں نے بیان کیا کہ حضرت کی کرامتیں متواتر یا قریب بہ متواتر ہیں۔ اور بالاتفاق معلوم ہے کہ سارے زمانے میں کسی بزرگ سے ایسی کرامات کا ظہور نہیں ہوا۔

شیخ بزرگ شہاب الدین عمر سہروردیؒ فرمودہ است۔

کان الشیخ عبد القادر سلطان الطریق المتصرف فی الوجود علی التحقیق وکانت لہ الید المبسوطۃ من اللہ فی التصریف والفعل الخارق الدائم۔ (اخبار الاخیار)

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی نے فرمایا ہے۔

(ترجمہ) حضرت شیخ عبد القادر طریقت کے سلطان اور تحقیق کی رو سے تمام موجودات میں تصرف کرنے والے تھے۔ آپ کو خدا کی طرف سے فعل اور تصرف اور دائمی خارق عادت (کرامت) کی اللہ تعالیٰ نے بڑی طاقت عطا فرمائی تھی۔

شیخ الاسلام عز الدین ابن عبد السلام اور امام ابن تیمیہ کا قول ہے کہ شیخؒ کی کرامات حد تواتر کو پہونچ گئی ہیں۔

(تاریخ دعوت وعزیمت بحوالہ ذیل طبقات الحنابلۃ)

شیخ ابو سعید قیلوی گفت۔

شیخ عبد القادر یبری الاکمہ والابرص ویحیی الموتی باذن اللہ

۱؎ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی تصوف کی مشہور کتاب عوارف المعارف کے مصنف ہیں۔ اپنے عم بزرگوار شیخ ابو النجیب عبد القاہر سہروردی کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے اور آپ کی صحبت اور فیوض سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ شافعی المذہب اور سلسلہ سہروردیہ کے سر سلسلہ ہیں شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی آپ ہی کے مشہور خلفا میں تھے سن وصال یکم محرم ۶۳۲ھ ہجری ہے۔

(ترجمہ) شیخ ابوسعید قیلوی نے فرمایا شیخ عبدالقادر مادرزاد اندھے اور برص کو اچھا کردیتے ہیں اور مُردے کو زندہ فرمادیتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ (نفحات الانس جامیؒ)

حضرت کو شریعت مطہرہ کا بڑا اہتمام تھا۔ اگر کسی کو شریعت کے خلاف عمل کرتے ہوئے دیکھتے تو اُس کے حال کو سلب فرمالیتے تھے۔

فوائد الفوائد (ملفوظات حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی سید نظام الدین محمد بخاری دہلوی) میں ہے کہ ایک شخص حضرت تجلی مآب غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خانقاہ کے دروازے پر دیکھا کہ ایک شخص ہاتھ پاؤں ٹوٹا ہوا پڑا ہے۔ اُس نے حضرت کی خدمت میں یہ حال عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا وہ ابدالوں میں سے ہے۔ کل دو ساتھیوں کے ساتھ اُڑتا ہوا جارہا تھا۔ میری خانقاہ پر یہ تینوں پہونچے تو ایک ان میں سیدھی طرف اور دوسرا اُلٹی طرف ازراہِ ادب ہٹ گیا۔ اس نے بے ادبانہ خانقاہ کے اوپر سے گزرنا چاہا اس لئے گر گیا۔[1]

شیخ عمرانؒ نے ایک مرتبہ حضرت غوث پاکؓ سے عرض کیا اگر کوئی شخص

---

[1] تمام مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت غوث پاک کی بارگاہ میں ادنیٰ بے ادبی بھی دُنیا و آخرت کی خرابی کا باعث ہے۔ اس بارے میں بہت سے واقعات حضور کے زمانے ہی کے روایت کئے گئے ہیں یہاں صرف یہ ایک ہی واقعہ لکھا گیا ہے بعض اولیاء اللہ حضرت کا اسم مبارک بے وضو نہیں لیتے تھے اور حضرت کی فاتحہ کے کھانے کا بھی غیر معمولی اور نہایت ہی احترام کرتے تھے۔

اپنے آپ کو حضور کا مُرید سمجھے اگرچہ اُس نے آپ سے بیعت نہ کی ہو اور آپ کے دستِ مبارک سے خرقہ نہ پہنا ہو تو ہم لوگ اُسے حضور کے غلاموں میں شمار کریں یا نہیں فرمایا جو کوئی اپنے کو میری طرف منسوب کرتا ہے اُسے اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتا ہے اور اُس کے گناہ معاف کر دیتا ہے وہ میرے مُریدوں میں سے ہے۔

(ترجمہ سفینۃ الاولیاء - داراشکوہ)

بہجۃ الاسرار حضرت نورالدین علی بن یوسف بن جریر معضاد بن فضل شافعی لغوی نحوی مجاور حرمین شریفین کی تصنیف ہے۔

اس کا ترجمہ فارسی میں محمد حبیب اللہ صاحب نے عہد محمد شاہ (۱۱۲۳ھ) میں کشف الآثار کے نام سے کیا ہے۔

مترجم فرماتے ہیں کہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہٗ کے حالات میں کوئی کتاب اس کتاب سے بہتر اور مستند نہیں ہے۔ اس کے راوی بخاری اور مسلم کی شرائط پر پورے اُترتے ہیں۔ خاص خصوصیت یہ ہے کہ مصنف کا زمانہ حضرت غوثِ پاک کے زمانے سے بہت قریب ہے۔ اور ہر روایت راویوں کا ذکر بقیدِ سن و سال کیا گیا ہے اور ایک ایک واقع کی کئی کئی سندیں درج کتاب کی گئی ہیں۔ آخر کتاب میں ان مشائخ و رواۃ کا حال دیا ہے جن سے روایات لی گئی ہیں۔ حضرت غوثِ پاک کا بہت مشہور قول ہے اور بحدِّ تواتر روایت کیا گیا ہے قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ۔ یہ میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔ اس کے متعلق صاحب بہجۃ الاسرار نے بڑی

تفصیل سے لکھا ہے کہ اس مجلس مبارک میں کون کون سے مشائخ اور اولیاء امت حاضر تھے۔ اور پھر یہ قول مؤلف تک کن کن راویوں کی روایت سے کس سنہ اور کس مقام میں پہونچا۔

مؤلف فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابوالفرح عبدالوہاب نے شہر قاہرہ میں ۶۶۵ھ ہجری میں کہا کہ مجھے ۶۲۰ھ میں شہر بغداد میں شیخ ابوالثنا محمود ابن احمد کردی جیلانی نے خبر دی اور کہا کہ میں نے حضرت عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے اور شیخ لقا بن بطو شیخ ابوسعید قیلوی شیخ عدی بن مسافر شیخ علی بن ہیتی شیخ احمد رفاعی کو دیکھا ہے

اس کے بعد روایت کا دوسرا سلسلہ اور پھر تیسرا سلسلہ بیان فرما کر فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے کہا کہ ہم اُس مجلس میں حاضر تھے جس میں حضرت سیدنا عبدالقادر رضؓ نے فرمایا تھا کہ میرا یہ قدم سب اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔ ہمارے علاوہ اس مجلس میں بہت سے مشائخ عراق حاضر تھے۔ اس کے بعد ان مشائخ کے نام درج کئے ہیں جو یہ ہیں :-

شیخ علی ہیتی[1] شیخ لقا بن بطو۔ ابوسعید قیلوی۔ شیخ موسیٰ بن ماہن زولی۔

---

[1] مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے نفحات الانس میں تحریر فرمایا ہے کہ شیخ علی ہیتی عراق عجم اور عرب کے مشائخ میں تھے آپ کی کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ اگر کسی کی طرف شیر رُخ کرے اور وہ آپ کو یاد کرے تو شیر اس سے ہٹ کر دوسری طرف چلا جائیگا

جن مشائخ کا اس فہرست میں نام ہے ان میں سے کتنے ہی حضرات کا ذکر مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے نفحات الانس میں کیا ہے۔

شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی شیخ ابوالکرم شیخ ابوالعباس احمد بن
علی جوسقی صرصری۔ شیخ ماجد کردی۔ شیخ ابوحکم ابراہیم بن دینار نہروانی۔ شیخ
ابوعمر۔ عثمان بن مرزوق قرشی شیخ مکارم اکبر۔ شیخ مطر۔ شیخ جاگیر۔ شیخ خلیفہ
بن موسیٰ اکبر۔ شیخ صدقہ بن محمد بغدادی۔ شیخ یحییٰ بن محمد ددری مرتعش۔
شیخ ضیاءالدین ابراہیم بن عبداللہ بن علی جونی شیخ ابوعبداللہ بن محمد دربانی
قزوینی۔ شیخ ابوعمر عثمان بن مرزوہ بسطامی۔ شیخ قضیب البان موصلی۔ شیخ ابوالعباس
بقلی۔ شیخ ابوالعباس احمد بن علی مغربی۔ شیخ ابوعبداللہ محمد بن احمد مشہور بجاعو
شیخ ابوعمر عثمان بن احمد عراقی مشہور بہ شکوکی (جو رجال الغیب میں شمار
کئے جاتے ہیں) شیخ سلطان بن احمد مزیدہ شیخ ابوبکر بن عبدالحمید شیبانی
مشہور بجاری شیخ ابوالعباس احمد بن استاد شیخ ابومحمد بن عیسیٰ۔ شیخ مبارک
بن علی جیلی۔ شیخ ابوالبرکات بن معدان عراقی شیخ عبدالقادر بن حسن بغدادی
شیخ ابوالمسعود احمد بن ابوبکر حزیمی عطاری شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابوالمعالی بن
قائد اوانی۔ شیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود بزاز۔ شیخ شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی
شیخ ابوالثنا محمود بن عثمان نقال۔ شیخ ابوحفص عمر بن ابونصر غزالی۔ شیخ ابومحمد حسن
فارسی ثم بغدادی۔ شیخ ابومحمد علی بن ادریس یعقوبی و شیخ ابوحفص عمر کیمانی۔
شیخ عماد بواب شیخ مظفر جمال شیخ ابوبکر حامی مشہور مزبن شیخ جمیل صاحب خطبہ
درعقبہ شیخ ابوعمرو عثمان شیخ ابوالحسن جوسقی مشہور بہ ابوعرجا۔ شیخ ابومحمد
عبدالحق حریمی۔ قاضی ابوالعلی محمد بن محمد فراء وغیرہ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
ان حضرات کی موجودگی میں حضرت شیخ عبدالقادر غوث اعظمؓ نے دلی توجہ

کے ساتھ از راہِ صحو (یعنی سکر اور بے خودی یا غلبۂ حال میں نہیں) فرمایا۔ "قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ" پس شیخ علی ہیتی کرسی کے زینے کے پاس حاضر ہوئے اور حضور کا قدم اپنی گردن پر رکھا اس کے بعد تمام حاضرین نے ایسا ہی کیا۔

اس کے بعد مصنف نے سیکڑوں نام مع سنہ اور مقام اُن حضرات کے دیئے ہیں جنھوں نے مختلف اوقات اور مختلف شہروں میں سوال کرنے والوں سے اس واقع کی شہادت دی۔ کتاب کا بڑا حصہ ان واقعات اور شہادتوں کے تذکرے سے بھرا ہوا ہے۔

اس موقع پہ تبرکاً ان سب حضرات کے ناموں کا ذکر کیا گیا جو اس وقتِ خاص میں حضور کی مجلس میں حاضر تھے اور انھوں نے اپنے سر جھکا دیئے اور قدم مبارک اپنے کندھوں پر رکھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ اس وقت روئے زمین پہ جتنے اولیاء اللّٰہ تھے سب نے سر جھکا دئیے اور علی الراس والعین کہا۔

مصنف رح نے یہ روایت بھی مختلف راویوں سے بہت اہتمام کے ساتھ نقل کی ہے۔

حلیۂ مبارک

آپ نحیف البدن۔ میانہ قامت تھے۔ آپ کا سینہ مبارک فراخ۔ ریش مبارک دراز اور چوڑی۔ رنگ گندم گوں۔ بھویں آپس میں ملی ہوئی تھیں آواز بلند اور دُور و نزدیک سے یکساں سنی جاتی تھی۔ کلام میں ایک قسم کی جلدی اور بلندی تھی کہ سُننے والے کے دل میں ہیبت اور رعب پیدا ہوتا تھا۔ جب آپ کچھ فرماتے تو ہر شخص خاموش ہو جاتا اور جب آپ حکم فرماتے تو سب فوراً حکم بجا لاتے جس کی نظر بھی آپ پر پڑتی اس کے دل میں خشوع و خضوع پیدا ہو جاتا چاہے وہ کیسا ہی قسی القلب اور سخت دل کیوں نہ ہو۔ جب آپ جامع مسجد میں تشریف لاتے تو تمام خلائق دعا کے لئے ہاتھ اٹھالیتی اور خدا سے اپنی اپنی مُرادیں مانگتی۔

آپ کا عِلم

ایک روز قاری نے قرآن کی ایک آیت آپ کی مجلس میں پڑھی۔ اور آپ نے اس کی ایک طرح سے تفسیر بیان فرمائی۔ پھر دوسری طرح اور پھر تیسری طرح اس طرح گیارہ قسم کی تفسیروں تک تو لوگ سمجھتے رہے اس کے بعد معذور ہو گئے یہاں تک کہ آپ نے چالیس وجوہ بیان فرمائے اور ہر بات کی سند متصل اور پھر اس کی دلیل اور دلیل کی تفصیل بیان کی۔ پھر فرمایا۔ ہم قال سے درگزرے اور حال میں لوٹ آئے لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

یہ فرمانا تھا کہ لوگوں میں شورش اور اضطراب پیدا ہو گیا اور اپنے کپڑے چاک کر لئے۔

آپ مذہب امام شافعیؒ و امام احمدؒ بن حنبلؒ پر فتوی دیتے تھے۔ تمام دُنیا سے لوگ سوالات بھیجتے اور جو مسائل کسی سے حل نہ ہوتے آپ انھیں حل فرما دیتے۔

آپ کا طریق

شدت اور لزوم میں آپ کا سلوک اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا مشائخ عصر میں کسی کی ہمت نہ تھی کہ اس کی برابری کرے۔ شدتِ ریاضت اور مجاہدے کے ساتھ آپ کا طریقہ اپنے آپ کو خدا کو تفویض کر دینا اور اس کی مرضی کے موافق ہو جانا ہے۔ اپنی قوت اور اختیار سے باہر آ کر قضا و قدر کے ساتھ موافقت کرنا اس طرح کہ دل، روح اور نفس سب متحد ہو جائیں۔ نفس کی صفات فنا ہو جائیں اور نفع و ضرر کا خیال نہ رہے۔ کتاب اللہ و سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ہر حال اور ہر دل پر وارد ہونے والی کیفیت کو پرکھا جائے۔ احکام شریعت کی حفاظت کی جائے۔ اسی طرح کہ اس کے ساتھ اسرار حقیقت کا مشاہدہ بھی ہو۔ اور خالص توحید بندگی اور حضور کے ساتھ اختیار کیا جائے

حضرت کے مجاہدات

آپ نے فرمایا میں پچیس سال حالتِ تجرید میں عراق کے صحرا اور ویرانوں میں

پھرتا رہا ہوں۔ اس حال میں کہ نہ مجھے کوئی جانتا تھا اور نہ میں کسی کو۔ رجال الغیب اور جن میرے پاس آتے تھے اور میں ان کو خدا کا راستہ تعلیم کرتا تھا۔

چالیس سال میں نے عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے۔ پندرہ سال تک میں عشا کی نماز کے بعد قرآن شروع کرتا ایک پاؤں پر کھڑا ہو جاتا اور ہاتھ سے دیوار کی میخ پکڑ لیتا اور صبح تک قرآن ختم کر دیتا۔ تین روز سے لے کر چالیس روز تک ایسے گزر جاتے کہ مجھے کھانا نہیں ملتا اور نہ میں سوتا۔ بغداد کے ایک بُرج میں گیارہ سال تک ٹھہرا۔ اسی وجہ سے لوگوں نے اس بُرج کا نام بُرج عجمی رکھ دیا۔ میں اس بُرج میں (خدا کی یاد میں) مشغول رہا۔ میں نے خدا سے عہد کیا کہ جب تک مجھے نہیں کھلایا جائے گا نہیں کھاؤں گا۔ مدت مزید گزر گئی مگر میں نے اپنا عہد نہیں توڑا۔ میں نے خدا سے جو بھی عہد کیا اسے نہیں توڑا۔

حضرت کے وعظ و تبلیغ

حضرت کے وعظ میں چار سو آدمی دوات قلم لئے حاضر رہتے تھے اور جو کچھ آپ فرماتے تھے لکھتے جاتے تھے۔

حضرت نے فرمایا کہ میں نے اوّل حال میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ مجھے کلام کرنے کا حکم فرماتے ہیں اور اپنا لعاب دہن میرے دہن میں ڈال دیا ہے۔ پس میرے اوپر سخن کے دروازے کھل گئے۔

حضرت کی مجلس کبھی ایسی نہیں ہوتی تھی جس میں یہود و نصاریٰ جو حضرت کے

دستِ مبارک پر ایمان لائے تھے اور گنہگار و اہلِ بدعت جو تائب ہوچکے تھے وہ تو شمار ہی نہ ہوں۔ یہود و نصاریٰ پانچو سے زیادہ حضرت کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں نے حضرت کے ہاتھ پر توبہ کی۔

ایسا بھی ہوا ہے کہ کئی کئی جنازے حضرت کے وعظ میں سے باہر لائے گئے ہیں بہت سے لوگ بے ہوش ہو جاتے تھے۔ اور بہت سے اضطراب وجد کی حالت میں گریہ و زاری کرنے لگتے تھے۔ اور جو جو عجائب و غرائب اور کرامات و تجلیات آپ کی محفل میں ظاہر ہوتی تھیں ان کی کوئی حد اور ان کا کوئی شمار نہیں ہو سکتا۔

شیخ صدقہؒ جو اس زمانے کے مشائخ میں سے تھے آپ کی خانقاہ میں حاضر ہوئے۔ دوسرے مشائخ بھی انتظار میں حاضر تھے۔ حضرت باہر تشریف لائے اور کرسی پر تشریف رکھی مگر کچھ کلام نہیں فرمایا۔ اور قاری سے بھی نہ فرمایا کہ کوئی آیت تلاوت کرے لیکن لوگوں میں ایک عظیم وجد اور شورش پیدا ہو گئی اور حد سے متجاوز ہونے لگی۔ شیخ صدقہؒ نے اپنے دل میں کہا عجیب بات ہے کہ حضرت نے کوئی بات بھی نہ فرمائی نہ قاری نے کوئی آیت تلاوت کی یہ وجد و شورش کہاں سے پیدا ہو گئی حضرت نے شیخ صدقہ کی طرف دیکھا اور فرمایا میرے مریدوں میں سے ایک مرید ابھی ایک قدم میں بیت المقدس سے یہاں پہونچا ہے اور میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے۔ حاضرانِ مجلس اس کی مہمانداری میں ہیں۔ شیخ صدقہؒ نے پھر دل میں خیال کیا کہ جو شخص ایک قدم میں بیت المقدس سے یہاں پہونچ جائے

توبہ کس چیز سے کرے گا اور اس کو حضرت کی توجہ کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت نے شیخ صدقہؒ کی طرف دیکھا اور فرمایا! سنو جو آدمی ہوا میں اُڑتا ہے وہ اس سے توبہ کرتا ہے کہ پھر ہوا میں نہ اُڑے گا اور وہ ہمارا محتاج ہے اس بارے میں کہ ہم اُسے خدا کی محبت کا طریقہ سکھائیں اس کے بعد فرمایا :۔

میں وہ ہوں جس کی تیغ مشہور ہے جس کی کمان چڑھی ہوئی ہے۔
جس کا تیر نشانے پر اور جس کا نیزہ بے خطا ہے اور جس کا
گھوڑا تیار ہے۔ میں آتش سوزانِ الٰہی ہوں میں احوال
کا سلب کرنے والا ہوں میں وہ سمندر ہوں جس کا کنارا نہیں
میں وقت کا رہنما ہوں میں سخن کرنے والا ہوں جو اپنے آپ میں
نہیں ہے۔ (ادکھا قال)

حضرت کی خدمت میں ایک سوداگر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے پاس کچھ مال ہے اور یہ مال زکوٰۃ کا نہیں ہے میں چاہتا ہوں کہ یہ فقرا و مساکین کو دوں لیکن پہچانتا نہیں کہ ان میں کون مستحق ہے اور کون مستحق نہیں ہے۔ حضرت جس کو مستحق سمجھیں اُسے عطا فرما دیں۔ آپ نے فرمایا مستحق اور غیر مستحق سب کو دیدو تاکہ خدا بھی وہ چیزیں عطا کرے جس کے تم مستحق ہو اور وہ بھی جس کے تم مستحق نہیں ہو۔

(ترجمہ اخبار الاخیار)

عادات وصفات حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ

باوصف جلالت قدر اور علو منزلت کے ہمیشہ ضعیفوں کے ساتھ بیٹھتے اور فقرا ومساکین کے ساتھ تواضع وتکریم سے پیش آتے بڑوں کی عزت کرتے اور چھوٹوں سے شفقت سے پیش آتے۔ مہمانوں اور ہم نشینوں کو عزیز رکھتے سب کے ساتھ نہایت شگفتہ روئی اور دلجوئی سے پیش آتے آپ کا ہر ہم نشین گمان کرتا تھا کہ سب سے زیادہ مجھ ہی پر شفقت فرماتے ہیں۔ اگر ہم نشینوں میں سے کوئی غیر حاضر ہوتا تو اس کا حال پوچھتے۔ قصور وار سے درگزر فرماتے۔ اگر کوئی کسی بات پر قسم کھا لیتا تو اُس کو سچ مان لیتے اور اپنے علم اور کشف کو پوشیدہ فرماتے۔ آپ کی زبان سے کبھی کلمۂ بد نہیں نکلا۔ اور کبھی اپنے نفس کے لئے کسی پر غصہ نہیں کیا۔ مگر جب کوئی محارم الٰہی کی بے حرمتی کرتا تو آپ سختی سے گرفت فرماتے۔ اہلِ علم وطالبانِ حق اہلِ مجاہدہ ومراقبہ سے نہایت اُنسیت فرماتے اور اہلِ بدعت سے سخت نفرت فرماتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ ہر ایک ولی کسی نبی کے قدم پر ہوتا ہے اور میں اپنے جدِ امجد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پر ہوں۔

(لکل ولی لہ قدم وانی علی قدام النبی بدر الکمال)

آپ فرماتے تھے کہ نہیں کھایا میں نے جب تک مجھ سے نہیں کہا گیا کہ کھاؤ اور نہیں پیا میں نے جب تک نہیں کہا گیا کہ پیو۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ کی عظمت اور بزرگی کا دار ومدار کس بات پر ہے فرمایا راست گوئی پر

میں نے کبھی حتیٰ کہ بچپن میں جب مکتب میں پڑھتا تھا جھوٹ نہیں بولا۔ اکثر بازار جاکر اشیاء ضروری خرید لاتے یہاں تک کہ اگر خادم بیمار ہو جاتے تو خود آٹا بھی چکّی میں پیس لیتے اور روٹی پکا کر سب کو تقسیم فرما دیتے۔ ایک بار راستے میں سات لڑکے کھیل رہے تھے۔ ایک لڑکے نے آپ کو ایک پیسہ دیا کہ بازار سے شیرینی لادو آپ نے بازار سے شیرینی لادی پھر دوسرے نے اسی طرح کیا اور پھر اسی طرح ساتوں نے آپ سے شیرینی منگوائی آپ نے سات بار بازار میں جانے آنے کی زحمت گوارا فرمائی مگر کسی لڑکے کی خاطر شکنی گوارا نہ فرمائی۔ آپ اپنے طلبا کے ساتھ بیٹھتے ان سے ہم کلام ہوتے ان سے درگزر فرماتے اگر ان میں سے کسی کے پاس کتاب نہ ہوتی تو اپنے ہاتھ سے لکھ کر عنایت فرماتے جو شخص داخلِ سلسلہ ہوتا شجرہ اسے اپنے ہاتھ سے لکھکر عنایت فرماتے۔ بہ نسبت کلام کے آپ کا سکوت زیادہ ہوتا تھا۔ سوائے جمعہ کے بلا ضرورت مدرسہ سے باہر تشریف نہ لے جاتے۔ جب آپ جمعہ کے دن جامع مسجد یا مسافر خانے کو جاتے تو لوگ سڑکوں پر آپ سے دُعا کرانے اور برکت حاصل کرنے کے لئے کھڑے رہتے ایک بار جامع مسجد میں آپ کو چھینک آئی آپ نے الحمد للہ کہا اوس کے جواب میں یرحمک اللہ کا ایک شور برپا ہو گیا۔ خلیفہ المستنجد باللہ نے شور کا سبب دریافت کیا تو اسے نہایت حیرت ہوئی۔ ابن نقطۃ الصرلقی کہتے ہیں کہ مشائخ کبار جیسے حضرت شیخ بقا بن بطو حضرت شیخ علی بن ہیتی حضرت شیخ ابو سعید قیلوی رضی اللہ عنہم آپ کے مدرسے کا دروازہ جھاڑتے اور اس پر چھڑکاؤ کرتے اور آپ کی سواری کی زین پر ہاتھ رکھ کر چلتے۔ ابن نقطہ کہتے ہیں کہ میں نے عراق کے بہت سے

مشائخوں کو دیکھا کہ جب آپ کے آستانے پر آتے تو چوکھٹ چومتے۔ آپ کبھی امرا وزرا کے گھر پر نہیں گئے وہ لوگ جب حاضر ہوتے تو آپ کے دست مبارک کو بوسہ دیتے۔ آپ خلیفہ کو کچھ لکھتے تو اس طرح تحریر فرماتے "عبدالقادر تجھے یوں فرماتا ہے اس کا فرمان تیرے اوپر نافذ ہے اور تیرے لئے سودمند ہے وہ تیرا پیشوا اور تجھ پر حجت ہے۔ خلیفہ جس وقت تحریر مبارک کو پاتا تو چومتا اور آنکھوں سے لگاتا اور کہتا اعلیٰ حضرت ٹھیک فرماتے ہیں۔ آپ نے کسی سائل کا سوال رد نہیں فرمایا۔ آپ سائلوں کو اپنے کپڑے تک دیدیتے۔

سیر العارفین میں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت محبوب سبحانی رض تو تو غلام خریدتے اور شرف بیعت سے مشرف فرماتے اور آزاد کر دیتے۔ کوئی زر خرید آپ کا ولایت سے محروم نہ رہا۔ ہر شب کو آپ کا دسترخوان وسیع کیا جاتا تھا۔ جس پر مہمان کھانا کھاتے تھے اور آپ کا غلام مظفر روٹیوں کا طباق لئے ہوئے دروازے پر کھڑا رہتا تھا جو محتاج و فقیر اُدھر سے گزرتے ان کو دیدیتا۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے تمام اعمال کی تفتیش کی مگر کھانا کھلانے اور حُسنِ خلق سے بہتر کسی کو نہیں پایا۔ اگر میرے ہاتھ میں دُنیا ہوتی تو میں یہی کام کرتا کہ بھوکوں کو کھانا کھلاتا رہتا۔

آپ کا وجہ حلال سے ایک احاطہ تھا اس میں آپ کے بعض اصحاب کاشت کرتے جو کچھ پیدا ہوتا آپ کے لئے رکھ چھوڑتے اور اس میں سے ہر روز چار روٹیاں آخر روز پکا کر آپ کی خدمت میں حاضر کرتے آپ ان میں سے ٹکڑا ٹکڑا کر کے حاضرین کو عطا فرماتے اور کچھ خود تناول فرماتے۔ اکثر کھانا آپ کا

بغیر نمک کا ہوتا تھا۔ آپ کی عادت چوتھے روز کھانا تناول فرمانے کی تھی۔ آپ کثرت سے طلبا کو پڑھایا کرتے تھے۔ چھ سو طلبا ایسے تھے جن کو آپ علم تصوف اور علم توحید کی تعلیم دیتے تھے۔

(اقتباس از مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین)

ذکر اسماءِ سیّدنا الشیخ عبدالقادر الجیلانی قدس سرہ النورانی

سیّد محی الدین امر اللہ، شیخ محی الدین فضل اللہ، اولیاء محی الدین امان اللہ،
مسکین محی الدین نور اللہ، غوث محی الدین قطب اللہ، سلطان محی الدین
سیف اللہ، خواجہ محی الدین فرمان اللہ، مخدوم محی الدین برہان اللہ،
درویش محی الدین آیۃ اللہ، بادشاہ محی الدین غوث اللہ، فقیر
محی الدین مشاہد اللہ۔

ذکر اسماء اولاد سیدنا الشیخ عبدالقادر الجیلانی قدس سرہ النورانی

الشیخ عبدالرزاق والشیخ عبدالعزیز والشیخ عبدالوہاب والشیخ عبدالجبار
والشیخ عبدالغفار والشیخ عبدالغنی والشیخ صالح والشیخ محمد والشیخ
شمس الدین والشیخ ابراہیم والشیخ یحییٰ وھو اصغرھم وبنتہ اسمہا
فاطمہ وامہ اسمہا ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ بنت السید عبداللہ
الصومعی الحسنی الحسینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے یہ اسماء مبارک جو اوپر ذکر کئے گئے ہیں اور حضور کی اولاد کے یہ نام، حضرت نقیب الاشراف پیر سید ابراہیم سیف الدین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے شجرہ طریقت سے نقل کئے گئے ہیں۔

حضرت کی تصانیف

(۱) فتوح الغیب ۔ فن سلوک و تصوّف
(۲) غنیۃ الطالبین ۔ فقہ اسلامی
(۳) الفتح الربانی ۔ مواعظ کا مجموعہ
(۴) جلاء الخاطر
(۵) یواقیت والحکم
(۶) الفیوضات الربانیہ
(۷) حزب بشائر الخیرات
(۸) المواہب الرحمانیہ و الفتوح الربانیہ

ان تصانیف میں سے فتوح الغیب، غنیۃ الطالبین اور فتح الربانی کتنی ہی بار شائع ہو چکی ہیں۔ اور ان کے ترجمے بھی شائع ہو چکے ہیں۔ باقی تصانیف کے لئے مولانا عبدالماجد دریابادی نے تصوف اسلام میں لکھا ہے کہ "ان سب تصانیف کے نام پروفیسر مارگولیتھ نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں حضرت غوث پاکؓ کے ذکر شریف کے ضمن میں لکھے ہیں اور لکھا ہے کہ یہ تمام تصانیف مصنف کے فضل و کمال، تفقہ فی الدین اور تبحر شریعت پر شاہد عادل ہیں۔"

ایک مجموعہ اور ہے جس میں ان الہامات کو جمع کیا گیا ہے جو حضور غوثِ اعظمؓ پر حضرت حق تعالیٰ کی جانب سے ہوئے۔ یہ مجموعہ قلمی بھی پایا جاتا ہے۔

اور ان الہامات کی شرح اور ترجمہ کرکے مولانا عبدالباقی فرنگی محلی نے شائع بھی کرادی تھی۔ جو شرح کلام ربّانی بائشیخ محی الدین جیلانی کے نام سے ۱۳۰۲ھ ہجری میں مطبع دبدبہ احمدی لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ یہ مجموعہ پروفیسر مارگولیتھ کے مندرجہ ناموں میں سے کسی نام سے موسوم ہو یا کوئی علیحدہ تصنیف ہو جس کا علم پروفیسر مذکور کو نہ ہو۔

ان تصانیف کے علاوہ حضرت کا ایک قصیدہ بہت مشہور ہے جس کا مطلع ہے :-

سقانی الحب کاسات الوصال   فقلت لخمرتی نحوی تعالی

اس قصیدے کے علاوہ حضرت کا ایک قصیدہ اور ہے جس کا یہ ایک شعر اکثر تصانیف میں مذکور ہے۔

أفلت شموس الاولین وشمسنا   ابداً علی افق الوریٰ لا تغرب[1]

---

[1] اس قصیدے کا ایک شعر سفینۃ الاولیا میں دارا شکوہ نے لکھا ہے مگر وہ طباعت کتابت کی غلطی سے پڑھا نہیں گیا۔ اس کا قافیہ "اشہب" ہے۔ حضرت کی طرف ایک دیوانِ فارسی غزلیات کا بھی منسوب ہے، لیکن اس کو مستند نہیں سمجھا گیا ہے۔ مطلع دیوان یہ ہے :-

بے حجابانہ درآ از درِ کاشانۂ ما   که کسے نیست بجز دردِ تو در خانۂ ما

فتوح الغیب

جس طرح غنیۃ الطالبین کو خالص فقہیا نہ تصنیف کہا جا سکتا ہے اسی طرح فتوح الغیب شریف خالص تصوف کی کتاب ہے۔ یہ تصوف وہی ہے جو ابتدا سے انتہا تک اور ظاہر و باطن کے اعتبار سے قرآن و حدیث سے ماخوذ و مستنبط ہے اور جو متقدمین صوفیہ کی تصانیف کا نہج اور طریقہ تھا تقریباً وہی اس کتاب کا بھی ہے۔ یہ کتاب مع تکملہ کے اسی مقالات پر مشتمل ہے۔ اس مبارک تصنیف کی دریافت کی سعادت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قادری کے مقدر میں تھی۔ جیسا کہ مصنف تصوفِ اسلام نے لکھا ہے۔

"آج سے تین ساڑھے تین سو سال اوپر فتوح الغیب دنیا کے لئے پردۂ غیب میں تھی۔ شیخ سیف الدین عبدالحق محدث دہلویؒ (المتوفی ۱۰۵۲ھ) جب فریضہ حج ادا کرنے گئے تو مکہ معظمہ میں شیخ عبدالوہاب متقی قادری کے ہاں ایک نسخہ اس کتاب کا ان کی نظر سے گزرا۔ ہندوستان واپس آئے تو ایک دوسرا نسخہ یہاں بھی نظر آیا اس کا انہوں نے فارسی میں ترجمہ کیا اور مفتاح الفتوح کے نام سے شرح لکھی۔ فتوح الغیب کا موجودہ مطبوعہ نسخہ شیخ عبدالحق ہی کی تہذیب و ترتیب دئے ہوئے نسخہ کی نقل ہے جو ان کی شرح کے ساتھ لاہور و لکھنؤ میں شائع ہوا ہے"[1]

---

[1] تصوفِ اسلام صفحہ ۱۸ مصنفہ مولانا عبدالماجد دریابادی۔

فتوح الغیب شریف میں سے چند مقالات کے بعض بعض حصّوں کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ جس سے قادریت کا اجمالی اندازہ ہوسکے گا۔

فقر کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے جیسے کے محتاج نہ ہو اور غنا کی حقیقت یہ ہے کہ ہر اُس شے سے مستغنی ہو جاؤ جو تم جیسی ہے۔ تصوف قیل قال سے حاصل نہیں ہوتا وہ تو بھوک اور ان چیزوں کے ترک سے جن سے نفس کو الفت ہے حاصل ہوتا ہے۔ طالب سے ابتدا میں علم اور احکام سے مواخذہ نہ کرو بلکہ ابتدا میں نرمی سے پیش آؤ کیوں کہ احکام علم سے اسے وحشت ہو گی۔ اور نرمی سے وہ مانوس ہو جائے گا۔ تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر ہے سخاوتِ ابراہیمؑ رضائے اسحٰقؑ۔ صبرِ ایوبؑ۔ اشارۂ ذکریا (مراد اس مناجات سے ہے جو چپکے چپکے حضرت ذکریا خدا سے مانگتے تھے۔ شرح شیخ عبدالحق) حضرت یحییٰ جیسی غریب الوطنی۔ حضرت موسیٰ کا سا صوف کا لباس۔ حضرت عیسیٰؑ کی سیاحت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر کہ آپ نے خدا کے سوا ہر چیز کو چھوڑ دیا تھا۔

مقالہ ۷۵

مومن کے لیئے ہر حال میں تین باتیں لازم ہیں۔ خدا کے احکام کی تعمیل کرنا جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان کا چھوڑنا اور خدا کی تقدیر پر راضی رہنا۔

مقالہ ۱

جب بندہ کسی بلا میں مبتلا ہوتا ہے تو پہلے خود ہی اُس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور جب چھٹکارا حاصل نہیں ہوتا تو مخلوق سے مدد مانگتا ہے مثلاً بادشاہ ارباب مناصب اور مال والے لوگ اور امراض میں طبیبوں سے

مدد مانگتا ہے۔ اور جب نجات نہیں ہوتی ہے تو خدا کی طرف رجوع ہوتا ہے دُعا اور تضرع اور حمد و ثنا کرتا ہے۔

انسان جب تک خود اپنی مدد کر سکتا ہے مخلوق سے امداد نہیں چاہتا اور جب تک مخلوق سے مدد حاصل کر سکتا ہے خالق سے مدد نہیں مانگتا۔ اور جب مخلوق سے امداد نہیں پہنچتی ہے تو خدا کے سامنے گر جاتا ہے اور ہمیشہ سوال دُعا زاری انکساری حمد و ثنا کرتا رہتا ہے۔ خدا سے ڈرتا بھی ہے اور اُمید بھی رکھتا ہے پھر جب خدا اس کی دُعا بھی قبول نہیں کرتا تو وہ دُعا سے عاجز ہو جاتا ہے پھر وہ تمام اسباب سے منقطع ہو جاتا ہے اس وقت خدا کی قضا و قدر اس میں جاری اور نافذ ہو جاتی ہے اور تقدیر الہٰی اس میں فعل کرنے لگتی ہے پس بندہ کو تمام اسباب اور حرکات سے فنا حاصل ہو جاتی ہے اور وہ رُوح رہ جاتا ہے اور سوائے خدا کے فعل کے وہ کچھ نہیں دیکھتا پس اضطراراً وہ موحد اور صاحب یقین ہو جاتا ہے اور اسے یقین ہو جاتا ہے کہ سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی فاعل حقیقی نہیں ہے۔ حرکت دینے والا اور ساکن کرنے والا سوائے حق کے کوئی نہیں ہے۔ خیر اور شر نفع اور نقصان دینا اور نہ دینا بند کرنا اور کھولنا موت اور زندگی عزت اور ذلت غنی کرنا اور محتاج کرنا خدا کے سوا کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے اس حالت میں وہ تقدیر کے ہاتھ میں اس طرح ہوتا ہے جیسے بچہ دُودھ پلانے والے کے ہاتھ میں اور مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں۔ وہ بدلتا ہے تغیر پذیر ہوتا ہے ایک حال سے دوسرے حال میں اور ایک فعل سے دوسرے فعل میں لیکن حرکت اور جنبش اس کے اختیار میں نہیں ہوتی۔ وہ اپنے نفس سے

خدا کے فعل میں فنا ہو جاتا ہے۔ وہ خدا کو اور خدا کے فعل کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا۔ اور نہ خدا کے سوا کسی کی آواز سنتا ہے اور نہ خدا کے سوا کوئی شے اس کی عقل میں آتی ہے۔

مقالہ ۳

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میں اُن کے پاس ہوں جنھوں نے میرے لئے اپنے دل توڑ لئے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ تیرے پاس نہیں ہو سکتا جب تک تو اپنی ہستی اور تمام وجود کو نہ توڑ دے۔ اپنی خواہش کو بھی اور اپنے ارادے کو بھی اور تجھ میں کچھ بھی باقی نہ رہے اور کوئی صلاحیت بھی نہ رہے اور فنائے تام حاصل ہو جائے تو تجھے اللہ تعالیٰ دوبارہ پیدا کرے گا تجھ میں ارادہ ڈالے گا پس تو اس ارادے کی قوت سے ارادہ کرے گا.....

المقالۃ السادسۃ ۶

جب تم مخلوق سے فنا ہو جاؤ گے تو تم سے کہا جائے گا (رحمک اللہ) اللہ تم پر رحمت کرے اور تمھیں خواہشات کے اعتبار سے بھی فنا کرے پھر تمھیں خواہشات سے بھی خالی کر دیا جائے گا اور پھر کہا جائے گا اللہ تم پر رحم کرے اور تمھیں ارادے اور آرزو کے اعتبار سے بھی فنا کرے پھر جب تمھیں ارادے اور آرزو کے اعتبار سے بھی فنا کر دیا جائے گا تو کہا جائے گا کہ اللہ تم پر رحمت کرے اور تمھیں زندہ کر دے۔ اس وقت تمھیں زندہ کر دیا جائے گا جس کے بعد موت نہیں ہے اور ایسی دولت عطا کی جائے گی جس کے بعد محتاجی نہیں ہے اور ایسا عطیہ جس کے بعد منع نہیں ہے اور ایسی خوشی اور آرام جس کے بعد غم اور سختی نہیں ہے اور ایسی نعمت جس کے بعد محنت نہیں ہے

اور ایسا علم جس کے بعد جہالت نہیں ہے اور ایسا امن جس کے بعد خوف نہیں ہے...... پھر تم کبریتِ احمر ہو جاؤ گے اور تم (بلندی مرتبہ کی وجہ سے) نظر نہ آؤ گے اور ایسے باعزت ہو جاؤ گے جس کی مثال نہ ہو گی اور ایسے یکتا جس کا کوئی شریک نہ ہوگا، فردالفرد، وترالوتر، غیب الغیب، سرالسر، اس وقت تم ہر رسول اور نبی اور صدیق کے وارث ہو جاؤ گے تم پر ولایت ختم کر دی جائے گی تمھاری طرف ابدال آئیں گے اور تمھاری ہمّت سے مصیبتیں دُور کی جائیں گی تمھارے سبب سے مخلوق پر بارش بھیجی جائے گی تمھارے ذریعے سے کھیت اُگائے جائیں گے اور تم سے ہی خاص و عام کی سرحد کے محافظوں کی بادشاہوں اور رعیت کی اماموں کی اور اُمت کی اور تمام مخلوق کی بلائیں دُور کی جائیں گی۔

المقالہ رابعہ

پس عبادت نفس اور خواہش کی مخالفت میں ہی ہے حضرت بایزید بسطامی کی مشہور روایت ہے کہ انھوں نے حضرت ربّ العزّت کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ تجھ تک آنے کا راستہ کون سا ہے تو حکم ہوا اپنے آپ کو چھوڑ دو اور چلے آؤ (بایزید فرماتے ہیں) کہ میں اپنے نفس سے باہر آگیا جیسے سانپ کینچلی سے باہر آجاتا ہے۔ پس نیکی اور بھلائی نفس کی دشمنی میں ہے ہر حالت میں اگر تمھاری حالت تقویٰ کی ہے تو تم اپنے نفس کی مخالفت کرو اس طرح کہ مخلوق کے حرام مال اور شبہ کی چیز سے باہر آجاؤ۔ ان کا احسان نہ لو اور ان پر بھروسہ نہ کرو ان سے خوف نہ کرو اور امید نہ رکھو اور ان کے مال کا لالچ نہ کرو ان کے ہدیہ، زکوٰۃ، صدقہ کفارہ اور نذر کی اُمید نہ لگاؤ یہاں تک کہ اگر کوئی مال دار

رشتہ دار ہو تو اس لیئے اس کی موت کی تمنا نہ کرو کہ اس کے بعد تم اس کے
وارث ہو جاؤ گے۔ کوشش کرو کہ تم مخلوق سے بے نیاز ہو جاؤ
ان کو ایک دروازہ سمجھو جو کبھی بند ہو جاتا ہے اور کبھی کھل جاتا ہے یا ایک درخت
جس میں کبھی پھل آتے اور کبھی نہیں۔ یہ سب ایک فاعل کا فعل اور ایک تدبیر
کرنے والے کی تدبیر ہے اور وہ فاعل اور تدبیر کرنے والا خدا ہی ہے
اس طرح تم خدا کی توحید کے ماننے والے موحد ہو جاؤ گے اس کے ساتھ ہی
تم (بندوں سے) کسب اور حاصل کرنے کو نہ بھولو تاکہ جبریہ نہ ہو جاؤ اور
یہ اعتقاد رکھو کہ بندوں کے فعل بغیر خدا کی قدرت کے نہیں ہو سکتے اس لئے
کہ تم خدا کو نہ بھول جاؤ اور بندوں کی عبادت نہ کرنے لگو اور یہ نہ سمجھو کہ
بندوں کے فعل بغیر خدا کی قدرت کے ہو سکتے ہیں ورنہ کافر اور قدریہ ہو جاؤ گے
لیکن یہ کہو کہ ان (افعال کا) خالق خدا ہے اور کاسب بندے ہیں جیسا کہ
حدیث شریف میں آیا ہے۔

مقالہ العاشرہ [۱۰]

اللہ تعالیٰ نے بعض احادیث میں فرمایا ہے (حدیث قدسی سے مراد ہے)
میرا مومن بندہ نوافل عبادات کے ذریعے ہمیشہ میرا قرب تلاش کرتا ہے یہاں تک
کہ میں اسے دوست رکھنے لگتا ہوں اور جب میں اسے دوست رکھنے لگتا ہوں
تو میں اس کی سماعت ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی بصارت ہو جاتا
ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے
اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ ایک دوسری روایت کے لفظ
یہ ہیں کہ پھر وہ مجھ سے سنتا ہے اور مجھ سے دیکھتا ہے مجھ سے پکڑتا ہے

اور مجھ سے سمجھاتے ہے۔ یہ حالت فنا ہی کی ہے کچھ اور نہیں ہے۔ تو جب تم اپنے آپ سے اور مخلوق سے فنا ہو جاؤ گے اور واقعہ یہ ہے کہ مخلوق یا اچھی ہے یا بُری اور تم بھی یا اچھے ہو یا بُرے تو اس وقت تم نہ مخلوق کی اچھائی سے امید رکھو گے اور نہ اس کی بُرائی سے ڈرو گے اور اس وقت خدا ہی باقی رہ گا جیسا کہ وہ مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے سے تھا۔

پس فنا ہی طالبین حق اور سالکین کی آرزو ہے فنا ہی مطلوب اور مطالب کی انتہا ہے فنا ہی لوٹ کر آنے کا مقام اور اولیاء اللہ کے سفر کی انتہا ہے۔

مقالہ سادسہ

اپنے آپ سے باہر آجاؤ اور اس سے بے تعلق ہو جاؤ اور اپنے وجود مملکت سے بے گانہ ہو جاؤ اور سب کچھ خدا کو دے دو .... اور خدا کے ساتھ کسی مخلوق کو شریک نہ کرو۔ تمھارا ارادہ، تمھاری خواہشات یہ سب اس کی مخلوق ہیں پس ارادہ نہ کرو اور آرزو نہ کرو اور خواہش نہ کرو ورنہ تم مشرک ہو جاؤ گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو خدا کی لقا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ عمل صالح کرے اور خدا کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ بتوں کو پوجنا ہی صرف شرک نہیں ہے بلکہ اپنی خواہش کی متابعت بھی شرک ہے یہ بھی شرک ہے کہ تم خدا کے ساتھ خدا کے علاوہ کسی شے کو اختیار کرو دُنیا کو اور جو کچھ دُنیا میں ہے اسی طرح آخرت کو اور جو کچھ آخرت میں ہے پس جو کچھ خدا کے علاوہ ہے وہ غیر ہے اور جب تم اس کے غیر کی طرف توجہ کرو گے تو تم نے اللہ کے ساتھ شرک کیا۔

پس تم جب خدا سے داخل ہو جاؤ جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے تو تم اس کے سب اسباب سے امن میں ہو جاؤ اور اس وقت تم خدا کے سوا کسی شے کو موجود نہ دیکھو گے۔

(مقالۃ السابعۃ عشر)

"اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں میں سے کسی کتاب میں فرمایا ہے کہ اے ابنِ آدم میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی اللہ نہیں ہے جب میں کسی شے کے لئے کہتا ہوں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ تو میری اطاعت کر میں تجھے ایسا کر دونگا کہ جب تو کسی شے کے لئے کہے گا کہ ہو جا تو وہ ہو جائے گی۔ اور خدا نے بہت سے اپنے انبیا اور خواص کے ساتھ ایسا کیا ہے۔"

(المقالۃ السادس عشر)

کسی حال اور کسی مقام کی اپنی طرف نسبت نہ کرو اور کسی حال و مقام کا دعویٰ نہ کرو۔ پس اگر تمہیں کوئی حال عطا ہو یا تم کسی مقام میں پہونچ جاؤ تو اسے کسی سے بیان نہ کرو کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہر روز ایک نئی شان میں ہے تغیر اور تبدیلی کے اعتبار سے اور وہ انسان اور اس کے درمیان حائل ہے ایسا نہ ہو کہ وہ تمھیں اس حال و مقام سے دُور کر دے جس کی تم نے کسی کو خبر دی ہے اور بیان کیا ہے۔

(المقالۃ السابعہ)

تم پر خدا کا تقویٰ واجب ہے۔ خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرو۔ خدا کے سوا کسی سے امید نہ رکھو۔ اپنی تمام حاجتیں خدا کو سونپ دو۔ خدا کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کرو اور سب کچھ اسی سے مانگو۔ اُس کے سوا کسی پر بھروسہ

نہ کرو توحید کو لازم پکڑو جس پر سب کا اتفاق ہے۔

(ذکر وفات تکملہ فتوح الغیب)

اپنے[1] کو تمام جہتوں سے اندھا کرو اور کسی شے کو نہ دیکھو کیونکہ جب تم کسی ایک شے کو بھی دیکھتے رہو گے تو خدا کے فضل کی جہت اور راہ تم پر نہیں کھولی جائے گی لہذا خدا کی توحید اور اپنے کو مٹانے کے ساتھ نیز اپنا فنا اور اپنے علم کی فنا کے ساتھ تمام جہات کو بند کر لو تب تمھارے دل کی آنکھ میں خدا کے فضل کی جہت کھولی جائے گی اس وقت گویا تم اپنے سر کی آنکھوں سے اُسے دیکھو گے یہ دیدار تمھارے دل کی نور کی شعاع سے ہوگا تمھارے ایمان اور یقین کے ساتھ۔

(المقالۃ الثامنۃ والخمسون ۵۸)

اللہ کی کتاب اور سنت رسول اللہ ہی حکم کرنے والی ہے ان دونوں کے خلاف نہ کرو۔ اگر کوئی بات دل میں پیدا ہو یا الہام ہو تو اسے اللہ کی کتاب اور سنت رسول اللہ صلعم پر پیش کرو (اگر اس پر صحیح ہے تو صحیح ہے ورنہ غلط ہے)

---

[1] علامہ اقبال نے اسی مقام سے استفادہ کیا ہے اور جگہ جگہ کہا ہے

کمالِ زندگی دیدارِ ذات است   طریقش رستن از بند جہات است

دوسری جگہ کہتے ہیں :-

مشو در چار سوئے ایں جہاں گم   +   بہ خود باز آ و بشکن چار سو را

صوفیوں نے اسی حکم کی تعمیل میں ذکرِ محو الجہات کا اصول اختیار کیا ہے۔

نہ کرو توحید کو لازم پکڑو جس پر سب کا اتفاق ہے ۔

(ذکر وفات تکملہ فتوح الغیب)

اپنے[1] کو تمام جہتوں سے اندھا کرلو اور کسی شے کو نہ دیکھو کیونکہ جب تم کسی ایک شے کو بھی دیکھتے رہو گے تو خدا کے فضل کی جہت اور راہ تم پر نہیں کھولی جائے گی لہذا خدا کی توحید اور اپنے کو مٹانے کے ساتھ نیز اپنی فنا اور اپنے علم کی فنا کے ساتھ تمام جہات کو بند کرلو تب تمھارے دل کی آنکھ میں خدا کے فضل کی جہت کھولی جائے گی اس وقت گویا تم اپنے سر کی آنکھوں سے اُسے دیکھو گے یہ دیدار تمھارے دل کی نور کی شعاع سے ہوگا تمھارے ایمان اور یقین کے ساتھ ۔

(المقالۃ الثامنۃ والخمسون)

اللہ کی کتاب اور سُنّت رسول اللہ ہی حکم کرنے والی ہے ان دونوں کے خلاف نہ کرو۔ اگر کوئی بات دل میں پیدا ہو یا الہام ہو تو اسے اللہ کی کتاب اور سُنّت رسول اللہ صلعم پر پیش کرو (اگر اس پر صحیح ہے تو صحیح ہے ورنہ غلط ہے)

---

[1] علامہ اقبال نے اسی مقام سے استفادہ کیا ہے اور جگہ جگہ کہا ہے

کمالِ زندگی دیدار ذات است   طریقش رستن از بندِ جہات است

دوسری جگہ کہتے ہیں :-

مشو در چار سوئے ایں جہاں گم + بہ خود باز آ و بشکن چار سو را

صوفیوں نے اسی حکم کی تعمیل میں ذکر محو الجہات کا معمول اختیار کیا ہے ۔

الفتح الربانی

یہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے باسٹھ مواعظ کا مجموعہ ہے جس کا ترجمہ ہو کر مختلف مطابع سے شائع ہو چکا ہے ان مواعظ کے جامع شیخ عفیف الدین بن المبارک ہیں اور یہ اقتباس مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کے ترجمے سے کیا گیا ہے۔

نفس اور خواہش کو اپنے سے دور کر۔ ان مقدس لوگوں کے قدموں کے نیچے کی زمین ہو جا۔ ان لوگوں کے سامنے خاک بن جا۔ (خدا تجھ میں حیات ڈالے گا) (پہلی مجلس)

کھردرے اور موٹے کپڑے پہننے اور روکھا سوکھا کھانے میں کوئی شان نہیں ہے۔ شان تیرے قلب کے زہد اختیار کرنے میں ہے لباس میں سچا شخص سب سے پہلے اپنے باطن پر صوف پہنتا ہے اس کے بعد اس کا اثر ظاہر تک پہنچتا ہے۔ پس اس کا باطن صوف پہنتا ہے پھر اس کا قلب اس کے بعد اس کا نفس اور اس کے بعد اس کے اعضاء یہاں تک کہ وہ سرتاپا (کثیف الہیئت) بن جاتا ہے تب شفقت، رحمت اور احسان کا ہاتھ آتا ہے اور اس مصیبت زدہ کی حالت میں تبدیلی پیدا کرتا ہے کہ اس کے بدن سے سیاہ کپڑے اتارتا ہے اور خوشی کے کپڑے پہنا دیتا ہے۔ تکلیف کو راحت سے ناگواری کو فرحت سے خوف کو امن سے بعد کو قرب سے اور فقر کو تونگری سے بدل دیتا ہے۔ (دوسری مجلس)

اے فقیر تو غنی بننے کی تمنا مت کر کیا عجب ہے کہ وہ تیری بربادی کا سبب ہو اور اے مبتلائے مرض تو تندرستی کی آرزو مت کر شاید کہ وہ تیری ہلاکت کا سبب ہو۔ صاحبِ عقل اپنی عمر کو محفوظ رکھ تیرا انجام محمود ہو گا۔ قناعت کر اسی پر جو تجھ کو حاصل ہے اور اس پر زیادتی کا خواہاں مت ہو جو چیز تجھ کو حق تعالیٰ تیرے مانگنے پر دے گا وہ مکدر ہو گی۔ میں اس کو آزما چکا ہوں البتہ اگر بندے کو قلب کے اعتبار سے مانگنے کا حکم کیا جائے (تو سوال میں مضائقہ نہیں) کہ حکم کے وقت جو مانگے گا اس میں برکت دی جائے گی اور گندگیاں اس سے دور کر دی جائیں گی۔ اور مناسب ہے کہ عفو جرائم و عافیت دارین اور دین و دنیا و آخرت میں دائمی معافی تیرا سوال اکثر رہے فقط اسی سوال پر قناعت کر۔ اللہ تعالیٰ پر کسی کو انتخاب نہ کر اور متکبر مت بن ورنہ وہ تجھ کو گرفتار کرے گا اور پکڑے گا ان کا سا پکڑنا جن کو پہلے پکڑ چکا ہے۔ پس اس کی پکڑ سخت دردناک ہے۔

تجھ پر افسوس ہے کہ تیری زبان مسلمان ہے مگر قلب مسلمان نہیں تیرا قول مسلمان ہے مگر فعل مسلمان نہیں تو اپنی جلوت میں مسلمان ہے مگر خلوت میں مسلمان نہیں۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ جب تو نماز پڑھے گا روزہ بھی رکھے گا اور سارے نیک کام کرے گا مگر ان اعمال سے اللہ تعالیٰ کی ذات مقصود نہ سمجھے گا تو تو منافق ہے

اے مسکین ایسے معاملات میں گفتگو کرنا چھوڑ دے جو تجھ کو نفع نہ دیں مذہب کے بارے میں تعصب کو چھوڑ (کہ اپنے امام کے سوا دوسروں پر طعن کرنے لگے)

اور مشغول ہو ایسے کام میں جو تجھ کو فائدہ پہونچائے۔

اگر تو چاہتا ہے کہ تیرے سامنے کوئی دروازہ بھی بند نہ رہے تو اللہ عزوجل سے ڈرتا رہ۔ پس یہ ہر دروازے کی کنجی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے نکلنے کا راستہ دیتا ہے اور اس کو رزق دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان نہیں ہوتا"

تیسری مجلس

جس وقت تو مرید ہونے کے درجے میں ہو تو اپنا مقسوم حاصل کر شریعت سے اور جب تو خاص اور صدیق بن جائے تو امر الٰہی کے ہاتھ سے مقسوم حاصل کر اور جبکہ ہو جائے خاص مطیع اور واصل اور مقرب تو فعل خداوندی کے ہاتھ سے لے کہ خود تجھ کو تیرا مقسوم تیری جانب پہونچایا جائے گا اور حکم دینے والا تجھ کو علم دیگا وہی تجھ کو روکے گا۔ اور فعل حق تیرے اندر حرکت کرے گا۔

ساتویں مجلس

ریاکار کا صرف کپڑا دھلا ہے مگر قلب نجس کہ زاہد بنتا ہے مباح باتوں میں اور معاش سے کاہل بنتا ہے (اور متوکل نام رکھکر) دین کے ذریعے سے کھاتا ہے (کہ لوگ بزرگ سمجھ کر خدمت کریں) اور پرہیز نہیں کرتا کسی چیز سے۔

آٹھویں مجلس

کیا تم نہیں دیکھتے کہ حق تعالیٰ تم کو بلا میں مبتلا کرتا ہے تاکہ تم توبہ کرو مگر تم سمجھتے نہیں اور اڑے رہتے ہو اس کی معصیتوں پر۔ اس زمانے میں بجز خاص خاص افراد کے جو شخص بھی بلا میں مبتلا ہوتا ہے وہ اس کے لئے عذاب ہے نعمت نہیں ہے

اور گناہوں کی سزا سے زیادتی درجات و کرامات نہیں ہے۔ البتہ اہل اللہ جو مبتلا ہوتے ہیں تو اس لئے کہ ان کے مراتب بلند ہوں۔

بارھویں مجلس

کیا تو نے سنا نہیں کہ فقہ حاصل کر اس کے بعد عزلت نشین بن یعنی اول ظاہری فقہ حاصل کر اس کے بعد باطنی فقہ کی تحصیل میں عزلت اختیار کر ظاہر شرع پر عمل کرتا رہ یہاں تک کہ یہ عمل تجھ کو اس علم تک پہنچا دے جو تو نے سیکھا نہیں۔

بارھویں مجلس

روزہ دار ہیں کرم دن بھر بھوکا رہنا اور رات کو حرام پر افطار کرنا تم کو کیا کارآمد ہوگا۔ دن کو تم روزہ رکھتے ہو اور رات کو معصیت کرتے ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا میری اُمّت ذلیل و خوار نہ ہوگی جب تک کہ ماہ رمضان کی عظمت کرتی رہے گی۔ اس کی عظمت یہ ہے کہ اس میں تقوی ہو اور یہ کہ اس میں روزہ رکھو خالص اللہ کے واسطے شریعت کی حدود کی حفاظت کے ساتھ۔

روزہ رکھو اور جب افطار کرے تو اپنی افطاری میں سے کچھ فقرا کو بھی دیا کرو کیوں کہ جو شخص تنہا کھاتا ہے اور دوسرے کو کھلاتا نہیں اس پر اندیشہ ہے محتاج اور بھیک منگا بن جائے گا۔

وافسوس کہ تم سیر ہو کر کھاتے ہو حالانکہ تمھارے پڑوسی بھوکے ہیں اور پھر دعویٰ یہ ہے کہ ہم مومن ہیں تمھارا ایمان ہرگز صحیح نہیں۔

برداشت اور قطع شر کی عادت ڈال۔ باتوں کے بہت کچھ بھائی بہن

ہیں. جب کوئی شخص تجھ سے ایک بات کہتا ہے اور اس کے بعد تو اس کی بات کا جواب دیتا ہے تو اس کے بھائی بہن آموجود ہوتے ہیں (اور یوں ہی سوال جواب ہو کر بات بڑھ جاتی ہے) پھر تم دونوں کے درمیان شر آموجود ہوتا ہے (کہ لڑائی ہونے لگتی ہے پس اگر پہلی بات کو برداشت کرتا تو نہ جواب کی نوبت آتی نہ شر بڑھتا)

اٹھارھویں مجلس

تجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا اور تیرے کئے بغیر بھی چارہ نہیں۔ تیرا کوشش کرنا اور مدد کرنا حق تعالیٰ کا کام ہے اس سمندر (دنیا) میں جس کے اندر تو ہے ہاتھ پاؤں ضرور ہلا ــــ تیرا کام دعا مانگنا ہے اور قبول کرنا اس کا کام۔ تیرا کام سعی کرنا ہے اور توفیق دینا اس کا کام۔ تیرا کام (معصیتوں کا) چھوڑنا ہے اور بچائے رکھنا اس کا کام۔

بائیسویں مجلس

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ مصیبتوں کا مخفی رکھنا بھی ہے۔

۲۶ چھبیسویں مجلس

اگر تیرے اعضا ساکن رہیں (کہ کسب میں حرکت نہ کریں) تو اس کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ یہ تیرے لئے مضر ہے اعتبار قلب کے سکون کا ہے وہی بڑا بھاری کام ہے۔

۳۰ تیسویں مجلس

تو لا الٰہ الا اللہ کس طرح کہتا ہے حالانکہ تیرے قلب میں کیا کچھ معبود بھرے ہوئے ہیں۔ اللہ کے سوا ہر چیز جس پر تو اعتماد کرے وہ تیرا بت ہے۔ قلب کے

شرک ہونے پر زبان کی توحید تجھ کو مفید نہ ہوگی۔ دل کی گندگی کے ساتھ جسم کی پاکی تجھ کو نفع نہ دے گی۔

اڑتیسویں مجلس[۳۸]

جب تو کسی تکلیف میں مبتلا ہو اور صبر سے عاجز ہو تو دُعا مانگ کہ "اے میرے معبود میری مدد فرما اور مجھ کو صبر دے اور میری تکلیف دُور کر" لیکن جس وقت تجھ کو وصول نصیب ہو جائے اور تیرے قلب کو (حضوری) میں لے لیا جائے تو اس وقت نہ سوال ہو نہ زبان بلکہ سکوت اور مشاہدہ ہو۔

پچپنویں مجلس[۵۵]

حق تعالیٰ کی توحید کا اتنا معتقد ہو کہ ساری مخلوق میں سے ایک ذرہ بھی تیرے قلب کے اندر باقی نہ رہے کہ نہ کسی مکان پر نظر نہ ہو نہ کسی مکین پر۔ توحید سب کو نیست و نابود کر دیا کرتی ہے۔

عبادت اس کا نام ہے کہ عادت کو ترک کیا جائے نہ یہ کہ عبادت کو بھی عادت بنا لیا جائے۔

باسٹھویں مجلس[۶۲]

کلامِ ربّانی با محی الدّین جیلانی

یہ حضرت غوثِ اعظمؓ کے الہامات کا مجموعہ ہے۔ گمانِ غالب یہ ہے کہ یہ وہی مجموعہ ہے جس کا ذکر مسٹر ماجد گولشو نے المواہب الرحمانیہ والفتوح الربانیہ کے نام سے کیا ہے۔ میرے کتب خانے میں اس کے دو نسخے ہیں ایک صرف متن ہے اور یہ قلمی ہے جو تبرکات کے ضمن میں علیٰحدہ محفوظ ہے اور دوسرا نسخہ مع شرح کے ہے اور مطبع دبدبہ احمدی لکھنؤ میں ۱۳۰۲ھ میں چھپا ہے۔ شارح ہیں حضرت مولانا عبدالباقی فرنگی محلیؒ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مولاناؒ نے ان الہامات کی شرح اور ترجمہ نہایت فاضلانہ انداز سے کیا ہے اور جو الہامات کہ عام عقول وافہام سے بلند تھے ان کی تعبیر و تفہیم کی کامیاب کوشش کی ہے اسی کے ساتھ ان کی تائید میں آیات اور احادیث نقل کر کے بڑا مفید کام کیا ہے۔

اس مجموعے سے ہم تبرکاً چند الہامات بغیر شرح و تبصرہ کے نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا اے غوثِ اعظم میرا ظہور جیسا انسان میں ہے کسی شے میں نہیں ہے۔ پھر میں نے سوال کیا یا رب کیا تیرا کوئی خاص مکان ہے فرمایا میں مکان اور اکوان کا پیدا کرنے والا ہوں میرا کوئی مکان سوائے قلبِ انسان کے نہیں ہے۔ میں نے سوال کیا یا رب تیرا کوئی

اکل و شرب ہے فرمایا اے غوثِ اعظم فقیر کا کھانا میرا کھانا اور فقیر کا پینا میرا پینا ہے۔

فرمایا اے غوثِ اعظم اگر انسان کو معلوم ہو جائے کہ اس کے لئے مرنے کے بعد کیا ہے تو وہ زندگی کی تمنا نہ کرے

فرمایا اے غوثِ اعظم میرے نزدیک وہ فقیر نہیں ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو بلکہ وہ فقیر ہے جس کا حکم ہر شے پر جاری ہو وہ جس شئے کو حکم دے کہ ہو جا تو وہ ہو جائے۔

فرمایا اے غوثِ اعظم میں ہر بخشش کرنے والے سے زیادہ بخشش کرنے والا اور ہر رحم کرنے والے سے زیادہ رحیم ہوں۔

فرمایا اے غوثِ اعظم جنت والے جنت میں مشغول ہیں اور دوزخ والے دوزخ میں اور جو میرے ہیں وہ مجھ میں مشغول ہیں۔

فرمایا اے غوثِ اعظم انبیا اور رسولوں کے علاوہ میرے کچھ خاص بندے ہیں جن کے حال کی کسی کو خبر نہیں ہے نہ دنیا والوں کو نہ آخرت والوں کو نہ فرشتۂ دوزخ کو نہ فرشتۂ جنت کو۔ میں نے ان کو نہ جنت کے لئے پیدا کیا ہے نہ دوزخ کے لئے نہ ثواب کے لئے نہ عذاب کے لئے۔ اس شخص کے لئے خوش خبری ہے جس نے ان کا یقین کیا خواہ ان کو نہ پہچانا۔ اے غوث تم ان میں سے ہو۔

غنیۃ الطالبین

یہ فقہ کی کتاب ہے جس میں تیمم، وضو، نماز روزہ وغیرہ کے مسائل کا بیان ہے دعاؤں کے طریقے اور بخار وغیرہ کے اعمال بھی ہیں، بیماری کے علاج کے مسائل بھی ہیں اور گمراہ فرقوں کا بیان بھی۔ لیکن اس کے ساتھ بہت سے حقائق و معارف ایسے بھی ہیں جو عام فقہ کی کتابوں سے اسے ممتاز کرتے ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصنف فقیہ کے ساتھ صوفی بھی ہے۔ تصوف پر بھی اس میں ایک مستقل باب ہے۔

اگرچہ اس تذکرے کا موضوع فقہ کے مسائل نہیں ہیں لیکن چونکہ اس کا اہتمام کیا گیا ہے کہ جو تصانیف بھی حضرت غوث اعظمؓ کی طرف منسوب ہیں ان میں سے کچھ نہ کچھ نقل کر کے برکت حاصل کی جائے اس لئے اس کتاب میں سے سماع کے متعلق بعض عبارتیں نقل کی جاتی ہیں۔

مسئلہ سماع ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے صوفیہ عموماً اور محدثین کی اکثریت اسے جائز سمجھتی ہے اور فقہائے متاخرین اس کی حرمت کے قائل ہیں۔ عام شہرت یہ ہے کہ مشربِ قادریہ میں بھی سماع کو جائز نہیں سمجھا جاتا ہے۔ غنیۃ الطالبین میں اس مسئلے کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔

فقیروں کے راگ سننے کے آداب کے بیان میں

فقیر کو چاہیئے کہ گانا سننے کے لئے اپنے آپ کو عمداً تکلیف نہ دے اور اگر

اتفاقاً اس کا گذر مجلس سماع میں ہو تو ادب کے ساتھ بیٹھے اور اپنے دل کو اپنے پروردگار کی یاد میں مشغول کرے۔

جب مشائخ مجلس سماع میں حاضر ہوں تو ہر فقیر کو حتی الامکان سکون اور شیخ کی بزرگی کی نگہداشت ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے اور اگر اس پر کوئی امر غلبہ کرے تو باندازہ غلبہ کے اس حرکت کو مسلّم رکھے۔

لازم ہے کہ قاری اور قوال سے شعر اور قرأت (قرآن) کے دوبارہ پڑھنے کی فرمائش نہ کرے بلکہ اس کام کو خدا تعالیٰ کے سپرد کردے کیوں کہ جب سامع فقیر صادق ہوگا اور قاری کی تکرار میں اس کی مصلحت و علاج مقصود ہوگی تو خداوند تعالیٰ اگر چاہے گا تو انہی فقیروں میں سے کسی کو اس کی فرمائش کرنے کا نائب فرمادے گا یا خود ہی قوال کے دل میں ڈال دے گا وہ اس شعر کو تکرار کے ساتھ ادا کرے گا۔

اہلِ مجاہدہ کے خصائل کے بیان میں

اہلِ مجاہدہ اور اہلِ محاسبہ کی دس خصلتیں ہیں۔ جس کی انہوں نے اپنے نفس کے واسطے آزمائش کی ہے۔

اوّل۔ خدا تعالیٰ کی جھوٹی قسم نہ کھائے۔ دوم ہنسی [illegible] جھوٹ بولنا ترک کردے۔ تیسرے۔ اگر کسی سے وعدہ کرے تو پورا کرے۔ اگر کوئی عذر جائز ہو تو مضائقہ نہیں ہے۔ چوتھے۔ کسی کو بُرا نہ کہے نہ کسی کو ایذا دے۔ پانچویں۔ خلق اللہ میں سے کسی کے لئے بددعا نہ کرے

اگر کسی نے ظلم بھی کیا ہو تو اس کا محاسبہ اپنے پروردگار کے سپرد کر دے۔ چھٹے۔ کسی اہلِ قبلہ کے حق میں شرک اور کفر و نفاق کی شہادت نہ دے (یعنی اُسے کافر، مشرک اور منافق نہ کہے) ساتویں۔ ظاہر و باطن گناہ کی چیزوں کی طرف نظر کرنے سے پرہیز کرے۔ آٹھویں اپنا بار خلق اللہ میں سے کسی پر نہ رکھے بلکہ دوسروں کا بار اُٹھائے۔ نویں کسی کی طرف لالچ کا ہاتھ دراز نہ کرے۔ دسویں خصلت تواضع ہے۔ تواضع اسے کہتے ہیں کہ ہر ایک بندے کو اپنے سے ہر بات میں بہتر و برتر خیال کرے اور اپنے دل میں سمجھے کہ خدا کے نزدیک اس کا درجہ مجھ سے بدرجہا بہتر ہے۔

ملخص از غنیۃ الطالبین مترجمہ
مولوی محمد عبدالعزیز نقشبندی

مکتوبات شریف

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار الاخیار فی اسرار الابرار میں حضرت غوثِ پاک کے چار مکتوب نقل کئے ہیں جو علمی اور ادبی اعتبار سے اپنی نظیر آپ ہیں۔ ان میں سے ایک مکتوب بغیر ترجمہ کے درج کیا جاتا ہے۔ ان مکتوبات کا ترجمہ کیا جا سکتا ہے جیسا کہ سوانح عمری غوثِ پاک نامی کتاب میں مفتی انتظام اللہ شہابی نے کیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مکتوبات کا ادبی حسن ترجمے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

مکتوب اوّل

اے عزیز چوں بر وفق شہود الغرق خاتم فیض یھدی اللہ لنورہٖ من یشاء درخشیدن گیرد و روائح وصول از مہب عنایت یختص برحمتہ من یشاء دروزیدن آید دریاحین انس در ریاضِ قلوب بشگفد و بلابل شوق در بساتین ارواح بہ نغمات یا اسفیٰ علیٰ یوسف چوں ہزار داستان در ترنم آید و نیرانِ اشتیاقی در کونین سرائر شعلہ بر زند و اطیارِ افکار در فضائے عظمت از غایتِ طیران بے پر شود و فحول عقول در وادیِ معرفت بے گم کند و قواعدِ ارکانِ افہام از صدمتِ ہیبت در تزلزل آید و سقفِ عزائم در بجایہ ما قدروا اللہ حق قدرہٖ بہ ریاح ھی تجری بھم فی موج کالجبال در تیہ حیرت فرو ماند امواج

دریای عشق بجهد و بجوشد و در تلاطم آید هر یکی به زبان حال ندا کند
رب انزلنی منزلا مبارکا و انت خیر المنزلین و سابقهٔ عنایت ان الذین
سبقت لهم منا الحسنی در رسد. و ایشان را به ساحل جودی فی مقعد صدق
فرود آرد و در مجلس مستان بادهٔ الست رساند مائدهٔ نعیم للذین احسنوا
الحسنی و زیاده را در پیش کشد. و کئوس وصول از جام قرب بایدی
سفرة و سقاهم ربهم شرابا طهورا گردان شود و ملک ابدی و دولت
سرمدی و اذا رأیت ثم رأیت نعیما و ملکا کبیرا مشاهده کنند.

حضرت سیدنا عبداللہ بغدادیؒ

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے حالات اور آپ کی تصانیف کے مختصر اقتباسات سے یہ اندازہ ہو گیا کہ حضرتؓ کا پیغام یا بالفاظِ دیگر اسلام کی وہ تعبیر کیا ہے جو ظاہری اور باطنی کمالات کی جامع ہے جس پر عمل پیرا ہو کر علم و عمل کے اعلیٰ ترین مدارج حاصل ہو سکتے ہیں جس سے انسان شرکِ جلی و خفی سے نجات حاصل کر کے توحیدِ خالص کی خلعت سے سرفراز ہو جاتا ہے اور دوسرے بندگانِ خدا کے لئے بھی حضور رحمۃ للعالمین کے اسوۂ حسنہ کا نمونہ اور رحمت بن کر نجاتِ دارین کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

اب حضرت محی الدین ثانی سیدنا عبداللہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات درج کئے جاتے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات، سیرت و تعلیمات کے مظاہر ہر زمانے میں پائے جاتے ہیں اور ہمیشہ پائے جاتے رہیں گے۔

بزرگانِ دین کے ذکر سے ہمارا تعلق خدا کے ساتھ مضبوط ہو جاتا ہے ذہن دنیا کی کدورتوں سے صاف اور آخرت کی یاد سے معمور ہو جاتا ہے۔ ہمارے دل میں فیضانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبول کرنے اور حضور کی محبت کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے علاوہ ہمیں ایک معیار مل جاتا ہے جس سے ہمارے لئے رہبر کی تلاش آسان ہو جاتی ہے۔

جیسی کہ دیباچے میں صراحت کر دی گئی ہے اس تذکرے کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ مطالعہ کرنے والے کو حضرت کے تمام ضروری

حالات اور نسب مبارک وغیرہ کے متعلق صحیح واقفیت بہم پہونچ جائے اور جو کچھ معلومات اب تک حاصل ہوئی ہیں وہ سب محفوظ ہو جائیں۔ رسمی ترتیب اور انداز تحریر کو نظر انداز کر دیا گیا ہے کیونکہ ان عظیم شخصیتوں کے حالات کے بیان میں انشا پردازی اور زیبِ داستاں کے لئے الفاظ کی کمی بیشی کی ذمہ داری لینے کے لئے مؤلفِ تذکرہ اپنے میں ہمت نہیں پاتا۔

نام ونسب

اسم شریف سید عبداللہ لقب محی الدین ثانی مولد بغداد شریف۔ نسب شریف ۱۲ واسطے سے شیخ الکل غوث اعظم حضرت سید محی الدین عبدالقادر جیلانی تک پہونچتا ہے۔ جو آپ کا سلسلۂ نسب ہے وہی سلسلۂ طریقت ہے۔ اپنے والدِ محترم سید عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ خانقاہ غوثیت مآب کے سجادے ہوئے اور بحکم حضرت غوثِ پاک ہندوستان تشریف لائے سن تشریف آوری بقول بعض ۱۱۸۵ھ ہے اور بقول بعض ۱۱۹۰ھ ۔ آخری آرامگاہ رام پور ہے سنہ وصال ۱۲۰۷ھ بعض ارباب تاریخ نے آپ کو بغداد شریف کا سجادہ نشین لکھا ہے اس کی تائید خود حضرت کے تحریر فرمودہ خلافت ناموں سے ہوتی ہے جہاں حضرت نے اپنے آپ کو اس طرح تحریر فرمایا ہے۔

"انا الفقیر الوری وخادم الفقرا سید عبداللہ ابن المرحوم سید عبدالجلیل القادری خادم سجادۃ جدہ سید عبدالقادر الجیلانی قدس اللہ سرہ العزیز ببغداد المحمیۃ"

حضرت کے حالات کی تفصیل کے لئے پہلے وہ تحریری بیان درج کئے جاتے ہیں جو حضرت کے عہد یا قریب ترین عہد کے ہیں اور اس کے بعد تاریخوں اور تذکروں کے اقتباسات اور اس کے بعد روایات وغیرہ۔

یہ نسب شریف حضرت بغدادی صاحبؒ نے اپنے خلافت ناموں میں تحریر فرمایا ہے جو خلفا کو عنایت فرمائے ہیں۔

نسب شریف

امام المشارق والمغارب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ

امام حسن علیہ السلام

سید حسن المثنیٰ

سید عبداللہ المحض

سید موسیٰ الجون

سید داؤد

سید محمد

سید یحییٰ الزاہد

سید عبداللہ الجیلی

سید ابو صالح موسیٰ جنگی

غوث اعظم سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سید عبدالعزیز

سید محمد ہتاک

سید حسن الموقر

سید شرف الدین

سید زین الدین

سید ولی الدین

سید نور الدین

سید حسام الدین

سید نور الدین

سید درویش

سید محمود

سید عبدالجلیل

محی الدین ثانی سید عبداللہ بغدادی رح

خلافت نامہ

حضرت سید عبداللہ بغدادیؒ بنام مولانا سید امجد علی شاہ اکبرآبادیؒ

ھذہ شجرۃ قادریۃ اصلہا اصیل وفرعہا نبیل وظلہا ظلیل وحاملہا رجل فضیل نسأل اللہ ان یرزقہ الاستقامۃ بحرمۃ المہبط علیہ الوحی والتنزیل انشیتہا ونفذتہا وانا الفقیر الیہ خادم الفقراء سید عبداللہ ابن المرحوم سید عبد الجلیل القادری خادم سجادۃ جدہ سید عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز ببغداد المحمیۃ ؁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وبہ نستعین

الحمدللہ الذی رفع غشاوۃ الغفلۃ عن بصائر اھل الوداد وھداھم بنور اصطفائہ الی اقوام مناہج الرشاد وزکی نفوسھم عن المیل الی الدنیا حتی سلکوا طریق الزھاد وحمی قلوبھم عن الزیغ بالاھواء المردیۃ بحیح

الاعتقاد واوردهم مناهل صفوة اليقين حتى انهست من
بطونهم مادة الريب والعناد وزاغت لهم كئوس الفهم
من كوائن واغب العلوم بما ترادف عليهم من الامداد تعرف
في وجوههم نضرة النعيم المعرفة ويبشر بالظفر بالمراد ونودي
في سرائرهم ان هذا الرزق ما له من نفاد والله
ذي الملكوت الابدي والجبروت السرمدي والاسم المجيد
الدائم في ملكه وبقائه المنفرد في ارضه وسمائه المتوحد في
علوه وكبريائه الذاكر من ذكره من اوليائه المجيب من تضرع
في دعائه المجمل في احسانه والائه المجزل في امتنانه وعطائه المطول
بنعمه والائه المتفضل على خلقه يوم عرضه وجزائه واحمده على ما منح
من السعادات والسداد واشكره على ما منع من موجبات الابعاد و
اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له شهادة دائمة الى
الى ابد الآباد واشهد ان محمدا عبده ورسوله المبعوث الى
كافة العباد فمنهم العارفون الذين يعملون فيما يتقرب الى الله
باحكام الكتاب ويتادبون في الاقوال والافعال بكمال الاداب
والزموا انفسهم في المساء والصباح بترك المكروه والمباح
فهنيئا لهم على ما كان منهم من الاقوال والافعال بسير سلوكهم
فما اسعد من تعلق باذيال اهل الصلاح ولا يبلغ الكمال الا بنظر
اهل الفلاح فطر ليقتحم الراقية مراتبه لوامع بوارقها اصطفائه

من بهاء الحضرة الجلالية والجمالية ثم منهم العلماء العاملون وهم الاتقياء
الاكرمون لهم الجلال الوافي والمظاهر العظيم الصافي هم ورثة الانبياء
وهم الاتقياء اهل الذوق والكشف والفهم والعطاء والفضل وخير
من علم وتعلم قال عليه الصلوة والسلام من عمل بما يعلم اورثه الله
ما لا يعلم فانوار طريقتهم على القائمين بحقوقها لائحة وانفاس طهارتها
من شمائل المتخلقين باخلاقها بائحة ومعارف الخلق لبوا طنها شارحة
وبوارق الصدق بقبول مواهبه على قلوبهم واضحة اما بعد
فهذا تلقين الذكر الشريف والخرقة الشريفة المباركة التي نفعها عام
في المسلمين وشعار للاتقياء التائبين من العلماء الراسخين
والفقراء الصالحين اذ هي خرقة العناية من الله ولباس الهداية
في الله واشارة الولاية بالله وهي حاملة روح الايمان وريحان
الاحسان من حضرة قدس العيان وتصديق العرفان فان المريد
الخالص عادل صادق الوصال وخالص كامل الاتصال وقد قال
الله تعالى يا بني آدم قد انزلنا عليكم لباسا يواري سوآتكم وريشا
ولباس التقوى ذلك خير فالغرض من اللباس الظاهر ستر العورة
وهو لباس التقوى من الوقاية والريش مما زاد على ذلك مما يقع به
الزينة التي هي زينة الله خالصة للمؤمنين في الحيوة الدنيا ويوم
القيامة فلا يحاسبون عليها واذا لبسوها بهذه النية تزينوا بها
واذا لبسوها بغير هذه النية لبسوها مرحا وخيلا فتلك زينة حيوة

امیرالمومنین علی ابن ابی طالب ابن عبد المطلب ابن هاشم ابن عبد المناف
ابن کلاب ابن مرہ ابن کعب ابن لوی ابن غالب ابن فہر ابن مالک ابن نضر
ابن کنانہ ابن خزیمۃ ابن مدرکہ ابن الیاس ابن مضر ابن نزار ابن عدنان
ابن ادد ابن الہمیسع ابن حمل ابن نبت ابن قیدار ابن اسمٰعیل ابن ابراہیم
ابن آزر ابن تارخ ابن ناحور ابن ساروغ ابن ارغو ابن فالخ ابن قینان ابن
ارفخشد ابن سام ابن نوح ابن لمک ابن متوشلخ ابن ادریس ابن مہیائیل ابن قینان
ابن انوش ابن شیث ابن آدم ابو البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلی نبینا
علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام وآدم من التراب والتراب من الارض
والارض من الزبد والزبد من الموج والموج من الماء والماء من
الدرۃ والدرۃ من القدرۃ والقدرۃ من الارادۃ والارادۃ
من علم اللہ عزوجل اما بعد فان ذلک الرجل الصالح المقبل علی مولیہ
والمعرض عمن سواہ الراغب فی الدار الاخرۃ المواظب علی الاشغال
الصلحت شاہ میر امجد علی قد جاء الینا والتمس منا کلمۃ التوحید
والسلوک فی الطریق القادریۃ فلقنتہ واعطیتہ خلافۃ انا سید عبد اللہ
کما اخذتہا من ابی سید عبد الجلیل وھو اخذ الخلافۃ ولبس الخرقۃ من ابیہ
سید محمود وسید محمود من ابیہ سید درویش سید درویش من ابیہ سید
نورالدین وسید نورالدین من ابیہ سید حسام الدین وسید حسام الدین
من ابیہ سید نورالدین وسید نورالدین من ابیہ سید ولی الدین
وسید ولی الدین من ابیہ سید زین الدین وسید زین الدین من ابیہ
سید شرف الدین وسید شرف الدین من ابیہ سید شمس الدین

الدنيا فالثوب واحد ويختلف الحكم باختلاف المقاصد ولما كان
ذكر الشريف ولباس الخرقة على الابرار وثار المتقين الاخيار وسلم
الى نيل الامال والاوطار ومنهاجا للمريدين وسبيلا للمتعبدين فقد
توسلوا بتلك الوسيلة مشائخ الصوفية اهل المراتب السنية
والاحوال المرضية المشغولين بالاذكار والافكار المسبحين الله
بالعشي والابكار وبعد فقد جاء الينا الفقير شاه مير المجد على
بصره الله لعيوب لنفسه وجعل يومه خيرا من امسه فيقول العبد الفقير
المعترف بالذنب والعجز والتقصير الراجي عفو ربه الكريم السيد
عبد الله القادري ابن المرحوم سيد عبد الجليل ابن سيد محمود ابن
سيد درويش ابن سيد نور الدين ابن سيد حسام الدين ابن سيد
نور الدين ابن سيد ولي الدين ابن سيد زين الدين ابن سيد شرف الدين
ابن سيد شمس الدين ابن سيد محمد الهتاك ابن سيد عبد العزيز ابن
سيد السادات قطب الوجود ذروة البيضاء مالك ازمة المتعرفين
راس المحبوبين الامام المنفرد الجوهر سلاب الاحوال قطب الاقطاب
غوث الاعظم الجامع فيما بين المعشوقين الشيخ محي الدين سيد عبد القادر[13]
جيلاني قدس الله سره العزيز ونور الله ضريحه ابن ابي صالح موسى
جنگي دوست[14] ابن سيد عبد الله[15] الجيلي ابن سيد يحيى[16] الزاهد ابن سيد
محمد[17] ابن سيد داؤد[18] ابن سيد موسى[19] الجون ابن سيد عبد الله[20] المحض
ابن سيد حسن[21] المثنى ابن الامام الحسن ابن الامام الاسد الله الغالب

وسید شمس الدین من ابیہ سید محمد الهناک وسید محمد الهناک من ابیہ
سید عبد العزیز وسید عبد العزیز من ابیہ قطب الاقطاب غوث الاعظم
سید عبد القادر جیلانی وقال السید عبد القادر جیلانی تلقنت الذکر و
اخذت الخلافة ولبست الخرقة من الامام الرفیق العارف باللہ
مصلحہ ابی سعید المبارک ابن علی المخزومی المشتغل الجبلی وقال ابو سعید المبارک
تلقنت الذکر واخذت الخلافة ولبست الخرقة من الشیخ ابی الحسن
علی بن محمد یوسف القرشی الهکاری وقال الشیخ ابو الحسن تلقنت الذکر
واخذت الخلافة ولبست الخرقة من الشیخ العارف تغلب المعارف
ابو الفرج یوسف الطرطوسی وقال الشیخ ابو الفرج تلقنت الذکر واخذت
الخلافة ولبست الخرقة من الشیخ ابی الفضل عبد الواحد ابن عبد العزیز
الیمنی وقال الشیخ ابو الفضل تلقنت الذکر واخذت الخلافة ولبست الخرقة
من شیخ الصوفیة وسید الطائفة حجة الدنیا والدین العارف ابی بکر ابن
دلف ابن جحدر الشبلی وقال الشیخ ابو بکر تلقنت الذکر واخذت الخلافة
ولبست الخرقة من شیخ الصوفیة وسید الطائفة حجة الدنیا والدین
ابو القاسم الجنیدی ابن محمد ابن جنید الخرازی البغدادی النهاوندی العراقی
الی الی قضاء الحی الجنید وقال الشیخ جنید تلقنت الذکر واخذت الخلافة
ولبست الخرقة من الشیخ السری السقطی وقال الشیخ السری السقطی تلقنت الذکر
واخذت الخلافة ولبست الخرقة من الشیخ صفاء الدین وقال الشیخ صفاء الدین
تلقنت الذکر واخذت الخلافة ولبست الخرقة من الشیخ اسد الدین ابی المحمود

معروف كرخي وقال الشيخ المعروف الكرخي تلقنت الذكر واخذت الخلافة ولبست الخرقة من الشيخ داؤد طائی وقال الشيخ داؤد طائی تلقنت الذكر واخذت الخلافة ولبست الخرقة من الشيخ الحبيب العجمی وقال الشيخ الحبيب العجمی تلقنت الذكر واخذت الخلافة ولبست الخرقة من الشيخ الحسن البصری وقال الشيخ الحسن البصری تلقنت الذكر واخذت الخلافة ولبست الخرقة من اسد الله الغالب امير المومنين علی ابن ابی طالب رضی الله تعالیٰ عنه وقال امير المومنين علی ابن ابی طالب تلقنت الذكر واخذت الخلافة ولبست الخرقة من حضرة سلطان الانبياء والذرة البيضاء اصل الكائنين وحار عقل العارفين فی وجدان كماله امام المرسلين شمس الجهد والرفق محمد صلی الله عليه وسلم وقال محمد صلی الله عليه وسلم اخذت من اخی جبرئيل عليه السلام بامر رب العالمين ووصيته بالذكر والصلوٰة وان يامره لنفسه بما امر الله وينهی نفسه عما نهی الله وان يحب الفقراء والمساكين وان يكون بجهد وجه رب العلمين وان يلقن كلمة التوحيد وان يعطی الخلافة للمستحقين وان يكون مواظبا علی الصلوٰة الخمس وصلوٰة الاشراق والضحی وصلوٰة آخر الليل وان يلقن الذكر ليلة الجمعة وليلة الاثنين وان يربی المريدين وان يحمل الاذی ويترك الاذی عمن ظلمه وايضا قال رسول الله صلی الله عليه وسلم اهل بيتی كسفينة نوح من ركبها نجی ومن تخلف عنها غرق و بعد ان هذا الرجل الصالح شاه مير احمد علی امره من امرنا من خالفه فقد خالفنا ومن خالفنا فقد خالف جدنا ومن خالف جدنا فقد خالف الله المؤلف تالف والله علی ما نقول وكيل وصلی الله علی خير خلقه محمد وآله واصحابه اجمعين ۃ

یہ استشہاد مولانا سید امجد علی شاہؒ کا نوشتہ ہے جس میں حضرت بغدادی صاحبؒ کی آگرہ تشریف آوری اور علمائے خلافت کا ذکر ہے۔

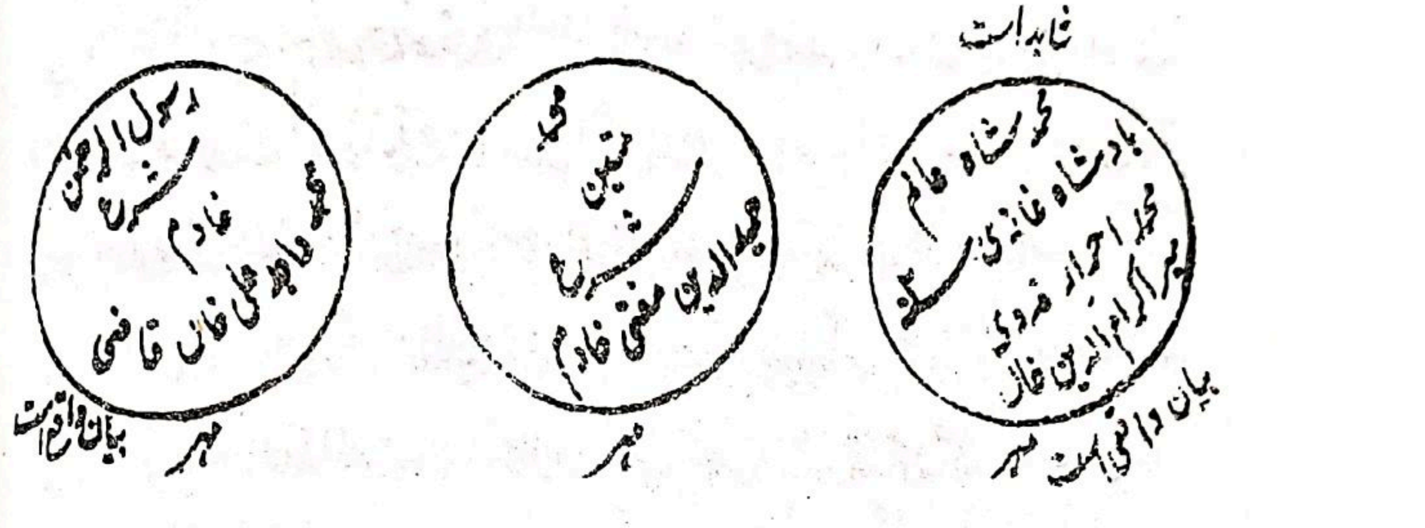

گواہی کی طلبیدہ و استشہادی خواہد اضعف عباد اللہ سید امجد علی ولد مولوی سید[1] احمد علی ولد مولوی سید الہام اللہ[2] ولد مولوی سید خلیل اللہ[3] ولد مولوی سید فتح محمد[4] ولد سید ابراہیم[5] قطب مدنی ولد سید حسن[6] ولد سید حسین ولد سید عبد اللہ[8] ولد سید معصوم[9] ولد سید عبد اللہ نجفی ولد سید حسن[11] ولد سید جعفر[12] مکی ولد سید مرتضیٰ[13] ولد سید مصطفیٰ[14] حمید ولد سید عبد القادر[15] ولد سید عبد الصمد[16] کاظم ولد سید عبد الرحیم[17] ولد سید مسعود[18] ولد سید محمود[19] ولد سید حمزہ[20] ولد سید عبد اللہ[21] ولد سید نقی[22] ولد سید علی[23] ولد سید محمد اسد اللہ[24] ولد سید یوسف[25] ولد سید یعقوب[26] ولد سید اسحاق[27] ولد امام المغارب و المشارق امام جعفر[28] صادق علی محمد و علیہم السلام از کافۂ اہل اسلام خصوصاً مشائخ کرام و سادات عظام ساکنین اکبرآباد برین معنی کہ چون جناب مستطاب معلی القاب سلطان المحققین و برہان المدققین قدوۃ الاولیاء کاملین زبدۃ العرفاء المکین

سراج الشریعة برهان الحقیقة فرزند بجان پیوند رسول قرهٔ باصرهٔ علی و بتول
گوهر یکتای وجود ماهی عمان شهود فرزند محبوب سبحانی غوث اعظم ثانی سیدنا
و مولانا و ملاذنا و معاذنا سید عبد الله بغدادی قادری ولد سید عبد الجلیل ولد
سید محمود ولد سید درویش ولد سید نور الدین ولد سید حسام الدین ولد سید
نور الدین ولد سید ولی الدین ولد سید زین الدین ولد سید شرف الدین ولد
سید شمس الدین ولد سید محمد هتاک ولد سید عبد العزیز ولد سید السادات
قطب الاقطاب فرد الاحباب میران محی الدین ابو محمد سید عبد القادر جیلانی قدس الله
اسرارهم بحسب تقدیرات ایزدی و عنایات سرمدی در اکبرآباد آمده رونق افروز
تاج گنج شدند و صحیح و شریف صغیر و کبیر مقدم سامی را از مغتنمات دانسته بخدمت
والا بنا بر طلب فیض رسیدند و دولتها بیعت و تقبیل الاقدام حاصل نمودند منجمله
آنها این کمترین خلائق بحکم جذب قوی آن جناب مجذوبانه از سر قدم ساخته
مانند ذرهٔ بی مقدار بجناب آن مهر انور کرامت رسیده هر چند دیده را به کف
پای مبارکش سوده خاک قدم او را سرمهٔ دیدهٔ خود نمود بحکم عنایت حضرت
غوث صمدانی که بحال این احقر الناس مبذول است سر این عاصی را بسینه
بی کینه رسانیده در مجمع کثیر فرمودند که یا ولدی سید احمد علی من در اکبرآباد بحکم
جد خود حضرت غوث الاعظم قدس سره آمده ام تا ترا خرقهٔ بزرگان و کلاه و علم
خلافت عنایت سازم اتباعاً للحکم الشریف درین جا رسیده ام مبارکباد ترا که
این دولت سرمدی بی طلب و بی سعی و تردد تو نصیب تو شده است این
سعادتمندی تست از استماع این مژدهٔ روح افزا دلم بغم ندا که مثل وحی خدا

فارغ و خالی از کذب دریا بود یا مائدہ عیسیٰؑ یا من و سلویٰ بود کہ از آسمان رسید
در پیرہنِ خویش نہ گنجیدم و نظر بعدم لیاقتِ ظاہری و باطنی خود نمودہ مثل نقشِ
دیوار خاموش گردیدم و از کمال شادی بہ عالمِ بےخودی رفتم چوں بہ ہوش
آمدم بہ بیانِ ناقص عرض نمودم کہ یا سیدی از مورچہ ضعیف بارِ کوہ برداشتن
ممکن عقل نیست تبسم نمودہ فرمودند واللہ غالب علیٰ امرہ ولکن اکثر الناس
لایعلمون۔ این منصب والا جدی حضرت غوثِ اعظم قدس سرہٗ بتو عنایت فرمودہ اند
از دستِ من بگیر و قدرتِ خدا را تماشا کن یفعل اللہ ما یشاء جناب ایشان در آن
روز سیاہ را بیک نظرِ قطب وقت فرمودند تو کہ شریفِ قوم و صاحبِ علم ہستی
و سیادت و نسبت بہ درویشان داری و پدرِ تو ہم نسبت بہ این سلسلہ علیہ
دارد واگر ترا بہ شفقتِ خویش باین نعمت نوازند چہ دور است الغرض چند
روز بسبب موانع گوناگوں کہ تحریر آں موجب تطویلِ کلام است این مقدمہ در
تاخیر ماند چوں کوکب وقت طلوع کرد و اخترِ بخت یاری نمود آں آفتابِ برجِ ولایت
این ذرہ خاکسار را بروزِ یازدہم طلب نمودہ بحضورِ مجمع کثیر از شرفا و نجبا و مشائخ بدستِ
مبارکِ خویش خرقۂ خلافت پوشانیدند و کلاہِ فرقِ مبارک بر سر این خاکسار
نہادند و علمِ قادری و خلافت نامہ کہ بالفعل در دستِ داعی است کرامت فرمودند و
مریداں را حکم شد کہ قائم مقام و نائب مناب من دانستہ در فاتحہ یازدہم
ہر ماہ خصوصاً در یازدہم کلاں مدد و معاون این خلیفہ باشند و نیازِ جدِ من باین
رسانند و یک سر مو از حکم او انحراف ننمایند و ہر کہ خلاف او کند خلاف من و خلافِ
جدِ بزرگوارِ من است و در ہمیں روز جامع کمالاتِ صوری و معنوی اخوی خواجہ محمد بیر

را خرقهٔ خلافت و کلاهِ خاص و علم مرحمت شد و من بعضیه آن جامع المعقول مع المنقول
مولوی شمس الضحیٰ و سیادت پناه و مشیخت دستگاه سید حسن علی را خرقه و کلاه
و خلافت نامه مفوض شد و چون آن قبلهٔ حقیقی از اکبرآباد بطرف بنارس که
الحال مزار مبارک در انجا است نهضت فرمودند بدان بلده رسیده این
عاصی را طلب نموده خلعت خاصه و دستارِ فرق مبارک و پنجهٔ بغدادی و
علم نامه بخشیدند چنانچه دران پنجه که ساخته بغداد شریف است در مشبکه
نوشته اند یا سید سلطان عبد القادر جیلانی شیئاً لله المدد و کنده کرده اند
آن قبله وقتِ تشریف آوری بطرفِ هندوستان از بغداد آورده بودند
ارشاد می شد که این علم مبارک بر بالین مزار فائض الانوار جدی و سیدی
غوث الثقلین قائم می ماند و من این را بهندوستان آورده بودم الحال امانت
آن بزرگِ دو جهان بتو حسب الامر و الاهی دهم تعظیم او بواقعی خواهی نمود چنانچه حقه
آن علم محترم بالفعل نزد این نابکار موجود است و در مجلس یازدهم و غیره در مکانی
که در کشرهٔ ابریشم است و مالکانِ آن نیاز حضرت غوث اعظم کرده اند استفاده
می شود و هزاران طالب و مرید دران روز زیارت او می کنند حاصل الکلام
هشت سال بر این امر گذشته است که ببرکت ارشاد آن غوث اعظم ثانی
روز بروز ترقیات ظاهری و باطنی نصیب این عاصی است و بمقتضای
عزامی الملک و الدین توامان علو و درجات معصوم این احقر گردید که تا الحال که
سنه هجری یک هزار و دو صد و شانزده (سنه ۱۲۱۶ھ) است قریب هزار کس
داخلِ سلسله آن عالی نسب شده اند و بفحوای یدخلون فی دین الله افواجا

منہا آدمی نیک بخت ازلی از دکن و خاندیش و مالوہ و مشرق و پنجاب و
دیگر اطراف مستفیدِ دین قادری می شوند با وجودِ موانع ظاہری و باطنی در
سایۂ علم فرزندِ خاص حضرت پیرِ دستگیر رضی اللہ عنہ می آیند و فیضہا موافق
قسمتِ خود از آں جناب والا می برند ذٰلک فضل اللہ یعطیہ من یشاء واللہ
ذو الفضل العظیم و چوں ایں ناہموار نابکار را امر شدہ بود کہ ہر کرا مناسب
ولایت ایں منصب معلوم کنی از جناب مرشد عالم میراں محی الدین روح اللہ روحہ
بطریق استخارہ کہ طور و ترتیب آں معلوم گشت دریافتہ و تحقیق نمودہ خرقۂ خلافت
آنرا تفویض نمائی حسب الامر آں پیرِ طریق و مرشدِ صحبت بشرطِ مذکور فرزندِ ارجمند
سید منور علی را مرید کردم و خلافت دادم و شیخ شرف الدین ہم بایں نعمت
ممتاز شد و علیٰ ہذا القیاس قاضی سید علی را کہ ساکن ریواڑی است و
شیخ قادر بخش را کہ از شرفائے گوالیار است و غنی خاں را کہ از کلانانِ
شاہجہاں پور است خرقۂ خلافت پوشانیدہ رخصت نمودہ تا سلسلۂ علیہ
عالیہ عہد اللہ مشائخ قادری شایند و کلمۃ الحق طالبان را بیاموزند و ثوابِ آں
بارواحِ بزرگانِ ما بخشند. ایں چند کلمہ بطریقِ اظہارِ حق و نفس الامر کہ چوں آفتاب
روشن است تنظیم آمد ہر کس کہ ازیں کلمات کہ رافع شبہاتِ باطلہ اند
واقف شدہ باشد یا بشہادتِ شہود یا بکشف گردیدہ مہر و گواہی بریں قرطاس
ثبت نماید یا اجازت دہد تا عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور گردد۔

حاشیے پر مشائخ اور عمائدین کی شہادتیں تصدیقیں اور مہریں ہیں.

یہ تحریر حضرت بغدادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص خلیفہ مولانا سید امجد علی شاہ صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جو ۱۲۱۶ ہجری میں حضرت بغدادی صاحبؒ کے وصال کے ۸ - ۹ سال کے بعد لکھی گئی ہے اور کئی اعتبار سے اہم ہے اس کی پوری عبارت کے ترجمے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اس لئے صرف ان سطروں کا ترجمہ اور خلاصہ درج ہے جس سے حضرت بغدادی صاحب کے تذکرے کا تعلق ہے

ضروری عبارت کا ترجمہ :-

"جب فرزند محبوبِ سبحانی حضرت سید عبداللہ بغدادی قادریؒ آگرے تشریف لائے اور محلہ تاج گنج میں قیام فرمایا تو میں بھی حاضرِ خدمت ہوا اور قدم بوسی کی۔ حضرت نے میرا سر اپنے سینے سے لگا لیا اور مجمع کثیر کے سامنے فرمایا اے میرے بیٹے امجد علی میں آگرے میں اپنے جد حضرت غوثِ اعظم کے حکم سے اس لئے آیا ہوں کہ تمہیں خرقۂ بزرگان، کلاہ، قلم اور خلافت عنایت کروں۔ میں حضرت غوثِ پاک کے حکم کے اتباع میں یہاں تک پہونچا ہوں۔ تمہیں مبارک ہو کہ یہ دولت بے مانگے مل رہی ہے۔ یہ سُن کر خوشی کی حد نہ رہی اور مجھ پر ایک بے خودی طاری ہو گئی جب مجھے ہوش آیا تو میں نے عرض کیا اے میرے آقا کمزور چیونٹی سے پہاڑ کا بوجھ کیسے برداشت ہو سکتا ہے۔ حضرت نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ واللہ غالب علی امرہٖ ولکن اکثر الناس لا یعلمون (قرآن) یہ منصب میرے جد حضرت غوثِ اعظم قدس سرہٗ نے تمہیں عنایت فرمایا ہے۔ میرے ہاتھ سے لو اور قدرتِ قادر کا تماشا دیکھو یفعل اللہ ما یشاء حضرت غوثِ پاک نے ایک دزدِ روسیاہ کو ایک نظر میں قطبِ وقت بنا دیا تھا تم تو شریف قوم اور صاحبِ علم ہو سید ہو اور درویشوں سے نسبت

رکھتے ہو تمہارے والد بھی اسی سلسلے سے تعلق رکھتے ہیں اگر تمھیں اپنی شفقت کی وجہ سے اس نعمت سے نوازا گیا تو کیا بعید ہے۔ پھر چند موانعات کی وجہ سے کچھ تاخیر ہوتی رہی یہاں تک کہ گیارہویں کے دن مجھے طلب فرمایا اور شرفا بھی اور مشائخ کے ایک بڑے مجمع کے سامنے اپنے ہاتھ سے مجھے خرقۂ خلافت پہنایا اور اپنے سر مبارک کی کلاہ میرے سر پر رکھی اور علم قادری اور خلافت نامہ جو میرے پاس موجود ہے عطا فرمایا اور مریدوں کو حکم دیا کہ ان کو میرا قائم مقام اور نائب سمجھتے ہوئے ہر مہینے کی گیارہویں اور خاص کر بڑی گیارہویں کی فاتحہ میں ان کے ہمراہ معاون رہیں اور میرے جد کی نیاز ان کو پہنچائیں اور بال برابر ان کے حکم سے انحراف نہ کریں جو کوئی ان کے خلاف ہوگا وہ میرے اور میرے جد بزرگوار کے خلاف ہے۔ اور اسی روز خواجہ محمد میر صاحب کو خرقۂ خلافت کلاہِ خاص اور علم مرحمت فرمایا اس کے بعد مولوی شمس الہٰی اور سید حسن علی صاحب کو خرقۂ خلافت کلاہ اور خلافت نامہ عطا ہوا۔ جب حضرت قبلۂ حقیقی آگرے سے رامپور تشریف لے گئے جہاں حضرت کا مزار مبارک ہے تو وہاں پہونچ کر مجھے طلب فرمایا اور وہاں خلعتِ خاص، دستار اپنے سر مبارک کی، اور پنجۂ بغدادی اور علم نامہ مرحمت فرمایا یہ پنجہ بغداد شریف کا بنا ہوا ہے اور اس میں "یا سید سلطان عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ المدد" کندہ کیا ہوا ہے یہ علم حضرت بغداد شریف سے ہندوستان تشریف آوری کے وقت ساتھ لائے تھے فرمایا کہ یہ علم مبارک میرے جد اور میرے آقا غوث الثقلین کے مزار اقدس کے سرہانے ایستادہ رہتا تھا میں اسے ہندوستان لے آیا تھا اب

حضرت کی یہ امانت ان کے حسب الامر تمھیں عنایت کرتا ہوں اس کی تعظیم جیسی چاہیے ویسی کرنا چنانچہ وہ علم شریف میرے پاس ہے اور مجلس یازدہم وغیرہ میں ایک مکان میں جو کٹرہ آبریشم[1] میں ہے اور جس کے مالکوں نے وہ مکان حضرت غوث اعظم کی نذر کر دیا ہے ایستادہ ہوتا ہے اور ہزاروں مریدین اور طالبین اس روز اس کی زیارت کرتے ہیں۔ آٹھ سال[2] اس واقع کو گزر چکے ہیں اور حضرت غوث اعظم ثانیؒ کے ارشاد کی برکت سے ترقیات ظاہری و باطنی مجھے نصیب ہو رہی ہیں اس وقت کہ سن بارہ سو سولہ ہجری ہے قریب ایک ہزار آدمی سلسلے میں داخل ہو چکے ہیں اور سیکڑوں آدمی دکن، خاندیش مالوہ، مشرق، پنجاب اور دوسرے شہروں سے آکر دین قادری سے مستفیض ہوتے ہیں ...."

---

[1] یہ مقام محلہ تاج گنج آگرہ میں اب تک موجود ہے اور آستانہ کہلاتا ہے جب سید منور علی شاہ صاحبؒ نے میوہ کٹرہ آباد فرمایا تو وہیں آستانہ بھی تعمیر کرایا جہاں اُس زمانے سے اب تک علم بغدادی ایستادہ کیا جاتا ہے اور یازدہم شریف ہوتی ہے ریشم کے کٹرے میں جو آستانہ ہے وہاں اب گیارہویں کی محفل کی بجائے تبرکات رکھے جاتے ہیں اور مجالس وغیرہ ہوتی ہیں۔

[2] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بغدادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو علم شریف مولانا امجد علی شاہ صاحب کو عنایت فرمایا تھا وہ وصال کے قریب ہی زمانے میں عطا فرمایا تھا۔

شجرۂ طریقت اور خلافت نامے جو عطا کئے جاتے ہیں وہ اشیاخ متقدمین سے سلسلہ بہ سلسلہ چلے آتے ہیں ان میں کوئی حرف بھی تبدیل نہیں کیا جاتا سوائے اس کے کہ ناموں میں اضافہ اور تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ شیخ سلسلہ کے نام کا اضافہ ہو جاتا ہے اور اجازت و خلافت پانے والے کا نام بدل جاتا ہے چنانچہ حضرت بغدادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جو خلافت نامے عربی زبان میں ہیں وہ اسی انداز کے ہیں اور آج بھی سجادہ نشینانِ بغداد میں وہی رائج ہیں.

اب تک دو خلافت نامے جو ہماری نظر سے گزرے ہیں اسی نہج کے ہیں ایک خلافت نامہ حضرت مولانا شاہ نیاز احمد رحمۃ اللہ علیہ کا اور ایک خلافت نامہ حضرت مولانا امجد علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اور ان دونوں خلافت ناموں میں مذکورہ بالا فرق کے سوا ایک لفظ کا بھی فرق نہیں ہے ان دونوں خلافت ناموں پر تاریخ تحریر بھی نہیں ہے لیکن ان خلافت ناموں کے علاوہ حضرت بغدادی صاحبؒ نے ایک مخصوص اجازت نامہ فارسی میں حضرت مولانا امجد علی شاہ صاحب کو عنایت فرمایا تھا اس کا انداز تحریر اور عبارت دوسرے خلافت ناموں سے علحدہ ہے یہ خلافت نامہ حضرت امجد علی شاہ صاحبؒ کے خاندان میں محفوظ چلا آرہا ہے اس خلافت نامے کو ہم حضرت بغدادی صاحبؒ کی تحریر کے نمونے کے بطور پیش کر رہے ہیں کیونکہ اب تک اس تذکرے میں حضرت کی کوئی تحریر نہیں پیش کی جاسکی ہے۔ اس خلافت نامہ پر حضرت کی دو مہریں ہیں اور تحریر تاریخ چھبیس شعبان ۱۲۴۳ھ درج ہے

الواثق بعبد اللہ العلی سید عبداللہ بغدادی

نقل خلافت نامہ

الله ناصر سیدی عبد الله القیوم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ آلسد خیر عما یشرکون مدعا از تحریر این سطور آنکہ منکہ سید عبد اللہ ولد سید عبد الجلیل مرحوم ابن غوث ام درین ولا بامر ازلی وحکم لم یزلی خلافت سلسلۂ قادریہ لیغفر زنیلہ ابجمیند بجال پیوندا عز مکرم عند غوث اعظم سید امجد علی ابن مولوی احمد جعفری تفویض نمودم ومختار امرارشاد نمودم کافۂ مریدان وجمہور معتقدان مارا واجب ولازم است کہ معزالیہ را خلیفہ با استقلال قائم مقام ونائب این جانب دانستہ در اتباع امر ورضا جوئی او سعی بلیغ نمایند وہیچ وجہ از مرضی او تخلف نہ ورزند ودر جمیع امور استمداد از وبہ طلبند ودر فاتحہ حضرت غوث الاعظم شریک او باشند ومعزالیہ را امر نمودم کہ مرید در سلسلۂ این جانب بگیرد وشجرہ نوشتہ بنام خود بدہد ومریدان کہ سابق از خلافت او ارادت باو داشتند مریدان این جانب اند آنہا لازم است کہ زیادہ از سابق بمعزالیہ اعتقاد دارند وتخلف نہ ورزند وہر کس را کہ اہل دانستہ خلیفہ خود نماید مختار است در سلسلۂ چشتیہ نقشبندیہ وغیرہ کہ از پیر بیعت او سید ضیاء الدین بلخی قدس سرہٗ اجازت بمعزالیہ موصوف رسیدہ نیز مریدان[1] نماید وتعلیم کند مختار ومطلق العنان است ہر کہ رضائے ما طلبد رضائے او بجوید وہر کہ او را ناخوش کند ناخوشی این جانب است رضائنا فی رضائہ وسخطنا فی سخطہ این چند کلمہ بطریق اسنادنامہ ووثیقہ استخلاف نوشتہ دادہ شد تا سند باشد تحریر بتاریخ بیست وششم شعبان سنہ ۱۲۰۳ھ

---

[1] حضرت بغدادی صاحبؒ نے اس تحریر کی رو سے مولانا سید امجد علی شاہ صاحب کو اجازت دی تھی کہ وہ ان سلسلوں میں بھی لوگوں کو بیعت کر سکتے ہیں جو انھیں ان کے پیر بیعت سید ضیاء الدین بلخیؒ سے پہونچے ہیں مگر جہاں تک تحقیق ہے مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بغدادی صاحبؒ سے خلافت حاصل کرنے کے بعد کسی کو دوسرے سلسلوں میں بیعت نہیں فرمایا یہاں تک کہ اپنے صاحبزادے سید منور علی شاہ صاحبؒ کو جب سجادہ کیا تو حضرت بغدادی کا خاندانی سلسلہ ہی سجادہ کیا اور کسی سلسلے کا نہ تذکرہ فرمایا نہ اس کی اجازت دی۔

تذکرے اور تاریخیں

"سید حضرت عبداللہ بغدادیؒ از اولاد شیخ محی الدین محمد عبدالقادر جیلانی
قدس سرہ العزیز بودہ مذہب حنفیہ و مشرب قادریہ داشت و در سال یک ہزار
و یک صد و ہشتاد و پنج (۱۱۸۵ھ) سال دوازدہم از جلوس شاہ عالم عالی گوہر
بادشاہ بعد حصول زیارت بیت اللہ وارد ہندوستان شدہ چندے در
عظیم آباد پٹنہ توقف ورزیدہ خلفا را کہ عنقریب احوال ایشاں می نگارد بجائے
خود گذاشتہ کوچ نمود نقل مکان در باڑھ ثم راقم فرمود فردائے آں کلکتہ رفت
و بعد ازاں جا نیز لوائے مشیخت بخوبی برافراخت سپس روانہ بغداد شدہ چند
در آنجا بلدہا (کذا) آمدہ باز عزم توجہ بہ ہند افراشت و چوں بدارالخلافہ شاہجہاں آباد
شاہ عالم عالی گوہر بادشاہ واردو آں بزرگوار را غنیمت شمردہ برائے ملاقات
رفت و فرمان چند دیہات قرب و جوار دارالخلافہ شاہجہاں آباد برائے مطبخ
ایشاں تواضع نمود بعد ازیں در رام پور آمد فیض اللہ خاں پسر علی محمد خاں
مقدم ایشاں را زیارت گاہ (کذا) دانستہ بتواضع و تعظیم بسیار از بسیار
پیش آمد و ارادت و اعتقاد مفرط بہم رسانیدہ متکفل بودہ باش گردید و
جم غفیر و مردم کثیر مرید و معتقد آں بزرگ شدند و خدمت نمایاں بجائے
آوردند آں درویش از عمدہ مشائخ کبار بغداد و ہندوستان بود و شانے
بزرگ داشت در علم تفسیر و حدیث و فقہ و سیر مہارت نیکو (کذا) راقم نا

از ابتدائے ورودِ ہند بجناب ایشاں ارادتے بود اکثر در مجالس و محافل
آں بزرگ حاضر می شد۔ بتاریخ چہار دہم محرم الحرام روز یکشنبہ وقت
اوّل نمازِ مغرب (۱۲۰۷ہجری) یک ہزار و دو صد و ہفت ہجری نبوی
صلی اللہ علیہ وسلم طائر روحش جانب شجرہ طوبیٰ پرواز نمود ہماں جا مدفون
ساختند در رشتہ زندگانی قریب ہفتاد و چند سال کشید و از خلفائے ایشاں
بہ راقم معلوم است و در عظیم آباد پٹنہ مقیم اند شیخ خیر الدین و شاہ باب اللہ
و سید حاجی نام دارند و در مذہب حنفیہ و مشرب قادریہ مریداں را ارشاد
می نمایند۔

تالیف محمدی مصنف محمد علی انصاری
صفحہ ۱۰۰ خدا بخش لائبریری نمبر کتاب ۱۰۲

خلاصہ اور ترجمہ :-

"حضرت سید عبداللہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد میں تھے۔ ان کا مذہب حنفی اور مشرب قادری تھا۔ سنہ ۱۱۸۵ ہجری میں بیت اللہ شریف کی زیارت کے بعد ہندوستان تشریف لائے۔ چند روز عظیم آباد پٹنہ میں قیام فرمایا۔ وہاں سے کلکتہ تشریف لے گئے اور پھر بغداد شریف واپس ہو گئے اور پھر دوبارہ ہندوستان تشریف لائے۔ دہلی میں شاہ عالم نے خدمتِ عالی میں حاضری دی اور چند گاؤں نذر کئے۔ اس کے بعد رام پور تشریف لائے وہاں نواب فیض اللہ خاں بہت ہی زیادہ عقیدت سے پیش آئے اور رام پور میں مستقل قیام کرنے کی درخواست کی۔ رام پور میں حضرت سے بہت لوگ مرید ہوئے۔ حضرت ہندوستان اور بغداد کے عظیم المرتبت مشائخ میں تھے اور بڑی عالی شان رکھتے تھے۔ علم تفسیر، حدیث، فقہ، اور سیر، میں بڑی اچھی مہارت رکھتے تھے راقم (تالیف محمدی کا مصنف) حضرت کی تشریف آوری کی ابتداہی سے ارادت واعتقاد رکھتا تھا اور اکثر حضور کی مجلس میں حاضر ہوتا تھا محرم کی چودہ تاریخ اتوار کے دن مغرب کی نماز کے اوّل وقت سنہ ۱۲۰۷ ہجری میں حضرت نے وصال فرمایا اور رام پور ہی میں حضرت کو دفن کیا گیا۔

عمر شریف ستر سے چند سال زیادہ تھی۔ حضرت کے جن خلفا کا مجھے علم ہے اور جو عظیم آباد پٹنہ میں مقیم ہیں وہ یہ ہیں۔ شیخ خیر الدین۔ شاہ باب اللہ۔ سید حاجی یہ سب حنفی ہیں اور مریدوں کو خدا کا راستہ بتاتے اور تعلیم دیتے ہیں۔"

مختصر حال

حضرت سید عبد اللہ قادری بغدادی قدس سرہٗ العزیز کا

آپ دہلی سے رونق افروز رام پور ہوئے۔ نواب فیض اللہ خاں صاحب والی رام پور مرید ہوئے اور وہ بہت خدمت گزار اور عقیدتمند تھے۔ سید صاحب قدس سرہٗ نے ایک عالیشان مسجد اور چہار دیواری اور مکانات تیار فرمائے ہر چند نواب صاحب نے عرض کیا کہ اس کام کے واسطے روپیہ میں نذر کرتا ہوں آپ نے قبول نہیں فرمایا اور جس مصلے پر آپ تشریف فرما تھے تمام دن جس خرچ کی ضرورت ہوتی اسی کے نیچے سے نکال کر دیا کرتے تھے ایک روز ایک مزدور نے یہ خیال کر کے کہ سید صاحبؒ کا سب روپیہ وغیرہ اس مصلے کے نیچے گڑا رہتا ہے رات کو اگر اس جگہ کو کھودا کچھ برآمد نہیں ہوا نادم ہو کر اس زمین کو ویسے ہی برابر کر دیا۔ اگلے روز پھر سید صاحبؒ نے اسی مصلے پر تشریف رکھی اور تمام دن جس کام کی ضرورت ہوئی اسی کے نیچے سے نکال کر دیا شام کے وقت جب سب کو مزدوری تقسیم فرمائی تو اس کو دوگنی مزدوری مرحمت فرمائی اور فرمایا کہ ایک آج دن کی اور ایک رات کی ہے وہ مزدور بہت شرمندہ ہوا اور قدموں پر گر گیا اور قصور معاف کرایا۔

حضرت سید صاحب قدس سرہٗ العزیز اپنے ہمراہ بغداد شریف سے

قدم شریف لائے تھے اور حسب وصیت سید صاحب قدس سرہٗ وہ
آپ کے مزار مبارک پر بمقام رام پور نصب ہے۔ حضرت سید صاحبؒ نے
تاریخ ۱۴ محرم ۱۲۰۷ھ روز یکشنبہ کو اس عالم سے پردہ فرمایا آج تک وہ
مزار پر انوار زیارت گاہِ خلایق ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کے مزار مبارک پر ایک عالی شان گنبد بنا ہوا ہے اور اس کے
دروازے پر یہ تاریخ وصال کندہ ہے۔

دریغا حسرتا قطبِ معظم چراغ دودمانِ غوثِ اعظم

الی آخرہ

کرامات نظامیہ مولفہ مولانا محمد فایق صاحبؒ مرحوم
مطبوعہ مطبع نامی میرٹھ

"جب دہلی میں حضرت نیاز بے نیاز رحؒ کے کمال کی شہرت ہوئی تو حاسدوں نے یہ مشہور کیا کہ ان کو کسی سے بیعت ہی نہیں[1] کمال کیا ہو گا یہ سن کر نیاز بے نیاز رحؒ کو سخت ملال ہوا کئی روز کے بعد مولانا (فخر الدین دہلوی) رحمۃ اللہ علیہ صبح کے وقت مکان سے برآمد ہوئے سب خدام سلام کے لئے حاضر تھے مولاناؒ نے نیاز بے نیازؒ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میاں آج شب کو حضرت پیران پیر قدس اللہ سرہٗ العزیز نے تمھاری بیعت اپنے دستِ مبارک پر قبول فرمائی اور مجھ کو ایک صورت دکھلائی ہے اور فرمایا کہ اپنی خاص اولاد میں سے ان کو بھیجتا ہوں بظاہر ان کے ہاتھ پر تکمیل کرا دینا یہ سن کر نیاز بے نیازؒ نے مولاناؒ کے قدم چومے۔

اس بات کو چھ مہینے گزر گئے کہ ایک دن مولاناؒ صبح کو برآمد ہوئے اور فرمایا کہ حضرت پیران پیر قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ ہمارے فرزند کو سلہ آج تین روز دہلی پہونچے ہوئے گزرے اور تم ان سے غافل ہو یہ فرما کر لوگوں کو تلاش کے لئے بھیجا ان میں سے ایک شخص نے آکر بیان کیا کہ ایک صاحب

---

[1] حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ نے حضرت نیاز بے نیاز کو اپنا دامن ہاتھ میں دے کر بیعت لی تھی ہاتھ پر ہاتھ ادب کی وجہ سے نہیں رکھا تھا کیونکہ حضرت نیاز بے نیازؒ کے نانا مولانا سید الدین رضوی نے مکتب کے وقت اپنا ہاتھ حضرت نیاز بے نیاز کے ہاتھ پر رکھدیا تھا۔ حضرت مولانا سید الدین رضوی حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ کے خلیفہ اور اس طرح حضرت مولانا فخر رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار اور شیخ طریقت حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کے ہم خرقہ تھے اور مولانا فخرؒ نے آپ سے فیض بھی حاصل کیا تھا یہ وجہ تھی کہ بپاس ادب مولانا فخر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نیاز بے نیاز کے ہاتھ پر ہاتھ نہ رکھا اور یہ بہانہ معترضین کو ہاتھ آگیا۔ ماخوذ از کرامات نظامیہ صفحہ ۱۷

بغداد شریف کے رہنے والے جامع مسجد دہلی میں مقیم ہیں آپ نے ان کی وضع اور قطع دریافت فرمائی جیسا مولانا نے عالم رویا میں دیکھا وہی وضع اور قطع اُس نے بیان کی یہ سُن کر مولانا نے مٹھائی لانے کا حکم دیا جب مٹھائی آگئی تو اس کو خوان میں رکھ کر اس خوان کو اپنے سر پر اُٹھایا ہر چند خادموں اور خلفا نے عرض کیا کہ یہ ہمارا کام ہے حضور ہم کو دیں مولانا نے قبول نہیں فرمایا اور اس حیثیت سے کہ مٹھائی کا خوان سر پر اور داہنے ہاتھ سے ہاتھ حضرت نیاز بے نیاز کا پکڑے ہوئے دہلی کی جامع مسجد میں داخل ہوئے دیکھا کہ مسجد کے بیچ کے در میں جو صاحب بیٹھے ہوئے ہیں یہ وہی صاحب ہیں جن کی صورت مجھے دکھلائی گئی تھی اور ان بزرگ نے جن کا اسم مبارک سیّد عبداللہ بغدادیؒ ہے حضرت نیاز بے نیازؒ کو دیکھ کر فرمایا کہ انہی کی صورت مجھ کو دکھلائی گئی تھی جن کے لئے میں بھیجا گیا ہوں غرض کہ خوان مٹھائی کا حضرت مولاناؒ نے سر سے اُتار کر حضرت عبداللہ بغدادی قدس سرہ العزیز کے سامنے رکھا اور آپ نے وہیں محراب مسجد میں بعد ادائے دوگانہ تحیت و دعائے ماثورہ خاندانی کے بیعت فرمائی اور ہر قسم کی تعلیم اور تلقین سے آپ کو مالامال کردیا علاوہ اشغال کے باون طریقے سے ذکر نفی اثبات تعلیم ہوا جو خدام حقیقی میں موجود ہے اور عربی میں خلافت نامہ لکھکر جو مزین پانچ مہروں سے ہے معہ اپنی دستار کے مرحمت فرمایا جو تبرکاً اس وقت تک خانقاہ میں موجود ہے اور نیز اپنی صاحبزادی کا نکاح حضرت نیاز بے نیاز قدس سرہٗ العزیز کے ساتھ کر دیا جو چند سال کے بعد لاولد اس عالم فانی سے عالم جاودانی کو روانہ ہوئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

کرامات نظامیہ صفحہ ۱۹-۲۰

ذکر شاہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

"اسم شریف سید عبد اللہ است و ایشان سجادہ نشین بغداد بودند و انتساب نسبت باطن و نسبِ ایشان بیازدہ واسطہ بہ سید عبد العزیز بغدادیؒ فرزند حضرتِ غوث الاعظم قدس اللہ سرہما میرسد مزار سید عبد العزیز در قصبہ آگرہ است کہ از بغداد سہ فرسنگ است۔ گویند از قضائے الٰہی پسر ایشان انتقال کردہ بود از فراق آں فرزند ارجمند غربت سفر اختیار کردہ از بغداد در ہندوستان تشریف آوردند و اہلِ طریقہ ایشان می گویند کہ چوں در شاہجہان آباد رسیدند مولانا فخر الدینؒ و مرزا مظہر جانجاناں و ظفر علی شاہ و شاہ آبادانی و میر نالہ و میر فتح علی کمال تعظیم و تکریم نمودہ پالکیِ ایشان را بردوش نہادند و اہلِ طریقہ اخوند فقیر صاحب می گویند کہ ایشان ہم پالکی شاہ بغدادیؒ بردوش نہادند و حضرت شاہ بغدادی حلقہ ذکر از مریدان ایشان شنیدہ فرمودند کہ اخوند بابا شما ایں طرز حلقہ را از اہلِ طریقہ ما شنیدہ گرفتہ اید قدس اللہ اسرارہم۔

و گویند تصرفے داشتند کہ در ہر شہر و قریہ کہ می رفتند رئیس و غریب آں شہر پالکی ایشانرا بردوش نہادہ نذرانہ پیش می آوردند۔ چوں در بلدہ رام پور رسیدند نواب فیض اللہ خاں غفرلہ رئیس شہر مذکور سعادت دارین خود دانستہ مکلف اقامت شہر خود گردیدند و دو آفا پور ایشان را جاگیر دادند و زیادہ ازیں ہم ایشان را فتوحات غیبیہ کثیر و کثیر می رسید تا خرج بر فقراء

مساکین می کردند و ثقات راوی اند کہ بکمال توجہ و مناسبت روحِ غوثِ پاک اکثر امور دینی و دنیوی از آنحضرت بر ایشاں منکشف می شدند یا شد کہ برکشف و اظہار آں مجاز باشند چنانچہ نقل مشہور است کہ تعمیر مسجد کلاں می کردند روزے در الہام و مکاشفہ یا از جد خود ایشاں را معلوم گردید کہ عمارت مسجد ہذا خواہد افتاد زود از خلوت خانہ بیروں آمدند و معماراں را و مزدوراں را اتا باکہ تکیہ کلام ایشاں بود زود فرود آئید چوں ہمہ مزدوراں فرود آمدند ہمہ عمارت آں مسجد در حال بیفتاد بعد ازاں از سرِ نو آں مسجد تعمیر ساختند چنانچہ در احاطۂ پختہ مقبرۂ ایشاں در شہر مذکور تا حال ایستادہ است تاریخ انتقال

جنابِ سید قطبِ معظم — چراغِ دودمانِ غوثِ اعظم
جہاں را روح پاکش داد رونق — بیکشنبہ دہ و چار از محرم

سہ خلیفہ داشتند اوّل خلیفہ مولوی امجد علیؒ کہ ذکر شریفش خواہد آمد دوم مولوی نیاز احمد بریلویؒ سوم شمس الضحیٰ اکبرآبادی۔

: انوار العارفین۔ مصنفہ محمد حسین مرادآبادی
مطبوعہ بریلی صہ ۵۲۲

ترجمہ :-

"آپ کا اسم شریف سیّد عبداللہ ہے آپ بغداد کے سجادہ نشین تھے آپ کا نسبی اور باطنی دونوں سلسلے حضرت غوثِ اعظم تک پہونچتے ہیں۔ آپ کا نسب گیارہ واسطے سے حضرت سیّد عبدالعزیز بغدادی تک پہونچتا ہے جو حضرت غوثِ پاک کے فرزند ہیں اور جن کا مزار بغداد شریف سے تین فرسنگ دُور قصبہ آگرہ میں ہے۔ کہنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کے فرزند کا انتقال ہو گیا تھا اس صدمے سے آپ بغداد شریف سے ہندوستان تشریف لے آئے۔ آپ کے سلسلے کے لوگ کہتے ہیں کہ جب آپ دہلی پہونچے تو حضرت مولانا فخرالدین دہلویؒ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ، ظفر علی شاہ، شاہ آبادانی میرنانو اور میر فتح علی نے کمال تعظیم تکریم کرتے ہوئے آپ کی پالکی کو کندھا دیا اسی طرح اخوند فقیر صاحب کے سلسلے کے لوگ کہتے ہیں کہ اخوند صاحب نے بھی حضرت کی پالکی کو کندھا دیا تھا اور حضرت بغدادی صاحب نے اخوند صاحب کے مُریدوں کا حلقۂ ذکر سن کر ارشاد فرمایا کہ بابا تم نے ہمارے طریقے والوں سے شغلِ حلقے کا یہ طرز حاصل کیا ہے۔

کہتے ہیں کہ آپ کا ایسا تصرف تھا کہ جس شہر اور قصبے میں تشریف لے جاتے وہاں کے رئیس اور غریب سب آپ کی پالکی کو کندھا دیتے اور نذرانہ پیش کرتے تھے جب آپ رام پور پہونچے نواب فیض اللہ خاں والی رام پور نے اپنی سعادت دین و دُنیا تصور کرتے ہوئے آپ سے اپنے شہر میں قیام فرمانے کی التجا کی اور آغا پور گاؤں آپ کی نذر کیا۔ حضور کو اس سے بہت زیادہ غیب سے فتوحات

حاصل ہوتی تھیں جسے آپ فقراء مساکین پر خرچ فرما دیتے تھے۔ بڑے ثقہ لوگوں نے بیان کیا ہے کہ آپ کو حضرت غوث پاک کی روحِ مبارک سے کمال نسبت اور توجہ حاصل تھی اور اس وجہ سے دُنیا اور دین کے اکثر امور آپ پر منکشف ہو جاتے تھے۔ غالباً آپ کو ان کشف وغیرہ کے ظاہر کرنے کی اجازت بھی تھی چنانچہ مشہور ہے کہ جب آپ بڑی مسجد تعمیر کرا رہے تھے تو ایک روز آپ کو ازروئے الہام یا اپنے پیر حضور غوث پاک سے معلوم ہوا کہ یہ مسجد گر جائے گی آپ فوراً خلوت خانہ سے باہر تشریف لائے اور مزدوروں سے فرمایا انا بابا جلدی نیچے اُتر آؤ۔ انا بابا حضور کا تکیہ کلام تھا۔ چنانچہ مزدور نیچے اُتر آئے اور اسی وقت مسجد گر گئی اس کے بعد دوبارہ مسجد کی تعمیر ہوئی۔ اب تک حضرت کا مقبرہ ایک پختہ احاطے میں رام پور میں قائم ہے۔"

"مشہور ہے کہ حضرت سید عبداللہ بغدادی قادری گیلانی رح کہ اولاد
حضرت غوث اعظم رض کے سے تھے دہلی میں تشریف لائے۔ بمقام جامع مسجد مجمع عام
میں حضرت مولانا فخرالدین نے ان سے کہا فرزند "نیاز احمد" کو مجھے دیدیجئے کہ ہندوستان
میں اس کے واسطے آیا ہوں جو امانت اس کی ہے اس کو دیدوں اور
جب الحکم شیخ پاک کے اپنی لڑکی کی شادی اس سے کردوں یہ میرا کام
نہیں ہے حضرت مولانا نے ان کا فرمان قبول کیا۔

تذکرہ اولیائے ہند مولفہ مرزا اختر احمد دہلوی صفحہ ۱۴۸
مطبوعہ میورہ پریس دہلی سنہ ۱۹۲۳ء

"حضرت قبلہ نے فرمایا۔ (سید شاہ محمد سلیمان پھلواروی سے مراد ہے)
سید عبداللہ شاہ صاحبؒ بغدادی حضرت غوث پاک کی اولاد سے تھے
عراق میں سخت ترین طاعون پھیل جانے کی وجہ سے بغداد چھوڑ کر آپ
ہندوستان آئے۔ یہ زمانہ حضرت شاہ ولی اللہ[2] محدث حضرت مرزا
مظہر جانجاناں اور (حضرت) مولانا فخرؒ کا تھا دہلی میں ان تمام اکابرین۔
آپ کا بڑا اعزاز کیا۔ دہلی میں ایک مشاعرہ ہوا جس میں سید صاحب بھی
تشریف فرما تھے حضرت مرزا صاحب نے اس رعایت سے اپنے مقطع
میں فرمایا تھا،

گفت مظہر غزلے بہر جگر گوشۂ تو
غوث اعظم صلۂ قبلۂ پاکاں مددے

اس غزل کا ایک شعر ایسا بہتر ہوا تھا کہ تمام شعرا نے اپنے قلم رکھ دیئے
وہ شعر یہ ہے :-

رفتم از میکدہ اما بہ دعا می خواہم
کہ ازیں در نہ روم لغزش مستانہ مددے[1]

لغزش مستانہ کو کسی نے اس انداز سے نہیں باندھا ہے۔ شیخ علی حزیںؒ بھی اس

۱؎ حضرت شاہ محمدی بیدارؒ اسی زمانے کے بزرگ ہیں ان کی بھی ایک غزل اسی زمین میں ہے جسکا مطلع ہے

نو بہار ست جنوں چاک گریباں مددے
آتش افتاد بجاں جنبش داماں مددے

۲؎ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا وصال ۲۹ محرم سنہ ۱۱۷۶ھ میں ہوا ہے (مردان خدا)

مشاعرے میں موجود تھے۔ سید عبداللہ بغدادیؒ پھلواری بھی تشریف لائے اور ہمارے بڑے حضرت شاہ مجیب اللہ کے مہمان ہوئے تھے۔ حضرت نے آپ کو کرسی پر ٹھیرایا تھا تاکہ حضرت غوث پاکؒ کے فرزند کا قدم میرے سر پر رہے۔

پٹنہ میں حضرت مخدوم منعم پاک نے بھی سید صاحب کا بے حد احترام کیا۔ ایک مجلس میں جب کہ صدر پر حضرت سید عبداللہ بغدادیؒ تشریف فرما تھے اور آپ کے سامنے مخدوم منعم پاک قدس سرہٗ حضرت شاہ مجیب اللہ پھلواری قدس سرہٗ وغیرہ سب مودب بیٹھے تھے کسی مصور نے تصویر بھی کھینچ لی تھی"

خاتم سلیمانی مصنفہ شاہ غلام حسین صاحب ندوی پھلواروی

صفحہ ۶۴ - ۶۵

روایات[۱]

"جب حضرت شاہ عبداللہ بغدادیؒ پٹنہ تشریف لائے تھے تو یہاں کے مشہور معروف صوفیائے کرام نے آپ کا بڑا اعزاز و استقبال کیا۔ ایک مجلس میں جب کہ آپ تشریف رکھتے تھے کسی مصور نے آپ کی و دیگر مشائخان کرام کی جو وہاں موجود تھے تصویر لے لی تھی۔

اس مجلس کی نشست حسب ذیل ہے :-

مسند میں ایک قالین اور ایک گاؤ تکیہ جس پر حضرت سید شاہ عبداللہ بغدادی چہار زانو بیٹھے ہیں اور آپ کی پشت پر آپ کا غلام چونری لئے کھڑا ہے اور آپ کے سامنے ایک پیچوان ہے اور آپ حقہ نوش فرما رہے ہیں۔ آپ کے سامنے مسند سے باہر حضرت مخدوم منعم پاک جو بہار میں اپنے وقت کے سب سے زیادہ معزز با اثر مشائخ کرام تھے مؤدب دو زانو بیٹھے ہیں اور آپ سے گفتگو فرما رہے ہیں حضرت شاہ عبداللہ بغدادی کے چاروں طرف بیٹھے والوں میں حضرت رکن الدین عشق حضرت ابوالعلائی عظیم آبادی (کذا) اور علی اشرف جن کا مقبرہ پٹنہ میں علی اشرف کا مقبرہ مشہور ہے اور

---

[۱] تاریخ تذکرہ ہو یا دستاویز سب روایات ہی کے ضمن میں آتے ہیں مگر روایات سے مراد یہ ہے کہ یہ تحریریں اس تصنیف کے دوران میں حاصل کی گئی ہیں اور اس سے پہلے صرف زبانوں پر تھا۔

اور حضرت تاج العارفین کے مرید دو قوال احمد اور مدآری جو اس وقت مشائخ کی نگاہ میں بہت مقبول تھے اپنے ساز کے ساتھ بیٹھے ہیں (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عبداللہ بغدادیؒ کو سماع سے بھی شغف[۱] تھا) سب مؤدب دوزانو بیٹھے ہوئے ہیں اس مرقع کو خاتم سلیمانی کے مؤلف صاحب نے دیکھا ہے[۲]

بروایت از شاہ غلام حسین ندوی پھلواروی

---

[۱] صرف تصویر میں قوال کو دیکھ کر "شغف" کا لفظ استعمال کرنا محل نظر ہے جب تک کسی اور روایت سے اس کی تائید نہ ہو جس کا امکان نہیں ہے۔

[۲] مجیبیہ لائبریری سے مرقع شریف اور اس کا مجموعہ حاصل کر لیا گیا ہے اور خانقاہ بغدادی صاحبزادہ[۲] میاں چراغ علی شاہ صاحب کے پاس محفوظ ہے اور اسکی ایک کاپی رضا لائبریری رام پور میں بھی محفوظ کر دی گئی ہے۔ محمد فردالحسن صاحب تسنیم جنیدی پھلواروی صاحب کی روایت یہ ہے کہ تصویر میں جو دو شخص حاضر تھے وہ مخدوم منعم پاک اور رکن الدین عشقی ہیں اور دوسری طرف شاہ خیرالدین وہ جنتی غلاموں کے ساتھ ہیں۔
واللہ اعلم بالصواب۔

"بارہویں صدی ہجری کے اواخر میں سلسلۂ قادریہ پاک کا اجرا جن بزرگوں سے برصغیر ہند میں ہوا ان میں حضرت عبداللہ بغدادی قدس سرہٗ کی ذاتِ گرامی بڑی نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ دہلی میں اس وقت مجددِ سلسلۂ چشتیہ مولانا فخرالدین فخر المتوفی ۱۱۹۹ھ اور عظیم سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ حضرت جانِ جاناں مظہر المتوفی ۱۱۹۵ھ اور بہار میں حضرت مخدوم منعم پاک نقشبندی ابوالعلائی متوفی ۱۱۸۵ھ و حضرت شاہ غلام حسین چشتی دانا پوری مرید و خلیفہ حضرت منعم پاک اور حضرت شاہ مجیب اللہ پھلواروی المتوفی ۱۱۹۱ھ کا آخری زمانہ تھا۔

سلطنتِ مغلیہ کے شاہ عالم بادشاہ قلعۂ معلیٰ میں عشرت گزیں تھے۔ روایتوں کی بنا پر حضرت سید عبداللہ بغدادیؒ کو کوئی باطنی اشارہ پا کر طریقۂ قادریہ کے اجرا کے لئے اپنے وطنِ مالوف بغداد شریف سے پہلی بار ۱۱۸۵ھ میں دہلی تشریف لائے اور ہندوستان کا ایک مختصر دورہ کر کے جلد ہی بغداد چلے گئے اور دوسری بار پھر تشریف لائے تو ہمیشہ کے لئے یہیں بس گئے۔

عظیم آباد آنا اسی ۱۱۸۵ھ میں ہوا ہوگا اس لئے کہ یہاں حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہٗ سے آپ کی ملاقات اور ان کے گھر مہمان ہونا بزرگانِ عظیم آباد و پھلواری شریف و داناپور کی روایت سے ثابت ہے اور حضرت مخدوم منعم پاک کا انتقال اسی سنہ میں ہوا۔

تاریخ الکملا میں مصرع تاریخ وفات یوں مرقوم ہے

ہزار و یک صد و ہشتاد و پنج می آید

۱۱۸۵ھ

ملخص از مضمون نوشتہ خواجہ افضل امام ایم اے پھلواروی

محمد فردالحسن صاحب تسنیم جنیدی پھلواروی نے اپنے نانا حکیم سید محمد شعیب قادری سے اور انہوں نے اپنے پیر مولانا شاہ بدرالدین قادری سے سنا ہوا بیان کیا ہے کہ۔

شاہ محمد عبداللہ قادری بغدادی سنہ ۱۱۹۰ھ میں ہندوستان تشریف لائے اور تشریف آوری کا سبب حضرت نیاز بریلویؒ کا قلبی گداز تھا جو حضرت غوث پاکؓ کی ذات سے وابستہ تھا حضرت غوث پاکؓ کی روحانیت سے شاہ عبداللہ بغدادیؒ کو حکم ہوا کہ وہ جا کر نیاز احمدؒ کی بیعت لیں چنانچہ شاہ عبداللہ بغدادیؒ سنہ ۱۱۹۰ھ میں ہندوستان تشریف لائے اور حضرت نیاز احمد قادری کی بیعت لی۔

جناب سید عبداللہ عرف شاہ بغدادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۔ از اولاد جناب غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ وہ بعہد حیات عرش منزل نواب فیض اللہ خاں صاحب مغفور بریلی کی طرف سے مرادآباد کی طرف جا رہے تھے نواب صاحب کو جب معلوم ہوا تو لین کے قریب راستہ میں روک لیا اور باصرار رام پور لائے اور موضع اجیت پور اور اس کے ملحقات جاگیر میں عطا فرمائے حکم عطا جاری ہو گیا لیکن آمدنی اس کی وصول نہیں کی ان کے پاس جواہرات اور روپیہ کثیر تھا اس لئے ان کو ضرورت امدادِ ریاست کی نہ تھی یہ بھی سنا ہے کہ وہ میانے میں رام پور تشریف لائے اور نواب صاحب پیادہ ان کے ساتھ تشریف لائے تھے سوائے مال و دولت کے سولہ غلام ان کے ہمراہ تھے ان میں سے دو غلام صاحبِ اولاد ہوئے باقی لاولد رہے ایک کا نام میاں الماس دوسرے کا نام یاقوت تھا میاں الماس کے بیٹے کو میں نے دیکھا تھا جس کی صورت خوب یاد ہے ۔ میاں یاقوت کے بیٹے کو بھی دیکھا تھا مگر ان کی صورت یاد نہیں رہی اس قدر یاد ہے کہ ان کا رنگ اُجلا تھا ۔ سید صاحب ممدوح نے مسجد موجودہ اور قبۂ قبر اور چبوترہ خود طیار کرایا تھا اور مسجد کے جنوب و پورب کو ایک لنگر خانہ اور باورچی خانہ طیار کرایا تھا ۔ ان کے دسترخوان پر کثرت سے طلبا اور اہلِ محلہ شریک ہوتے تھے ۔ روزانہ لنگر جاری رہتا تھا ۔ ایک گروہ خانساموں کا تھا جن کے نام سے بزریہ خانساماں مشہور ہے ان لوگوں نے معلوم نہیں کس خاص وجہ سے نواب محمد علی خاں صاحب سے شکایت کی نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ سید صاحب کی بددعا سے یا ان کی مخالفت سے وہ خاندان

بالکل تباہ و برباد ہوگیا جن کا نام و نشان نہیں ہے۔ منجملہ ان کے ایک وہ خانساماں تھا جس کی گردن نواب احمد علی خاں صاحب نے ماری تھی اور حکماً خانساماں مذکور کا فرزند باپ کی ٹانگ گھسیٹ کر باہر کوٹھی کے ڈال آیا تھا۔"[1]

"یہ حالات میری درخواست پر مرحوم مغفور جناب مولوی ضیاء الحق صاحب ساکن محلہ راج دوارہ نے لکھکر بھیجے تھے۔ مرحوم والد تھے جناب مولوی بقاء الحق صاحب وکیل کے اور دادا تھے جناب بہار الحق صاحب ایم اے ایل ایل بی وکیل کے۔

امتیاز علی عرشی

۲۴ جولائی ۱۹۵۴ء

---

[1] جناب مولانا امتیاز علی صاحب عرشی نے ازراہ نوازش یہ حالات عنایت کئے ہیں۔ ان کے علاوہ دو واقعے اور اسی سلسلے میں بیان کئے گئے تھے وہ اس محل پر نقل نہیں کئے گئے کیونکہ ان کا تعلق کشف و کرامات سے تھا حضرت کے حالات سے تعلق نہ تھا اور کشف بھی دوسرے حضرات کا بیان کیا گیا تھا۔ براہ راست حضرت سے کشف بھی متعلق نہ تھا۔

چند ضروری گزارشیں

(۱) حضرت سیدنا عبداللہ بغدادی رضی اللہ عنہ کی ہندوستان تشریف آوری کے سبب کے بارے میں اختلاف ہے۔

صاحب انوار العارفین کا بیان یہ ہے کہ :۔

"آپ کے صاحبزادے کا انتقال ہو گیا تھا اس غم میں بغداد سے ہندوستان تشریف لائے۔"

خاتم سلیمانی کے جامع نے یہ قول نقل کیا ہے۔

"عراق میں سخت طاعون پھیل جانے کی وجہ سے بغداد چھوڑ کر آپ ہندوستان آئے۔"

یہ دونوں سبب از روئے روایت و درایت دونوں طرح صحیح نہیں ہیں کیونکہ فرزند کا غم اور طاعون کا خوف کسی کو بھی اپنے وطن سے اتنی دور آنے کے متقاضی نہیں ہو سکتے۔ جب کہ طاعون کی وجہ سے وطن چھوڑنا شرعاً محمود بھی نہیں سمجھا جاتا۔ اس کے علاوہ حضرت کی تشریف آوری کی وجہ جو خود حضرت نے بیان کی اور حضرت کے خلفا نے اسے روایت کیا اور اپنی تحریر میں اس کا ذکر کیا وہی وجہ تشریف آوری کی صحیح سمجھی جائے گی چنانچہ حضرت مولانا سید امجد علی شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

"جب حضرت سید عبداللہ بغدادی آگرے تشریف لائے اور تاج گنج میں قیام فرمایا

اور میں خدمت بابرکت میں حاضر ہوا تو حضرت نے میرے سر کو اپنے سینے سے لگایا اور مجمع کثیر کے سامنے فرمایا یا ولدی امجد علی میں اکبرآباد اپنے جد حضرت غوث اعظمؓ کے حکم سے اس لئے آیا ہوں کہ تمھیں بزرگوں کا خرقہ اور کلاہ اور علم خلافت عطا کروں۔ میں یہاں حکم مبارک کے اتباع میں پہونچا ہوں۔"

کرامات نظامیہ اور تذکرہ اولیاء ہند بھی اسی آخری وجہ کی تائید میں ہیں اور حضرت کی تشریف آوری کی وجہ حضرت قبلہ شاہ نیاز احمدؒ کی تربیت باطنی پر منفق ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت بغدادی صاحب کی تشریف آوری کا مقصد یہاں کے چند اصحاب کو تعلیم اور فیضان قادریہ پہونچانا تھا جس کے لئے وہ جناب غوثیت سے مامور فرمائے گئے تھے۔

(۲) ماہنامہ آستانہ دہلی بابت جنوری ۱۹۵۵ء میں خواجہ افضل امام صاحب پھلواروی کا ایک مضمون بہ عنوان "حضرت شاہ عبداللہ بغدادی رام پوریؒ" شایع ہوا تھا اس کے جواب میں مولانا ابوہریرہ منصور حسینا القادری (کلکتہ) کا ایک مضمون روزنامہ "اخوت" کلکتہ میں شائع ہوا اس سے معلوم ہوا کہ کوئی بزرگ سید عبداللہ بغدادی الجیلانی ۱۱۸۰ھ میں ہندوستان تشریف لائے تھے اور اپنے دو صاحبزادوں سید روشن علی، سید ذاکر علی اور ایک پوتے سید طفیل علی قادری کو ہندوستان چھوڑ کر بغداد تشریف لے گئے اور وہیں وصال فرمایا۔ ان کی عمر ہندوستان تشریف لاتے وقت سو سال کی تھی۔ سید ذاکر علی صاحب کا مزار منگل کوٹ ضلع بردوان میں ہے

اس خاندان[۱] کی خانقاہیں کلکتہ اور مدناپور میں بھی ہیں جہاں عرس و فاتحہ کا سلسلہ جاری ہے۔ ان سید عبداللہ الجیلانی کا سلسلۂ نسب اور سلسلہ طریقت حضرت سید عبداللہ بغدادی رام پوری سے مختلف ہے۔ اول الذکر حضرت شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں تھے اور سیدنا حضرت عبداللہ بغدادی رام پوری حضرت سید شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں تھے یہ دونوں حضرات حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔

اس صراحت کی اس لئے ضرورت پیش آئی کہ آستانے کے مضمون نگار کی طرح پھر کسی کو غلط فہمی نہ ہو اور روایات کی چھان بین کرتے وقت اس کا لحاظ رکھا جائے۔

(۴۲) خاتم سلیمانی کے مصنف صاحب نے اپنے بزرگوں سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ۔ دہلی میں ایک مشاعرہ ہوا جس میں حضرت بغدادی صاحب بھی تشریف فرما تھے اس کے بعد لکھا ہے کہ اس مشاعرے میں شیخ علی حزیں بھی موجود تھے۔ لیکن شیخ علی حزیں کا انتقال ۱۱۸۰ھ میں ہو چکا تھا اور یہ بھی معلوم ہے کہ شیخ حزیں نے اپنی عمر کا آخری بڑا حصہ بنارس ہی میں گزارا اور بنارس سے وہ باہر کہیں نہیں گئے۔

---

[۱] جناب منشی عبدالمجید صاحب قریشی اس خاندان سے ذاتی طور سے واقف ہیں۔

رام پور میں تشریف آوری[۱]

سنہ ۱۹۴۹ء تک جب کہ بھارت میں ریاستوں کا انضمام نہیں ہوا تھا رامپور شمالی اُتر پردیش کی ایسی ریاست تھی جہاں کے فرماں روا اپنی علم دوستی، شعر نوازی اور کاملانِ فن کی سرپرستی کے اعتبار سے غیر منقسم ہندوستان میں کئی پشتوں سے بلند و ممتاز چلے آتے تھے۔ کہتے ہیں کہ نواب کلب علی خاں مرحوم مغفور کے زمانے میں معمولی چوکیدار بھی قطبی اور شرح جامی تک پڑھے ہوئے ہوتے تھے۔ نواب یوسف علی خاں ناظم اپنی شاعری، شعرا نوازی اور غالب کے سرپرست کی حیثیت سے ایک تاریخی شخصیت ہیں۔ نواب حامد علی خاں صاحب کے عہد میں بھی یہ دربار شعرا پروری اور علما نوازی کے لئے مشہور رہا ہے چنانچہ داغ و امیر، امیر اللہ تسلیم، وغیرہ بہت سے مشاہیر شعرا اس دربار سے منسلک رہے ہیں۔

اسی طرح علما و مشائخ سے عقیدتمندی میں نوابان رام پور ممتاز رہے ہیں خصوصاً نواب فیض اللہ خاں صاحب کا زمانہ اس اعتبار سے عہد زریں کہے جانے کا مستحق ہے جن کے زمانے میں حافظ جمال اللہ صاحب شاہ درگاہی صاحب

---

۱ تذکروں کے اقتباسات کے علاوہ جو روایات کہ رام پور میں [illegible] چلی آرہی ہیں ان سے یہ مضمون ماخوذ ہے

ملا فقیر اخوند صاحب مولانا حکیم عبدالشکور اور بہت سے نامی علما و مشائخ وارد رام پور ہوئے اور پھر یہیں کے ہو رہے۔

اسی تذکرے کے ابتدائیہ میں آپ نے مولانا امتیاز علی صاحب عرشی کا یہ جملہ پڑھا ہوگا کہ نواب فیض اللہ خاں صاحب اس درجہ متقی و پاکباز تھے کہ کبھی کسی غیر محرم عورت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ یہ مختصر جملہ نواب صاحب کی سیرت کی بھرپور ترجمانی کے لئے کافی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ نواب خود بھی اہلِ تقویٰ اور اہلِ دل تھے اور جوہر شناس نظر رکھتے تھے۔

حضرت بغدادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں نواب فیض اللہ خاں صاحب کی حاضری کے متعلق بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت بغدادی صاحب دہلی تشریف فرما تھے تو نواب صاحب شاہ عالم بادشاہ دہلی کے مہمان تھے اور جب شاہ عالم حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے تو نواب صاحب بھی بیعت ہوئے اور جب سے برابر ملتمس و متمنی رہتے ہے کہ حضرت رام پور تشریف لائیں۔ لیکن شاہ عالم کی آرزو تھی کہ حضرت دہلی میں قیام فرما رہیں۔ لیکن حضرت بغدادی صاحب نے جب ارشاد فرمایا کہ میری آخری آرام گاہ رام پور میں مقرر ہے تو بادشاہ مجبور ہو گئے اور سفر رام پور کا اہتمام و انصرام کر دیا اور حضرت وہاں سے رام پور کے لئے روانہ ہو گئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت بغدادی صاحبؒ بریلی سے مرادآباد تشریف لے جا رہے تھے کہ نواب فیض اللہ خاں صاحب کو خبر ہوئی اور انہوں نے حاضر ہو کر رام پور قیام فرمانے کی التماس کی۔

جیسا کہ انوار العارفین کے مصنف نے بھی لکھا ہے یہ بات مشہور اور مسلم ہے کہ حضرت بغدادی صاحب کو حق تعالیٰ کی طرف سے ایک قبول خاص اور تسخیر عام حاصل تھی اور جس شہر و قریہ سے آپ کی پالکی گزرتی تھی وہاں کے مشائخین، علما اور امرا اور رؤسا سب خواص و عوام حاضر ہوتے تھے اور آپ کی پالکی کو تعظیماً کندھا دیتے تھے چنانچہ دہلی تشریف آوری کے موقع پر حضرت مولانا فخر الدین دہلوی، حضرت مرزا مظہر جانجاں وغیرہ نے اور رام پور تشریف آوری کے وقت خود نواب فیض اللہ خاں صاحب اور ان کے علاوہ حافظ جمال اللہ شاہ درگاہی صاحب ملا فقیر اخوند صاحب وغیرہ نے دریائے کوسی (سرحد رام پور) پر حاضر ہو کر استقبال کیا اور حضرت کی پالکی کو کندھا دیتے ہوئے داخل شہر ہوئے۔ یہ اخوند فقیر وہی ہیں جن کے لئے صاحب انوار العارفین نے لکھا ہے کہ حضرت بغدادی صاحب نے ان کے اہلِ ہنود کے ذکر کا طریقہ ملاحظہ فرما کے فرمایا تھا کہ بابا اخوند تم نے یہ طریقۂ ذکر ہمارے اہلِ طریق سے حاصل کیا ہے۔ اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ نواب صاحب نے موضع آنگا پور حضرت کی نذر کیا تھا ایک مکتوب میں موضع اجیت پور نذر کرنا بیان کیا گیا ہے لیکن یہ بات تحقیق کے ساتھ کہی جاتی ہے کہ حضرت بغدادی نے ان مواضعات پر نہ قبضہ فرمایا اور نہ ان کے محاصل وصول فرمائے۔ اب جہاں حضرت کا مزار مبارک واقع ہے یہ زمین حضرت نے اپنے صرف خاص سے خرید فرمائی اور مسجد، مزار کے لئے گنبد اور لنگر خانہ وغیرہ تعمیر کرائے۔

اس مسجد کی تعمیر حضرت نے اپنے جدِ بزرگ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی

مسجد کے نمونے پر کرائی تھی اور اسی نمونے پر مسجد کے متصل حجرہ اپنے مزار کے لئے تعمیر کرایا تھا لیکن بعد میں حضرت غوث پاکؒ کے ساتھ یہ مشابہت خلاف ادب معلوم ہوئی اور مزار کے لئے مسجد کی جانب شرقی یہ گنبد تعمیر فرمایا جہاں اب مزار مبارک ہے۔

صاحب تالیف محمدی نے لکھا ہے کہ حضرت بغدادی صاحب کو علوم تفسیر، حدیث، فقہ اور سیر میں بڑی اچھی مہارت تھی اور دوسرے تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت طلبا کو درس بھی دیا کرتے تھے۔ طلبا کے علاوہ اہل محلہ اور دوسرے لوگ کثرت سے حضرت کے لنگر خانے سے فیض یاب ہوتے تھے اور حضرت کا لنگر خانہ روزانہ جاری رہتا تھا۔ حضرت نے یہ عالی شان مسجد گنبد اور لنگر خانے کے لئے بھی نواب صاحب کی پیش کش قبول نہ فرمائی حضرت کے یہاں کے حاضر ہونے والوں کا بیان یہ ہے کہ دن بھر حضرت جس مصلے پر تشریف رکھتے تھے اسی کے نیچے ہاتھ ڈال کر یہ سارے بے اندازہ اخراجات ادا فرماتے تھے۔ اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اگر بعض لوگ یہ سمجھیں کہ حضرت کے پاس بہت سا زرو جواہر ہوگا۔ اسی طرح ایک مزدور نے بھی یہی سمجھا اور رات کو چوری کی نیت سے آیا لیکن اسے مصلے کے نیچے اور نہ کہیں اور روپیہ اور جواہرات مل سکے۔ دوسرے روز حضرت نے اسے دوسرے مزدوروں سے زیادہ مزدوری عنایت فرمائی کہ اس میں تمہاری رات کی محنت بھی شامل ہے۔

سیرت مبارک کے متعلق جو اجمالی حالات معلوم ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے

کہ لوگوں کو کھلانا حضرت کا محبوب مشغلہ تھا اس کے علاوہ بندگانِ خدا کی ہر مصیبت میں دستگیری کرنا اور سائل کے سوال پورا کرنا حضرت کا معمول تھا اور اس میں مسلم اور غیر مسلم خویش و بیگانہ کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ اسی طرح معمولات مبارک میں طلبا کو درس دینا اور عوام کو پند و نصیحت بھی شامل تھی۔ ان معمولات کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ کسی نے حضرت کو کبھی سوتے نہیں دیکھا۔

مولانا سید امجد علی شاہ صاحبؒ کے خاندان میں یہ روایت چلی آتی ہے کہ رام پور میں حاضری کے زمانے میں مولانا سید امجد علی شاہؒ ایک لکڑی کے کچکول میں پانی لئے جا رہے تھے حضرت بغدادی صاحبؒ نے فرمایا دیکھوں کیا ہے مولانا نے کچکول حاضر کر دیا۔ حضرت بغدادی صاحبؒ نے کچکول پھینک دیا اور فرمایا فقیر کو چاہیے کہ ظاہر سلطانی اور باطن ربانی رکھے۔

اس روایت کو اس موقع پہ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس واقعہ سے حضرت بغدادی صاحبؒ کے مزاج اور سیرت پر روشنی پڑتی ہے۔

وصال

صاحب تالیف محمدی اور ان کے علاوہ تمام تذکرہ نگاروں نے بالاتفاق حضرت کا سنِ وصال ۱۲۱۵ھ اور تاریخ وصال ۱۲/ محرم لکھی ہے تاریخ محمدی میں وقت وصال مغرب کا اوّل وقت بیان کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ اس وقت عمر شریف ستر سال سے متجاوز تھی۔ روایت کی گئی ہے کہ حضرت کی نماز جنازہ حافظ جمال اللہ صاحب نے پڑھائی اور وصال کے دوسرے روز بعد نماز ظہر اسی گنبد میں سپردِ خاک کر دیا گیا جو حضرت نے اسی مقصد کے لئے تعمیر کرایا تھا۔

حضرت بغدادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب بغداد شریف سے عازم ہندستان ہوئے تو منجملہ اور تبرکات کے حضور سرور کائنات کا نقش قدم بھی ساتھ تھا یہ نقش قدم اب حضرت بغدادی صاحب کے مزار اقدس پر نصب ہے اور زیارت گاہ عام ہے۔ یہ روایت مشہور ہے کہ اس نقش قدم کی نواب فیض اللہ خاں صاحب نے تمنا کی تھی کہ یہ ان کی قبر پر نصب کیا جائے۔ حضرت نے ان کے سوال کو رد نہیں فرمایا البتہ یہ فرمایا کہ جس کا انتقال پہلے ہو اسی یہ شرف حاصل ہو۔ کہتے ہیں کہ نواب صاحب بہت بیمار ہوئے اور اُن کی نبض منقطع ہو گئی تو حاضرین نے حضرت سے یہ ماجرا عرض کیا۔ حضرت نے تازہ وضو کے لئے پانی طلب فرمایا وضو کیا اور کلمۂ طیبہ پڑھ کر وصال فرمایا۔

والعلم عند اللہ۔

کہتے ہیں کہ وصال کے بعد بھی حرکتِ قلب جاری رہی اور بہت دیر تک لوگ یہ تعین کرنے میں متامل رہے کہ حضرت نے وصال فرمایا ہے۔
مزار مبارک کے دروازے پر یہ تاریخ وصال کندہ ہے۔ یہ قطعہ حضرت مولانا سید امجد علی شاہ اصغر اکبرآبادی کا فرمایا ہوا بیان کیا جاتا ہے ایک مورخ نے حضرت کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ۔
"حضرت کے مزار پر جو قطعہ تاریخ کندہ ہے شاید وہ کسی ایرانی شاعر کا کہا ہوا ہے۔"

دریغا حسرتا قطبِ معظم　　چراغِ دودمانِ غوثِ اعظم
گرامی گوہرِ دریائے پر نور　　کہ نامش سید عبداللہ مشہور
بہ یک شنبہ دوہ چار از محرم　　بدل زد خیمہ از آفاقِ عالم
برین غم با ہزاراں آہ و حسرت　　طلب کردم ز دل تاریخ رحلت
بدل گفتا سروشِ رحمتِ حق
جناں را اوج پاکش داد رونق
۱۲۰۷ھ

بغداد شریف سے جو غلام حضرت کیساتھ ہندوستان آئے تھے انکی تعداد سولہ بیان کی گئی ہے ان میں سے ایک کا نام الماس اور دوسرے کا یاقوت تھا انکے علاوہ ایک خادم خاص فرہاد بھی تھے۔ حضرت کے وصال کے بعد حضرت کے مزار کی خدمت اور تولیت فرہاد میاں کے سپرد رہی اور اب بھی انکی اولاد کے یکے بعد دیگرے یہ خدمت سپرد ہوتی رہی ہے موجودہ متولی میاں چراغ علی شاہ صاحب اور ان سے پہلے ان کے والد بزرگوار میاں صفدر علی شاہ صاحب متولی تھے۔ جن کا شجرہ نسب یہ ہے ؛-

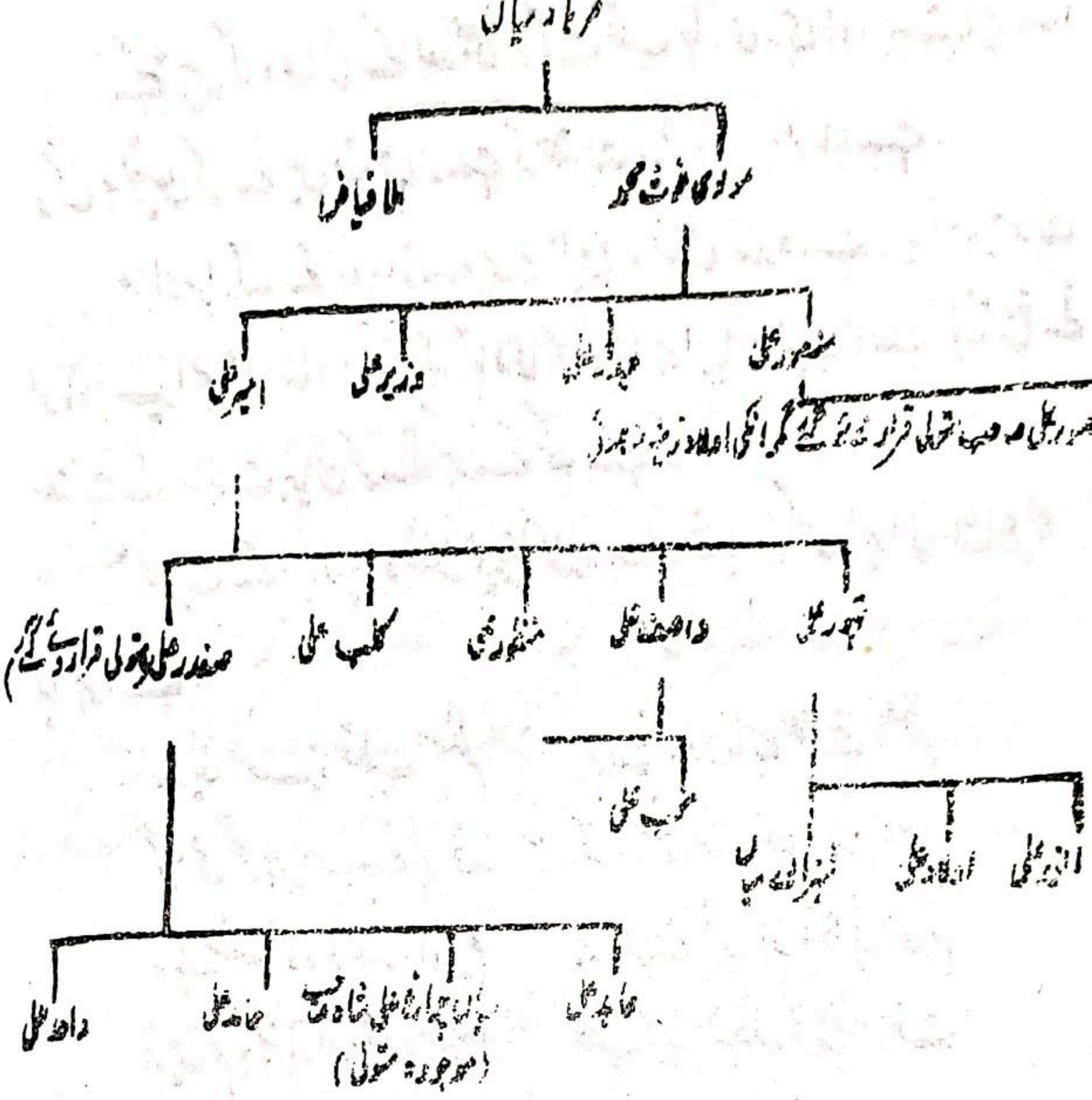

موجودہ متولی میاں چراغ علی شاہ صاحب کے معاونین ان کے برادران حقیقی اور ان کے برادران عم زاد محب علی صاحب انور علی صاحب اور اولاد علی صاحب ہیں۔

اس محل پر یہ اظہار حقیقت ضروری ہے کہ حضرت نے اپنے بعد کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ لیکن مولانا سید امجد علی شاہ صاحب کے خاندان کے نواسوں میں سے ایک صاحب نے کوئی قانونی فائدہ اٹھانے کی غرض سے اپنے کو حضرت بغدادی صاحبؒ کی اولاد میں ظاہر کیا تھا اور بعض تذکروں میں لکھوا دیا تھا

جس کی بعد میں خود انھوں نے اس طرح تردید کردی تھی کہ ایک پمفلٹ میں اپنا شجرۂ نسب ایک دوسرے بزرگ سے ملایا تھا مگر تذکروں میں تو بہر حال یہ غلطی باقی رہ گئی۔

اسی طرح جناح کالج کراچی کے انجمن نامی میگزین میں کچھ عرصہ ہوا ایک صاحب کا مضمون شائع ہوا تھا جس میں انھوں نے مولوی شمس الضحیٰ صاحب کو حضرت بغدادی صاحبؒ کی اولاد لکھ دیا ہے غلط فہمی شاید اس سے ہوئی کہ مضمون نگار شجرۂ طریقت اور شجرۂ نسب میں فرق نہ کر سکے۔ مولوی شمس الضحیٰ صاحب شیخ ولی محمد صاحبؒ شارح مثنوی مولانا روم کے صاحبزادے تھے اور حضرت بغدادی صاحبؒ کے خلیفہ تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت کے وصال کی خبر جب بغداد شریف پہونچی تو حضرت کے عم محترم سید عبدالوہاب صاحب مع اہل وعیال رامپور تشریف لائے۔ والی رامپور نے نہایت تعظیم و احترام کیا اور آپکو شیش محل میں فروکش کیا جہاں آجکل فروٹ کی آڑھت ہوتی ہے) اور قیام رامپور کیلئے اصرار کیا۔ حضرت سید عبدالوہاب صاحب نے شہر کے مشرقی کنارے باغ بچنہ اور مین پوری دروازے کے درمیان جگہ پسند فرمائی اور مکان تعمیر فرما کر سکونت اختیار فرمائی یہ زمین پانچ ہزار گز کے قریب تھی۔ مکان کے علاوہ جو زمین باقی رہی تھی اس میں حضرت سید عبدالوہاب صاحب نے ایک تالاب بنوایا تھا جو آج بھی تالاب بغدادی کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت سید عبدالوہاب صاحبؒ نے حضرت عبداللہ بغدادیؒ کے مزار کے انتظام اور نگہداشت کی طرف بھی توجہ فرمائی اور فرہاد میاں، الماس میاں، یاقوت میاں کو مزار مبارک کی خدمت پر مامور فرمایا لیکن فرہاد میاں کے سوا کسی کی اولاد باقی نہ رہی۔

ایک ناگوار مگر واجب الاظہار واقعہ

"مجمع الکرامات" حضرت حافظ جمال اللہ صاحب رام پوری اور حضرت درگاہی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہما کے کشف و کرامات پر مشتمل ایک کتاب ہے جس میں ایک واقعہ ہے کہ نواب فیض اللہ خاں صاحب والیٔ رام پور حضرت حافظ صاحب کے ساتھ عقیدت سے پیش آتے تھے اور تحفے تحائف ان کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے۔ ایک صاحب نے جن کا نام قاضی سند تھا نواب صاحب اور حافظ صاحب کی خدمت میں تقرب حاصل کرلیا اور نواب صاحب سے نذرانہ وغیرہ حافظ صاحب کے نام سے لاکر اپنے تصرف میں لانے لگے۔ اور اس حرکت پر حافظ صاحب نے تنبیہ کی تو قاضی صاحب نے یہ تدبیر کی کہ وہ حضرت سید عبداللہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حافظ صاحب نے اپنے مریدوں سے جو القاب اور اسماء کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے لئے مخصوص ہیں حافظ صاحب کے نام کے ساتھ ضم کر دئیے ہیں اور انہیں بطور وظیفہ پڑھتا ہے۔ ثبوت میں اس مرید کے ہاتھ کا لکھا ہوا کاغذ بھی پیش کر دیا۔ یہ خلاصہ ہے مجمع الکرامات کے صفحہ ۸۹ کا۔ اب اس کے بعد خود مصنف و مترجم کتاب کے خاص خاص جملے نقل کئے جاتے ہیں جس سے ان کا انداز تحریر بھی معلوم ہو جائے گا اور پورا واقعہ بھی۔

"کچھ عرصے بعد حضرت کو اس کی (قاضی سند کی) قطاع الطریقی مکاشفے سے دریافت ہوئی۔ ایک روز جب وہ حاضر بھی تھا شریکِ محفل تھا حضرت نے اشارۃً

فرمایا اور تنبیہ کی۔" صـ۲۵

"سید بغدادی بھی نبیرۂ غوث صمدانی اور اُسی زمانے میں نئے نئے ولایت سے تشریف لائے تھے۔ اور جس زمانے میں ان کا ورود شاہجہاں آباد میں ہوا تھا تو حضرت اعلیٰ شاہ عالم بادشاہ نے دولت سرائے لال قلعہ تک ان کا استقبال کیا تھا اس بنا پر بحکم کُلُّ جدیدٍ لذیذٌ جدید ہوتی ہے جو شے لذیذ ہوتی ہے نواب فیض اللہ خان بہادر کے دل میں بھی حضرت سید بغدادی کا نہایت اعتقاد تھا۔ صـ۵۵

(حضرت بغدادی صاحب) نہایت خشمگیں ہوئے اور قاضی کا مشورہ پسند کر کے ایک بلوائے عظیم طالبانِ جاہل و ظالمانِ فاضل کا برانگیختہ کر دیا۔

(حافظ صاحب نے) حکم دیا کہ اس شورِ محشر میں جا کر جس قدر بلند آواز سے ممکن ہو ہماری جانب سے یہ بات ہر شخص کو سنا دو کہ ہم اس معاملے میں بے گناہ ہیں اس لئے کہ ہم نے اپنے مرید کو اس طور پر نام لکھنے کی اجازت نہیں دی اور اگر مرید نے اپنے حسنِ عقیدت سے بغیر ہماری اجازت کے اس طرح لکھ لیا تو راہ شریعت سے انحراف نہیں کیا اس لئے کہ فلاں کتاب شریعت میں مرقوم ہے کہ مرید کو چاہیئے کہ اپنے پیر کو جمیع اولیاء سے بہتر سمجھے۔" صـ۵۶

"یہاں تک کہ صبح کو روح قاضی ارواحِ منافقین میں شامل ہو گئی جن کے حال اختلال میں آیۂ قرآنی اذا جاءک المنافقون وارد ہے۔" مجمع الکرامات صـ۵۵

مجمع الکرامات کی عبارتیں ختم ہوئیں بعض عبارتیں جو اور زیادہ بے ادبی کی تھی وہ قصداً ترک کر دی گئیں۔

حافظ جمال اللہ صاحبؒ کی ذات طریقۂ مجددیہ کے مشاہیر میں سے ہے خود

ہم بھی حافظ صاحب کا احترام کرتے ہیں انھوں نے بھی حضرت بغدادی صاحب کی پالکی کو کندھا دیا تھا اور ایک ہدایت کے بموجب حضرت بغدادی صاحبؒ کی نماز جنازہ بھی پڑھائی تھی لیکن بعض اوقات جاہل مرید اور نادان دوست ایسا طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں جس سے ان کے ممدوح کی شخصیت مجروح ہو جاتی ہے چنانچہ اس کتاب کے تقریباً ہر صفحہ پر آپ کو اس کی مثالیں مل جائیں گی۔ ہمیں افسوس ہے کہ یہ کتاب تصنیف کر کے اور اس کا ترجمہ اور شائع کر کے کسی نے بھی ان بزرگوں کی کوئی خدمت انجام نہیں دی بلکہ جو غیر جانب دار اور خالی الذہن حضرات اس کتاب کو پڑھیں گے وہ ان بزرگوں کے متعلق کوئی اچھا خیال قائم نہ کر سکیں گے خاص اسی ایک واقعہ کو پڑھ کر صراحت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ

اس سارے جھگڑے اور کالم گلوچ کی بنیاد دُنیاوی مال و متاع اور نواب فیض اللہ خاں کے تحفے اور نذرانے ہیں۔

کل جدید لذیذ کا فقرہ یہ ظاہر کر دیتا ہے کہ نواب صاحب کی توجہ حافظ صاحب کی طرف کم اور حضرت بغدادی صاحب کی طرف زیادہ ہو گئی تھی اور یہی وجہ رشک و حسد کی تھی جو کسی بھی مسلمان خاص کر فقیر اور صوفی کے شایانِ شان نہیں ہے۔

دُنیاوی مال و متاع کے پیچھے ایک مرے ہوئے مسلمان کلمہ گو رفاہی سلسلہ کو حامی کہا جاتا ہے منافق بنایا جاتا ہے اور قرآن کی وہ آیت جو منافقین کے لئے وارد ہوئیں اس کے لئے استعمال کی جاتی ہیں جو نہ اخلاقاً جائز ہے اور نہ شرعاً یہ سب کچھ کسی معمولی بازاری دُنیادار کی طرف سے نہیں ہے بلکہ بزرگانِ دین اور

اہل اللہ کے خلفا اور تربیت یافتہ حضرات کے قلم سے سرزد ہوا ہے۔

حافظ جمال اللہ صاحب کا یہ کہنا کہ میں بے گناہ ہوں اور میں نے اس مُرید کو اس بات کا حکم نہیں دیا تھا یہ ظاہر کرتا ہے کہ حافظ صاحب نے یہ تسلیم کر لیا تھا۔ مُرید کا یہ عمل غلط اور بے ادبی تھا اگرچہ اس کے ساتھ امام الدین صاحب نے حافظ صاحب سے یہ جملہ بھی منسوب کر دیا ہے کہ اگر مرید نے ایسا کر لیا تو یہ فعل جائز تھا اور فلاں کتاب شریعت میں لکھا ہے کہ مرید کو چاہیے کہ اپنے پیر کو جمیع اولیا سے برتر سمجھے۔

اس کے علاوہ ترجمہ کرنے میں بھی احتیاط نہیں برتی گئی مثلاً مجمع الکرامات (فارسی) کی اصل عبارت میں قاضی سسندکا قول اس طرح درج ہے۔

ذم آں قطب الاقطاب (حافظ جمال اللہ صاحب) کہ آئینہ ہر نیک و بد بود آغاز نمود کہ ایشاں بے سسند را مقابلہ با جد شما چہ مناسب بود"

اس عبارت کا ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے۔

"اور قطب الاقطاب کی مذمت شروع کی کہ ان کو آپ کے جد کی برابری کیوں کر مناسب تھی" غالباً یہ تصرف اس لئے کیا گیا کہ بے سسند کے لفظ سے حافظ جمال اللہ صاحب کے نسب پر حرف گیری ثابت ہوتی تھی (اتفاق سے مجمع الکرامات میں حضرت حافظ صاحب کا نسب نامہ بھی مذکور نہیں ہے) مگر اس طرح کتاب کا اعتبار ساقط ہو گیا کہ معلوم نہیں ترجمہ کرنے والے نے کہاں کہاں عبارت میں کمی بیشی کر دی ہو اور اگر یہ مان لیا جائے کہ ترجمہ کرنے والے کو اصل عبارت میں تصرف کرنے اور کم زیادہ کرنے کا حق پہونچتا ہے تو وہ عبارتیں

جن سے اسلام کے بنیادی عقائد کی مخالفت ہوتی ہے یا جو الفاظ کہ بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کی شان کے خلاف تھے حذف کر دینا چاہیے تھے مثلاً

"وہ صاحبِ غیرت و مروت جس میں ایک شان اور ہیبت تھی حضرت پر ختم تھی" صفحہ

"اس خاتم الاولیاء کے شرافت سلسلہ ظاہر ہے کہ ولایت علی سے اس عین علی پر ختم ہوئی اللہ تعالیٰ نے جناب سرور انبیاء کے مانند آخر کو فخر اوّل بنایا ہے" صفحہ

شاہ درگاہی صاحب کا پیر ہو | وہ بھلا کس بات سے دستگیر ہو
ان کو بس معبود اپنا جانیے | ان کی صورت میں خدا پہچانیے صفحہ

آخر میں اتنا اور عرض کرتا ہے کہ علوم شریعت کا معمولی طالب علم جانتا ہے کہ اپنے پیر کو سارے اولیاء اللہ سے افضل سمجھنے نہ سمجھنے کا تعلق شریعت سے نہیں ہے۔ زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ مجمع الکرامات کے مصنف اور ان کے بعد مترجم نے بھی کتاب و سنت کا نام لینا اور حوالہ دینا ضروری بھی نہ سمجھا۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہمیں اس تلخ بحث کو ذکر کرنا پڑا لیکن اس کی ذمہ داری مجمع الکرامات کے مصنف اور مترجم پر ہے۔ ہم نے تو بہت مختصر طور پر تجزیہ یا تذکرہ کیا ہے ورنہ مجمع الکرامات پر تنقید و تبصرہ ایک علیحدہ تصنیف کا متقاضی ہے

۱۔ مترجم نے مصنف کی صفائی میں منصور و سرمد وغیرہ کے اقوال پیش کیے ہیں جو کسی طرح بھی درست نہیں ہیں کیونکہ اوّل تو سکر کا قول سند نہیں ہے اس کے علاوہ وحدۃ الوجود کا نظریہ بھی ان اقوال کی تائید نہیں کر سکتا کیونکہ اولاً تو ان اقوال کا تعلق وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود سے کسی حیثیت سے بھی نہیں ہے اور اس سے اہم بات یہ ہے کہ حافظ جمال اللہ صاحب کے پیر سلسلہ مجدد صاحب وحدۃ الوجود کو مغالطہ کشفی فرماتے ہیں اس لئے اس نظریہ کو معذرت میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

۶۸۲

تفصیل کتبات مزار اقدس

تا بود اند جہاں بست و کشاد
این کرم اولاد در اولاد باد

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون

اور اللہ کی راہ میں مرنے والوں کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں لیکن تم اس کا شعور نہیں رکھتے

آرام گاہ

فرزند غوث الاعظم سیدنا حضرت شاہ عبداللہ القادری الجیلانی البغدادیؒ

ولادت در بغداد سنہ ۱۱۳۰ھ — تشریف آوری ہند ۱۱۸۵ھ — وصال سنہ ۱۲۰۷ھ

رسولِ پاک کا نقشِ کفِ پا زیبِ تربت ہے
زمین کا عرش ہے روضہ تمہارا شاہِ بغدادی

بعہد سجادگی سید چراغ علی صاحب — تکمیل این کار ۱۳۸۳ھ رنگ در عبدالمجید قریشی

(مندرجہ بالا عبارت سرہانے کی جانب گنبد شریف کی اندرونی محراب بالائی پر کندہ ہے)

سرہانہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

خبردار ہو تحقیق جو اولیا اللہ ہیں انھیں نہ کوئی خوف اور نہ وہ غمگین ہوں گے
اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو

حضور غوث الاعظم

آرام گاہ

فرزند غوث الاعظم سیدنا حضرت شاہ عبدالقادر الجیلانی بغدادیؒ

ولادت در بغداد ۱۱۳۰ھ — تشریف آوری ہند ۱۱۸۵ھ — وصال ۱۲۰۷ھ

رسول پاک کا نقش کف پا زیب تربت ہے — زمیں کا عرش ہے روضہ تمہارا شاہ بغدادی

قصیدہ غوثیہ

أَنَا الْحَسَنِيُّ وَالْمَخْدَعُ مَقَامِيْ — وَأَقْدَامِيْ عَلَى عُنُقِ الرِّجَالِ

میں حضرت حسنؓ کا بیٹا ہوں

میری تلوار کھنچی ہے اور میرے پاؤں تمام اولیا کی گردن پر ہیں

(دا ہنا حصہ)

(۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

اور اللہ کی راہ میں

مرنے والوں کو مُردہ مت کہو وہ تو زندہ ہیں لیکن تم اس کا
شعور نہیں رکھتے

تکلیف کے بعد راحت ہے

(حضور غوث پاک)

گویم زکمال توجہ غوث الثقلینا

محبوب خدا ابنِ حسنؓ آلِ حسینا

سر در قدمت جملہ نہادند و بگفتند

تاللّٰہِ لَقَدْ اٰثَرَکَ اللّٰہُ عَلَیْنَا

(حضرت خواجہ بہاءالدین زکریا ملتانیؒ)

(٢)

حدیث قدسی

لا یزال عبدِی یتقربُ اِلَیَّ بالنوافل حتّٰی اُحِبَّہٗ فکنتُ سمعہُ الّذِی یسمعُ بہٖ وبصرہُ الّذی یبصرُ بہٖ ویدہٗ الّتِی یبطِشُ بھا ورجلہٗ الّتی یمشِی بھا وان سألنی لاعطینّہٗ ولئِن استعاذنی لاعیذنّہٗ ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میرا بندہ نفلی عبادتوں سے میرا تقرب حاصل کرتا ہے تو میں اس کو چاہنے لگتا ہوں یہاں تک کہ اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے وہ مجھ سے جو طلب کرتا ہے ضرور عنایت کرتا ہوں اور پناہ چاہتا ہے تو اسے اپنی پناہ میں لے لیتا ہوں

(بخاری شریف روایت از حضرت ابو ہریرہؓ)

داہنی جانب کے کتابات :-

(۳)

ارشاداتِ نبویؐ

من اتقی اللہ اھاب اللہ منہ کل شئ

ومن لم یتق اللہ اھابہٗ من کل شئ

جو اللہ سے ڈرے گا اس سے ہر شے ڈرے گی

اور جو اللہ سے نہیں ڈرے گا اُسے ہر شے ڈرائے گی

(بخاری شریف)

---

(۴)

ہدیہ عقیدت

ازعلی وز حسنؓ نشانِ ولے

نورِ غوث است سیّد عبد اللہ

(حضرت قادری حلقہ بگوش فرزند غوث الاعظمؓ)

(۵)

بعد بیعت

حضرت شاہ سیّد امجد علی شاہ صاحب کی نذرِ عقیدت

أَنتَ شَیخِی أَنتَ غَوثِی یا مَلَاذَ العَالَمِین

أَنتَ حِرزِی أَنتَ مَولَائی بِأَوصَافِ الخِصَال

(از قصیدہ مدحیہ)

---

(۶)

داہنا :—

شکر حق را داد او توفیقِ کار — تو گرفتی خدمتے از خاکسار

تا بود اندر جہاں بست و کشاد — از کرم اولاد در اولاد باد

لطف ہائے خاص بر خود دیدہ ام — انچہ میخواہم ز تو فہمیدہ ام

دہنا (پشت پہ تحریر ہے)

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ

غالب و کار آفریں کار کشا کار ساز

(علامہ اقبالؔ)

(۶)

بایاں :-

ہاں بحقِ غوثِ اعظم دستگیر
دستگیری کن مرا میرانِ میر

یاوری دین و دنیا یاورے
برادر ہا دہم بر خواہرے

التجائے بندۂ عبد المجید
گر قبول افتد زہے پیرِ رشید

تکمیل این کار حصارِ تربتِ اقدس وقبہ درگاہ معلی

سنہ ۱۳۸۴ھ
۱۹۶۵ء

منجانب سگِ در عبد المجید قریشی القادری

بہ عہد سجادگی سید چراغ علی صاحب

دولتِ کونین حاصل ہو گئی
آپ کے قدموں پہ جب سر رکھ دیا

(کاتب شہزادہ خاں)

نقش کندہ محمد شفیع خاں قادری اکبرآبادی کلکٹری روڈ آگرہ

بایاں :- (پشت پر لکھا ہے)

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

(علامہ اقبال)

(۱۰)

ارشادِ نبویؐ

مَنْ اَحَبَّ وَ اَبغض لِلّٰہِ و اعطی لِلّٰہِ ومنع لِلّٰہ
فقد استکمل الایمان

جس نے اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ کے لئے عداوت کی اور اللہ کے لئے دیا اور اللہ کے لئے روکا اور اس نے ایمان کامل کر لیا

(بخاری شریف)

---

(۱۱)

حدیثِ قدسی

اِن سالَنِی عبدِی اعطیتہٗ وان لم یسئلنِی غضب علیہ یا ابن آدم تفرغ لعبادتی املاء قلبک غنیً واملاء یدیک رزقاً

میرا بندہ مجھ سے مانگے گا تو میں اسے دوں گا اور نہ مانگے گا تو میں اس سے ناراض ہو جاؤں گا۔ ابن آدم تو میری عبادت کرتا رہ میں تیرے دل کو تونگری سے اور دونوں ہاتھوں کو رزق سے بھر دوں گا۔

(بخاری شریف)

باباں حصّہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ

ایمان والو

اللہ سے ڈرتے رہو اس تک وسیلہ ڈھونڈو اس کی راہ میں جان لڑادو

تاکہ فلاح پاؤ

صبر کو شیوہ بناؤ

(حضور غوث پاک)

زبسم اللہ کنم آغاز مدح شاہِ جیلانی

کہ بر قدش درست آمد لباس اعظم الثانی

توئی شاہ ہمہ شاہاں ہمہ شاہاں گدائے تو

گدایاں جہاں زامداد تو یابند سلطانی

(حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ)

مراسم عرس و فاتحہ

حضرت سیّدنا بغدادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک وصال کے بعد سے ہر سال ۱۲، ۱۳، ۱۴ محرم کو سلسلۂ قادریہ کے آداب اور تزک و شان کے ساتھ منعقد ہوتا ہے اور اب حضرت میاں چراغ علی شاہ صاحب کی صدارت و سرپرستی اور جناب منشی عبد المجید صاحب قریشی کے اہتمام و انصرام سے روز افزوں ترقی پر ہے۔ عرس مبارک میں رام پور اور دوسرے شہروں سے بے شمار عقیدت کیش اور حلقہ بگوش اصحاب شریک ہو کر حضرت کی روح پر فتوح کو ہدیۂ ثواب اور خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

سالہائے گذشتہ سے ۷، محرم سے ۱۱، محرم تک فاتحہ حضرات شہدائے کربلا بھی اسی سلسلے کے ساتھ ملا دی گئی ہے۔

نظام الاوقات کا مندرجہ ذیل نقشے سے کچھ اندازہ ہو سکے گا۔

فاتحہ حضرات شہدائے کربلا رضوان اللہ علیہم اجمعین

۷، محرم۔ بعد نماز فجر ختم کلام پاک و فاتحہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد محفل درود و سلام بعد نماز عشا محفل وعظ و بیان سیرت۔

۸، محرم۔ بعد نماز فجر ختم کلام پاک و فاتحہ حضرت شہید کربلا امام حسین علیہ السلام بعد نماز عشا جلسۂ قرات

۹ محرم - بعد نماز فجر ختم کلام پاک و فاتحہ حضرات شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم۔
بعد نماز عشا محفل وعظ - بعدہٗ محفل میلاد شریف -
۱۰ محرم - بعد نماز فجر ختم کلام پاک و فاتحہ حضرات شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم۔
بعد نماز عشا محفل وعظ - بعدہٗ میلاد شریف
۱۱ محرم - بعد نماز فجر ختم کلام پاک و فاتحہ حضرت پیران پیر سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ - و نذر گیارھویں شریف -
بعد نماز عشا محفل وعظ بعدہٗ میلاد شریف -

عرس شریف حضرت سیدنا عبد اللہ بغدادی قدس سرہٗ العزیز

۱۲ محرم - بعد نماز فجر ختم کلام پاک و فاتحہ - ۷½ بجے قل شریف اول۔
بعد نماز عصر محفل میلاد شریف و قل شریف
بعد نماز عشا - بزم نعت و منقبت -
۱۳ محرم - بعد نماز فجر ختم کلام پاک و فاتحہ -
۷½ بجے صبح قل شریف دوم - بعدہٗ لنگر شریف -
بعد نماز عشا محفل وعظ شریف -

اسی تاریخ میں حضرت سید امجد علی شاہ کو جو تبرکات حضرت بغدادیؒ نے عطا فرمائے تھے وہ آگرے سے رام پور لائے جاتے ہیں اور جلوس کی صورت میں انتہائی احترام و ادب سے مزار شریف حضرت بغدادی صاحب پر زیارتِ عام کے لئے

کیے جاتے ہیں۔

۱۴ر محرم۔ بعد نماز فجر ختم کلام پاک و فاتحہ
، ۱/۲ ۷ بجے صبح قل شریف سوم۔ بعدہٗ غسل و زیارت قدم شریف و
نذر غلاف مبارک
بعد نماز ظہر ختم کلام پاک و نذر چادر ہائے مزار شریف۔
بعد نماز عصر محفلِ وعظ بعدہٗ آخری قل۔
بعد نماز عشا محفلِ وعظ و بیانِ سیرت

عرس شریف کے دوران منتظمین نہایت توجہ سے زائرین سے پابندی آداب کے لئے تاکید کرتے رہتے ہیں۔ اور مستورات کے لئے حاضری اور آمد و رفت کا مردوں سے بالکل علیحدہ انتظام کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ہزارہا زائرین اور مستحقین کو کھانا کھلانے کا بڑی فراخ دلی اور عالی حوصلگی کے ساتھ انتظام کیا جاتا ہے۔

ان محفلوں کے علاوہ ایک محفل بارہ وفات (۱۱ر اور ۱۲ر ربیع الاوّل) کی درمیانی شب میں منعقد ہوتی ہے۔ جس کا انتظام بھی تقریباً اسی مذکورہ نظام کے مطابق ہوتا ہے آستانہ حضرت بغدادی پہ تمام رات زائرین کا اجتماع اور محفل نعت و درود قائم رہتی ہے اور صبح صادق کے وقت تحفۂ سلام کے ساتھ یہ روح پرور بزم اختتام پذیر ہوتی ہے۔ اس روز منشی عبدالمجید صاحب کے یہاں سے قدم مبارک کے غلاف کا جلوس درگاہ شریف لے جایا جاتا ہے۔

اسی اہتمام و احترام کے ساتھ ۱۱ ربیع الثانی کو محفل یازدہم شریف کا انعقاد ہوتا ہے اور لنگر شریف۔ ختم قرآن محفل وعظ و بزم میلاد و منقبت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس موقع کی ایک خصوصی تقریب یہ ہے کہ جناب منشی عبدالمجید قریشی کی طرف سے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ کے مزار مبارک کے لئے ایک چادر نذر کی جاتی ہے جو جلوس اور نعت خوانی کے ساتھ منشی صاحب کے دولت خانے سے حضرت بغدادی صاحب کے مزار مبارک پر لائی جاتی ہے اور وہاں مسجد کے حجرے میں محفوظ کر دی جاتی ہے پھر وہاں سے بغداد شریف حاضر کر دی جاتی ہے۔

"ایں سعادت بزور بازو نیست"

مدرسہ گلشنِ بغداد

باطنی علوم کی تفہیم کے ساتھ قرآن و حدیث اور دین کی تعلیم حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا معمول رہا ہے اور اسی سُنّت کی پیروی میں حضرت فرزندِ غوثِ اعظمؒ بھی اس پر عامل رہے ہیں۔ رام پور کے دورانِ قیام میں مجاہدات، تعلیم باطن اور حاجت روائی خلق کے ساتھ حضرت طلبہ کو درس بھی دیتے تھے اور آپ کی خانقاہ میں طلبا کا مجمع رہتا تھا اور ان کے اخراجات کی کفالت بھی حضرت کی طرف سے کی جاتی تھی۔ ان کے علاوہ علمائے عصر بھی حدیث و فقہ کے مشکل مسائل حاضرِ خدمت ہو کر حل کرتے رہتے تھے۔ بعد وصال بھی کسی دَور میں خدام یا متولیانِ درگاہ میں سے کوئی صاحب بچوں کی ابتدائی تعلیم دیتے رہے لیکن ایک عرصے سے یہ برائے نام درس تدریس بھی موقوف تھی یہاں تک کہ تائید غیبی نے منشی عبدالمجید صاحب قریشی کو اس طرف مائل کیا کہ درگاہ شریف سے متعلق ایک مدرسہ قائم کرنا چاہیے جو حضرت بغدادی صاحبؒ کے مدرسے کی یادگار ہو اور حضرت کا یہ پسندیدہ شغل جاری رہے۔ اس خیال و عمل کی ابتدائی صورت کے متعلق خود منشی صاحب ممدوح نے جس طرح تحریر فرمایا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ بالفاظہ نقل کر دیا جائے۔

میں وقف نامے کا مسودہ مزار مبارک کے سرہانے کے گوشے میں بیٹھ کر لکھ رہا تھا مزار شریف کے دروازے بند کر لئے تھے کہ کوئی باہر سے نہ آسکے۔

گئے تھے جب معارف کی تفہیم کا سلسلہ شروع ہوا تو دل و دماغ میں ایک دم تحریک پیدا ہوئی اور قلم سے اس طرح لکھا جانے لگا۔

"یہاں ایک مدرسہ قائم ہو گا جس کا نام گلشنِ بغداد ہو گا"

اس مبارک الفاظ رہا جو کچھ اسے کہہ لیا جوئے ہے کے بعد میں نے اس طرح جملہ پورا کیا۔

خدا کرے اس کے طلبا زیورِ شریعت سے آراستہ ہو کر بحرِ طریقت میں غرق ہو جائیں اور چمنستانِ قادریہ کی بہاریں بن کر اپنی مہک سے عالم کو معطر فرمائیں۔

وقف نامے کا مسودہ اس جگہ پر ختم ہو جاتا ہے۔ اگرچہ قانونی مشورے کے بعد وقف نامے میں مذکورہ الفاظ نہیں لائے گئے مگر مدرسے کا بنیادی خیال اور حقیقت یہی ہے۔

اس وقت سے یہ طے ہو گیا کہ مدرسہ ضرور قائم کرنا ہے۔ خیال یہ کیا کہ پہلے مدرسے کی عمارت تیار ہو جائے اس کے بعد سلسلۂ درس شروع کرایا جائے۔ عمارت کے نقشے بننے اور مٹیریل جمع ہونے میں وقت گذر گیا اور برسات آگئی سوچا کہ برسات بعد تعمیر شروع کرا دی جائے گی لیکن کاغذی کارروائی جاری رہی اور دماغی تخیل برابر اپنا کام کرتا رہا۔ ایک روز بعد نماز ظہر فاتحہ خوانی کے لئے درگاہِ معلیٰ پر حاضر ہوا تو صحنِ مسجد میں چند طلبہ عربی کی بڑی بڑی کتابیں لئے ہوئے دکھائی دیئے میں نے سجادہ صاحب سے معلوم کیا کہ یہ طلبہ کون ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ مولوی نظام الدین صاحب الہ آبادی مدرس اول مدرسہ عالیہ رام پور کے

بائیں جانب کے کتبات :-

(۸)

بعد بیعت

(حضرت شاہ نیاز بے نیاز بریلوی کا ہدیۂ عقیدت)

شبِ بخت سیہ را ذرۂ مہرش کند صبحے
فرد زد لمعۂ لطفش رُخِ شامِ غریبانی

(از اشعار مدحیہ)

(۹)

ہدیہ عقیدت

(حضرت مولانا مظہر جانِ جاناں دہلوی)

گفت مظہر غزلے بہرِ جگر گوشۂ تو
غوثِ اعظم صلۂ قبلۂ پاکاں مددے

بمقام دہلی محفل مشاعرہ اعزاز فرزند غوث الاعظم

صدر دروازہ آستانہ عالیہ

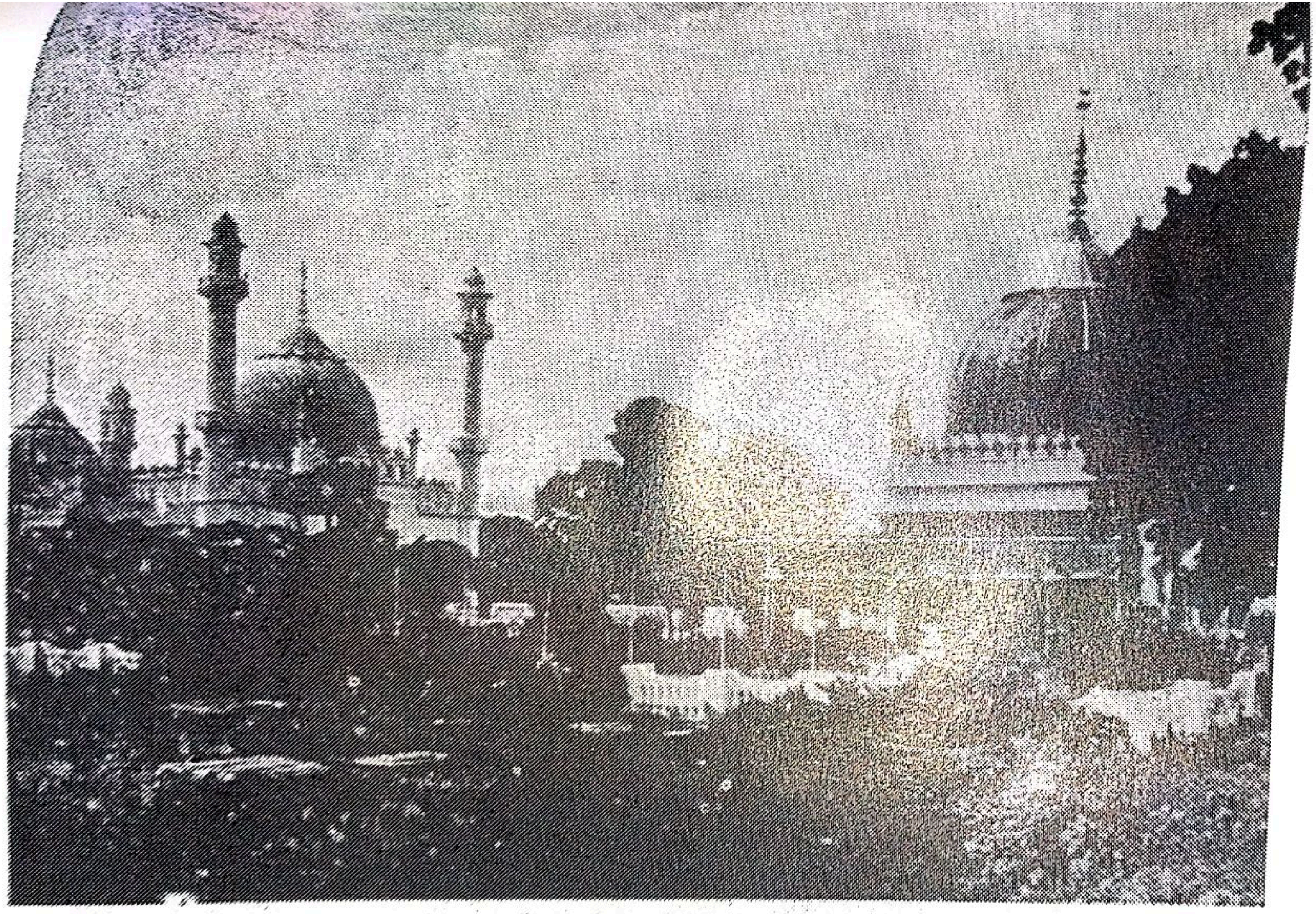

مسجد و درگاہ حضرت سیدنا عبداللہ بغدادیؒ

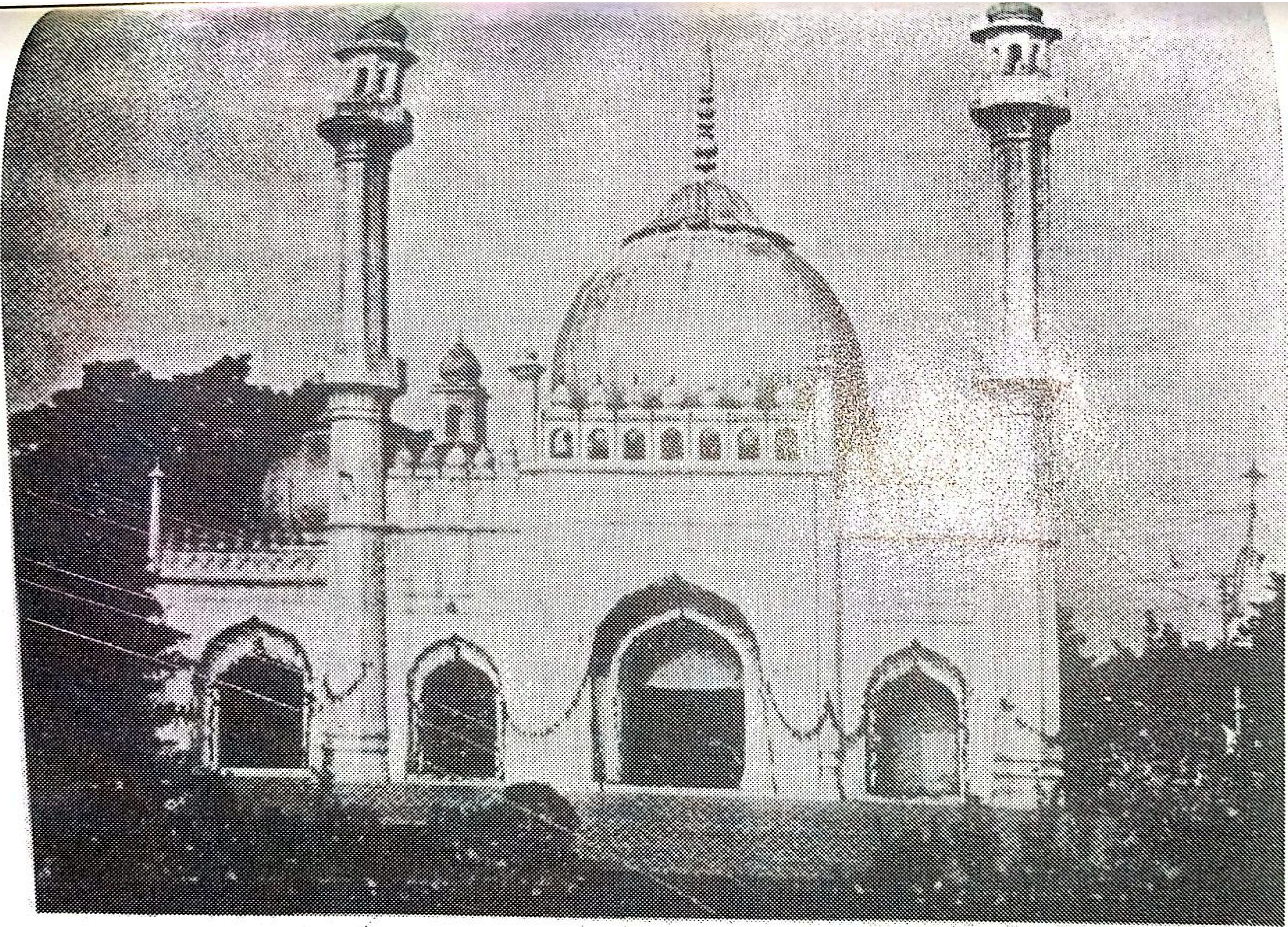

مسجد تعمیر کردہ حضرت سیدنا عبداللہ بغدادی رح

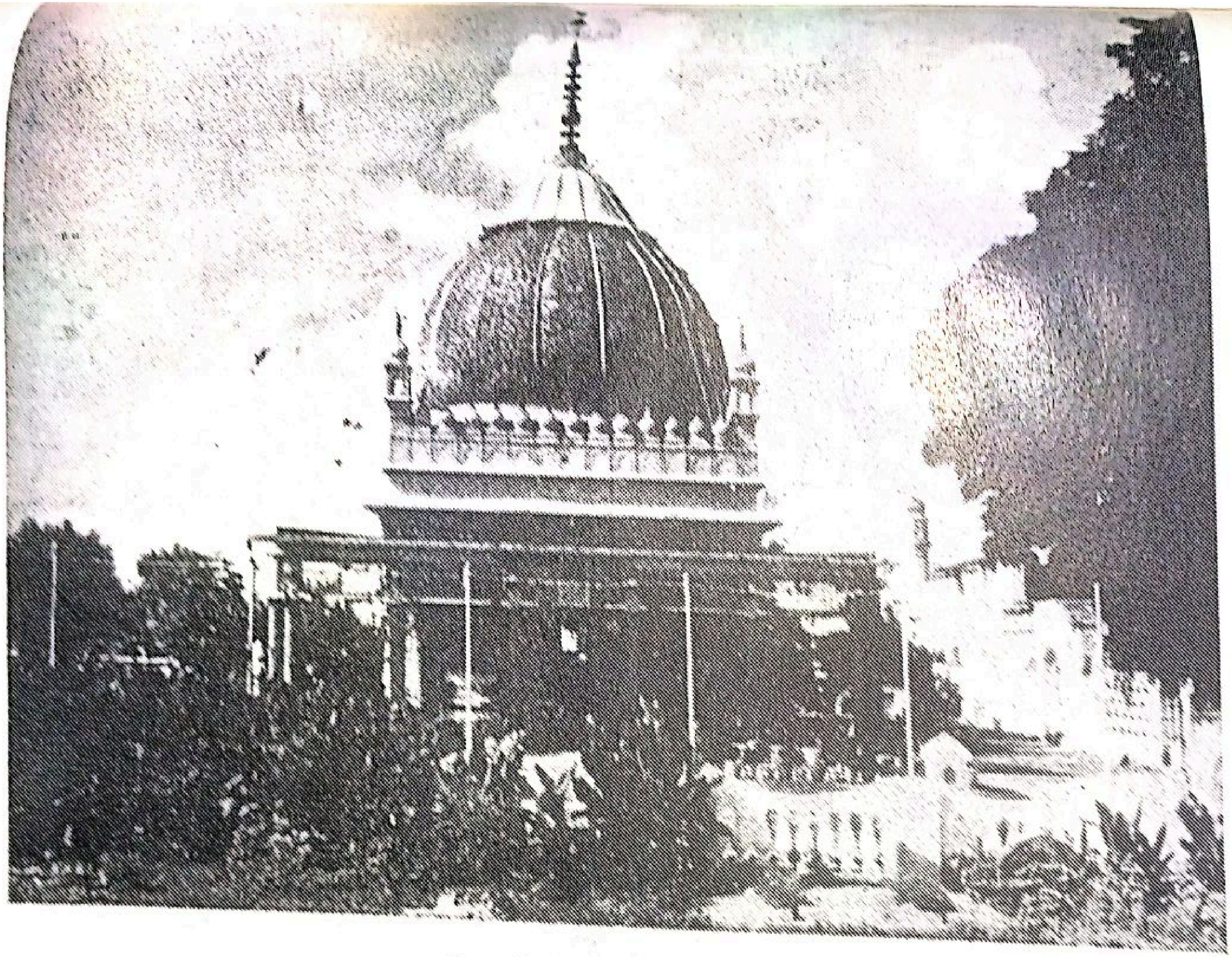

درگاہ حضرت سیدنا عبداللہ بغدادیؒ

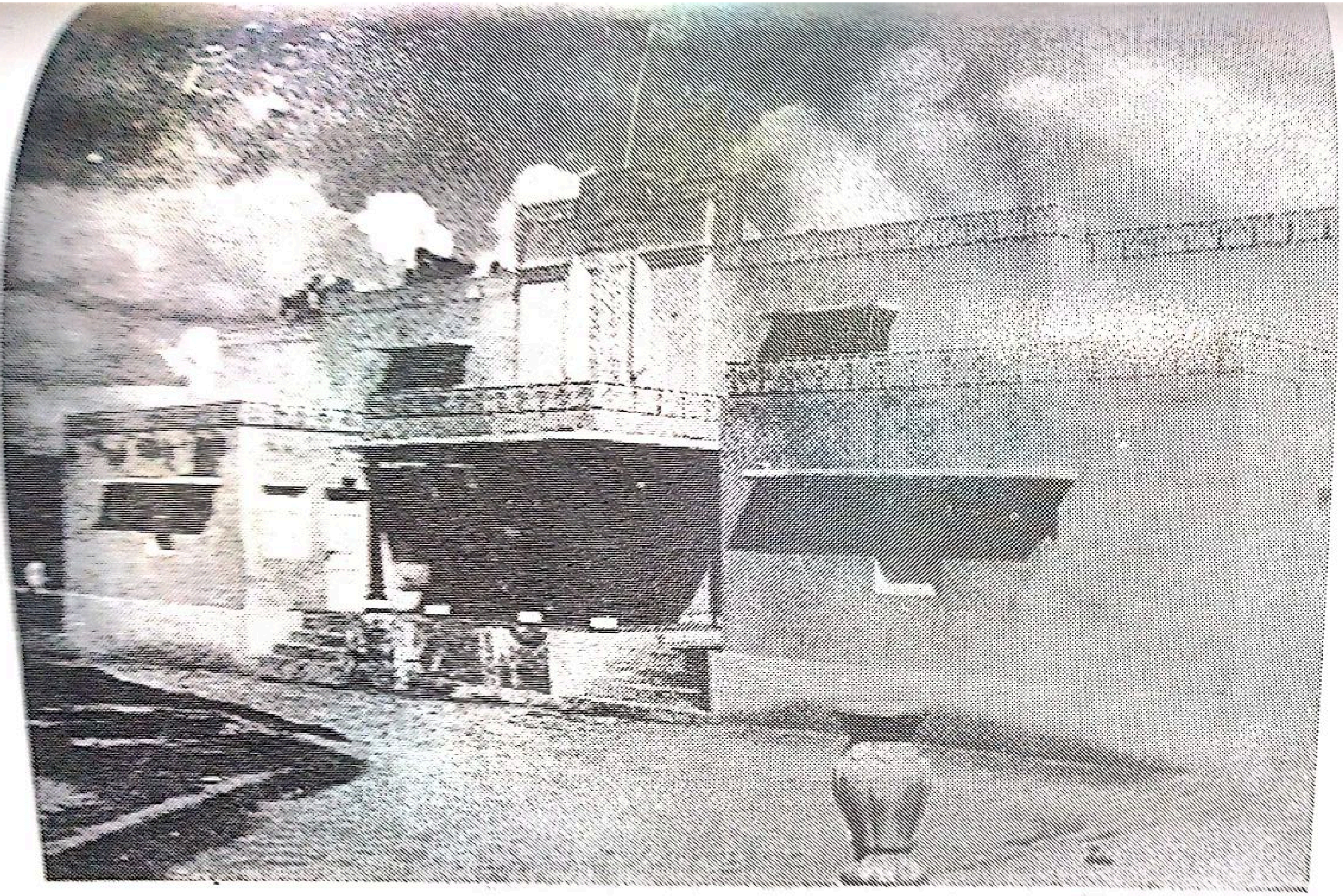

دارالعلوم گلشن بغداد (سامنے سے)

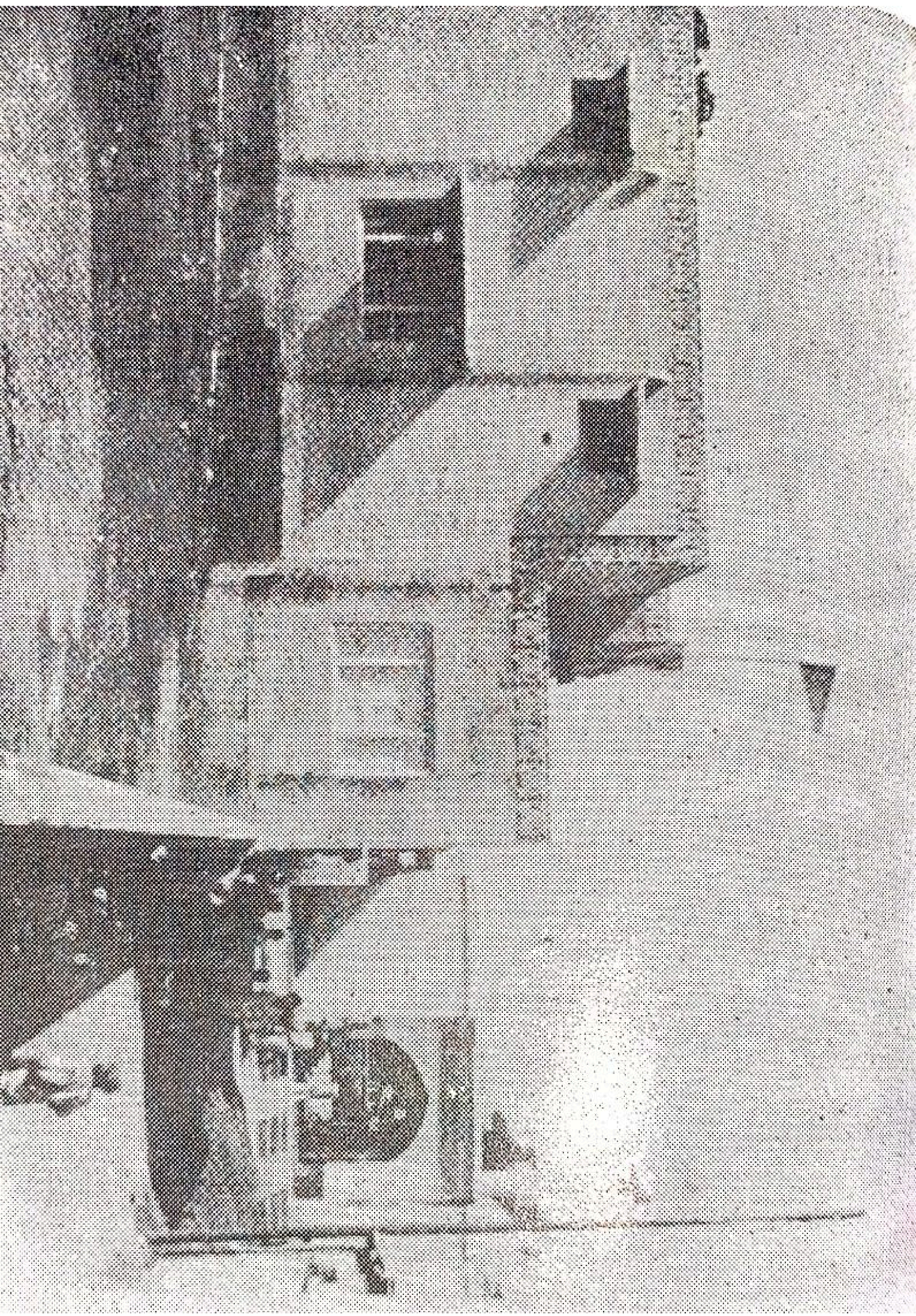

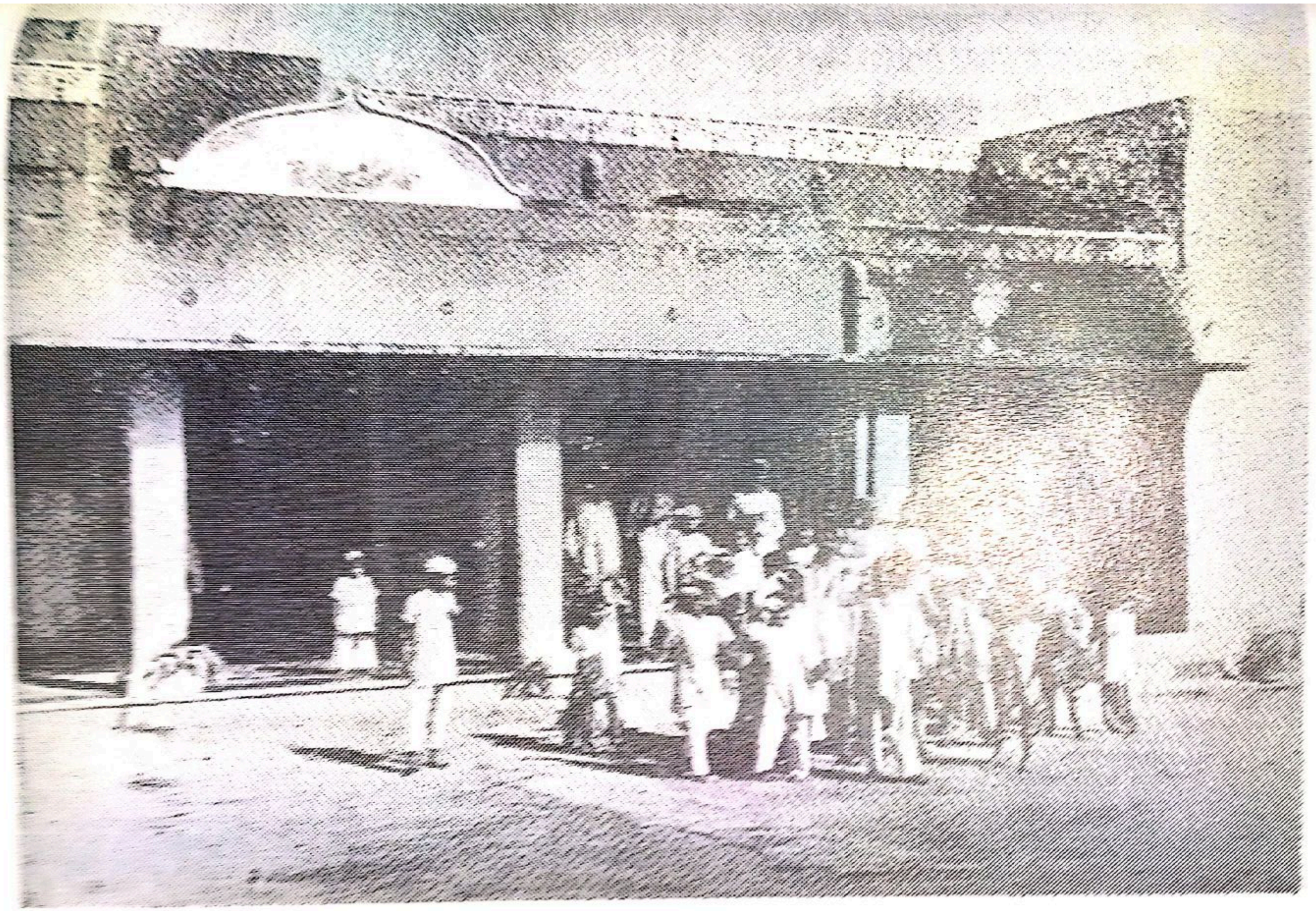

دارلعلوم گاشی بغداد زانەروفی رخ)

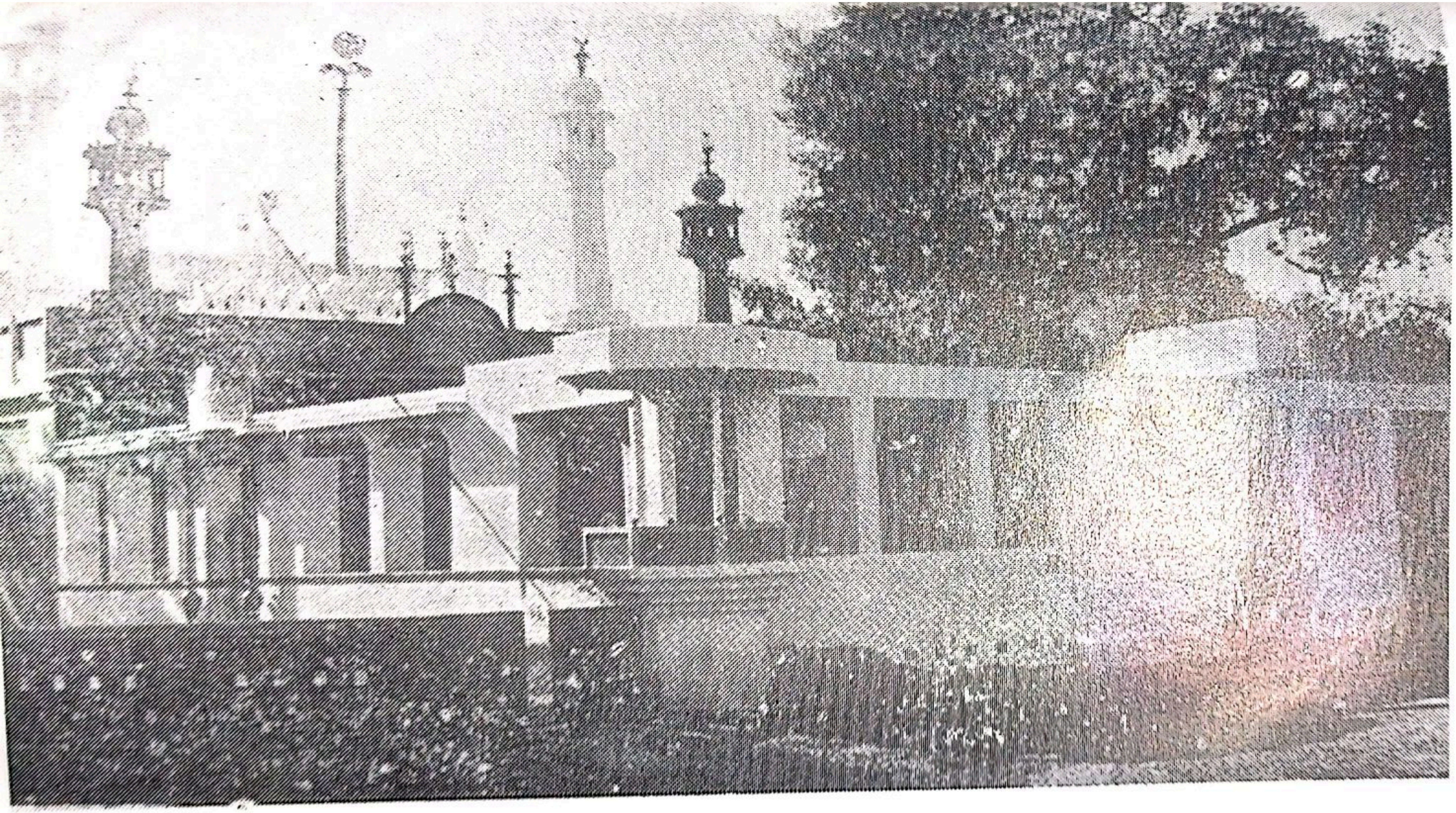

یہ مسجد منشی عبدالمجید صاحب قریشی کے جد محترم شیخ عنایت اللہ صاحب قریشی مرحوم نے اپنی حویلی کے سامنے
۱۸۹۰ء میں تعمیر کرائی تھی جسے منشی عبدالمجید صاحب قریشی نے ۱۹۵۰ء میں توسیع و ترمیم کرکے تعمیر کرایا۔

انتظار میں یہ لوگ بیٹھے ہیں۔ وہ تین ماہ سے روزانہ حدیث شریف کا درس یہاں آکر دیتے ہیں۔ اس خبر نے مجھ پر تازیانے کا کام کیا۔ دوسرے روز مولانا نظام الدین صاحب سے دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ میرے پیر اور استاد مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رئیس اڑیسہ فاتحہ خوانی کے لئے درگاہ شریف پر تشریف لائے تھے تو یہ ہدایت فرما گئے تھے۔ ایک ہفتہ بعد درگاہ شریف میں معمول کے مطابق ۱۲ ربیع الاول کا جلسہ ہونے والا تھا۔ چنانچہ ۱۱، ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۷۸ھ مطابق سنہ ۱۹۵۸ء کی شب کو تمام رات محفل میلاد اور صبح صادق کو ہدیہ سلام پیش کرکے علماء، صوفیہ، شعراء اور تمام سامعین نے نماز فجر ادا کی اور بعد نماز درگاہ معلیٰ کے صدر دروازے سے ملی ہوئی جو چھپری تھی اس میں ایک استاد اور سات طالب علموں سے مدرسہ گلشن بغداد کا افتتاح کر دیا گیا۔ طلبہ کی تعداد روز بروز بڑھتی گئی اور ضرورت کے اعتبار سے اساتذہ بھی بڑھتے رہے۔ جب چھپری کی عمارت میں جگہ ناکافی ہوگئی تو برابر میں ایک چھپر ڈال دیا اس کے بعد دوسرا اور پھر تیسرا اور چوتھا اس طرح چند ماہ میں کئی سو طلبہ اور دس گیارہ اساتذہ ہوگئے ادھر گلشن بغداد کی تعمیر کا کام بڑی تیزی سے ہو رہا تھا۔ میں نے کوشش کی کہ چودہ محرم (سنہ ۱۳۷۹ھ) سے قبل تیار ہو جائے تو طلبہ اور اساتذہ کو اس میں منتقل کر دیا جائے مگر باوجود کوشش کے عمارت کی تکمیل نہ ہوسکی اور ہوئی تو کب! ٹھیک ربیع الاول شریف کا چاند دیکھنے کے بعد چنانچہ جیسے ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۷۸ھ کی صبح کو جلسہ ولادت شریف اور نماز فجر کے بعد ایک استاد اور سات طلبہ سے مدرسے کا آغاز کیا گیا تھا اسی طرح ٹھیک اسی

وقت ۱۱ ربیع الاوّل ۱۳۷۹ھ کو جناب قبلہ سید محمد علی شاہ میکش جعفری اکبرآبادی کے دستِ مبارک سے مدرسے کا گیٹ کھلوا کر ان ہی کی معیت میں تین سو طلبہ اور گیارہ اساتذہ کو جدید عمارت میں داخل کیا گیا جس کے بعد ایک مختصر سا جلسہ ہوا" (انتہی)

چنانچہ آٹھ دس سال کے عرصے میں یہ مختصر مکتب مدرسے کی صورت میں اختیار کر چکا ہے اور برابر ترقی کر رہا ہے اور اب مدرسے کی اپنی ایک شاندار بلڈنگ جو ایک وسیع لان اور متعدد کمروں پر مشتمل ہے درگاہ شریف کے متصل واقع ہے جہاں تقریباً تین سو طالب علم چودہ پندرہ استادوں اور ایک اعلیٰ تعلیمی اسناد رکھنے والے صدر مدرس کی نگرانی میں تعلیم پا رہے ہیں۔

مدرسے میں بچوں کو ہندی انگریزی اُردو حساب سائنس تاریخ جغرافیہ جیسے ضروری مضامین پڑھائے جاتے ہیں لیکن دینی تعلیم کا ایک ضروری مضمون بھی ہر بچے کے لئے لازمی ہے۔ تعلیم القرآن اور قرأت کے درجات کا ایک علیحدہ شعبہ ہے جہاں ہمت افزائی کے لئے طالب علموں کو وظیفے بھی دئے جاتے ہیں اور کسی طالب علم سے کسی بھی صورت میں کوئی فیس نہیں لی جاتی ہے بلکہ ہر سال کامیاب طلبہ کو جو انعامات جلسۂ عام میں تقسیم کئے جاتے ہیں ان میں آئندہ سال کے درجے کے پورے کورس کی کتابیں ہوتی ہیں اس طرح بچوں کے سرپرست کتابوں کی خریداری کے بارے سے بھی بچ جاتے ہیں۔

مدرسہ کے امتحانات باقاعدگی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ گورنمنٹ کے محکمہ تعلیم نے اس مدرسے کو سرکاری طور پر منظور کر کے اس کی گرانٹ مقرر کی ہے اور رام پور میونسپلٹی بھی کچھ رقم اپنے تعلیمی فنڈ سے دیتی ہے

لیکن اس مدرسے کے بانی جناب قریشی صاحب نے ایک بڑی جائداد اس کے اخراجات کے لئے وقف کردی ہے۔

اتر پردیش سرکار کے وزرائے تعلیم اور محکمۂ تعلیم کے ذمہ دار افسران اور انسپکٹر آف اسکولس وغیرہ معائنے کے لئے آتے رہتے ہیں اور سب ہی دینی تعلیم کی اہمیت کو تسلیم کرتے اور نظم و نسق اور مدرسے کے انتظام کو سراہتے رہتے ہیں۔

حضرت فرزند غوث الاعظم کا فیضان جہاں طالبانِ حق اور حاجت مندوں کی دستگیری کرتا ہے وہاں حضرت کا علمی فیضان بھی اس مدرسے کی صورت میں نونہالانِ قوم کو سیراب کررہا ہے۔

باب الکرامات

اولیاء اللہ کے جو تذکرے لکھے جاتے ہیں ان میں عموماً کشف و کرامات کا حصّہ سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ صوفیوں میں کشف و کرامات ولایت کی علامت ہیں ورنہ بہ ذاتِ خود نہ ولایت ہیں اور نہ مقصود۔ بلند درجہ کے صوفیوں میں حال و مواجید کو بھی نعمت و موہبت تو شمار کیا جاتا ہے مگر منزل نہیں سمجھا جاتا لیکن بعض اوقات کشف و کرامات کا بیان ضروری بھی ہو جاتا ہے اوّل تو اس لئے کہ جو شخص بھی کسی محیر العقول واقع کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہے یا اس کے علم و یقین میں ایسی کوئی چیز آتی ہے تو وہ اپنے تعجب اور حیرت کو پوشیدہ نہیں رکھ سکتا اور چاہتا ہے کہ اپنے علم اور حیرت میں دوسروں کو بھی شریک کرے۔ دوسری بات یہ کہ کوئی شخص کتنا ہی راسخ العقیدہ کیوں نہ ہو اس قسم کے واقعات کے مشاہدے سے اس کے یقین و اعتقاد میں ترقی ہوتی ہے جس طرح کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا سے سوال کیا کہ تو مُردے کو کس طرح زندہ کرتا ہے تو جواب ملا کیا تمہیں یقین نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا یقین تو ہے مگر اس طرح میرے دل کو اور اطمینان ہو جائے گا اور پھر صوفیوں کے تذکرہ نگاروں کی یہ سُنّت بھی رہی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ حضرت بغدادی صاحبؒ کی چند کرامات نقل کر دی جائیں۔ حالانکہ اہلِ دل کے لئے مزار مبارک پر کرامات کا مشاہدہ کوئی غیر معمولی بات نہیں رہی ہے۔

اس باب میں وہ کرامات نہیں بیان کی گئی ہیں جو آپ مختلف تذکروں میں پڑھ چکے ہیں۔

حضرت بغدادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری کی بشارتیں اور کرامتیں

حضرت مولانا فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی پیشن گوئی جو حضرت شاہ نیاز بے نیاز رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کے متعلق تھی اور حضرت مولانا ضیاء الدین بلخی نے جو پیشین گوئی اپنے خلیفہ سید امجد علی شاہ صاحب سے کی تھی وہ اپنے اپنے مقام پر ذکر ہو چکی ہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت کی تشریف آوری سے قبل شاہ عالم بادشاہ دہلی نے خواب دیکھا کہ حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ دہلی تشریف لائے ہیں اور میں نے ان کے دست مبارک پر بیعت کی ہے بادشاہ نے یہ خواب حضرت مولانا فخر پاک رح سے عرض کیا حضرت نے فرمایا اس کی تعبیر تمہیں جلد ہی مل جائیگی اس کے کچھ روز بعد ہی حضرت بغدادی صاحب رح دہلی تشریف فرما ہو گئے۔ شاہ عالم نے جو شکل مبارک خواب میں حضور غوث پاک کی دیکھی تھی حضرت بغدادی صاحب کی شکلِ مبارک بعینہ وہی تھی۔ شاہ عالم نے حضرت بغدادی صاحب رح کے ہاتھ پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

مزارِ مبارک کے مقام کا تعین :-

رام پور میں حضرت کا اولین قیام موضع آغا پور میں ہوا لیکن کچھ ہی دن کے بعد آپ نے بذریعہ خان ساماں میں رجہاں اب مزارِ مقدس اور مسجد ہے)

زمین خرید فرمائی اور یہیں مسجد اور حجرہ وغیرہ تعمیر فرمایا۔ اور فرمایا مجھے اس زمین سے محبّت کی بُو آتی ہے۔

مصلّے کے نیچے بے شمار دولت کا ذکر بھی کیا جا چکا ہے۔

اس سے پہلے صفحات میں انوار العارفین کے حوالے سے مسجد کے انہدام اور راج مزدوروں کی جان بچانے کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ اسی طرح حجرۂ اقدس میں حضرت غوثِ پاک کی زیارت کا ذکر آئندہ ہو گا۔ اس لئے اس جگہ ان واقعات کا ذکر نہیں کیا گیا اسی طرح وفات کے بعد قلب کی حرکت جاری رہنے کا ذکر واقعۂ وصال کے ضمن میں کیا جا چکا ہے یہ چند کرامتیں مشتے نمونہ از خروارے کی مصداق ہیں۔ کرامات کا تعلق حضور کی حیاتِ ظاہری سے ہی نہ تھا بلکہ آج بھی یہ تصرفات روحانی برابر جاری ہیں چند واقعات ان میں سے بھی درج کئے جاتے ہیں۔

محفلِ میلاد میں نور کا ظہور۔

ہر سال حضرت کے آستانے پر ۱۱ اور ۱۲ ربیع الاوّل کی درمیانی رات میں نمازِ عشا کے بعد سے صبح صادق تک محافل وعظ و میلاد اور نعت و منقبت خوانی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ہزاروں حاضرین صبح صادق کے وقت دست بستہ قیام کرتے ہیں اور بہ آوازِ بلند صلوٰۃ و سلام پیش کرتے ہیں۔ عین اسی وقت محسوس ہوتا ہے کہ ایک نور کا مینار ہے جو مزارِ اقدس کے گنبد سے آسمان تک پہنچا ہوا ہے۔

سالانہ عرس پر ایک عجیب مشاہدہ :-

منشی عبدالمجید صاحب قریشی کی والدہ صاحبہ مرحومہ بڑی عابدہ زاہدہ خاتون تھیں اور حضرت بغدادی صاحب سے انتہائی عقیدت رکھتی تھیں انھوں نے ایک مرتبہ منشی صاحب سے کہا کہ میں کئی سال سے عرس شریف پر قل کے وقت ایک چیز تخت رواں کی طرح آسمانی فضاؤں پر تیرتی ہوئی مزار مبارک کی طرف جاتی ہوئی اور کچھ دیر بعد واپس آتی ہوئی دیکھتی ہوں۔ منشی صاحب نے عرض کیا کہ آپ نے یہ اظہار کر دیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ میں نے بھی یہ منظر کئی بار دیکھا ہے۔

ماسٹر تفضل حسین صاحب منشی صاحب کے یہاں فرم میں بعض خدمات انجام دیتے تھے ان کو جو واقعہ رونما ہوا وہ ان کے ہاتھ سے ملاحظہ فرمائیے یہ خط انھوں نے کراچی سے لکھا ہے۔

ناظم آباد - 11/E/2/13

کراچی ۔ ۲۹ ؍ اگست ۱۹۵۷ء

مکرم معظم جناب منشی صاحب السلام علیکم

آنجناب کا نوازش نامہ مورخہ ۲۱ ؍ اگست باعث عزت و مسرت ہوا۔ آپ نے اس واقع کو جو مجھ ناچیز کو پیش آیا تھا سوانح حضرت قبلہ شاہ بغدادی صاحب میں درج کرنے کے لئے تفصیلاً طلب کیا ہے اللہ پاک اس سوانح کی تیاری کا آپ کو اجر عطا فرمائے۔ نہایت مبارک ارادہ ہے۔ میری نااہل نظر کے سامنے جو واقعہ پیش ہوا تھا وہ حسب ذیل ہے :-

دوران عرس شریف حضرت شاہ بغدادی صاحبؒ جو غالباً ۱۳ر جون ۱۹۵۳ء
کو ہوا تھا اس میں اور قل شریف میں یہ ناچیز بغرض فاتحہ خوانی مزار مبارک
کے اندر پہنچا آپ بھی وہاں موجود تھے۔ میں پائیں کی جانب کھڑا ہوا فاتحہ
پڑھ رہا تھا دل اندر سے بہت گداز ہو رہا تھا اور بہت ہی ضبط سے گریہ کو
روکے ہوئے تھا کہ یکایک اور اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ مزار مبارک کے
سرہانے شمال و مغرب کے درمیان ایک نہایت ہی حسین جمیل نور مجسم شکل
موجود ہے۔ سر پر عمامہ بندھا ہے شیروانی سنہری جامہ وار کی ہے سر سے
پیر تک مہرے کے انداز پر گنجان پھولوں کی لڑیاں پڑی ہیں خوشبو مہک رہی
ہے کچھ عجب دلکشی اور نورانی شکل مبارک ہے۔ پھولوں کی لڑیاں اس
قدر گنجان ہیں کہ درمیان سے چہرۂ پُر انوار کی نورانی شعاعیں بڑی مشکل
سے لیکن بڑی شان سے چھن چھن کر نکل رہی ہیں۔ رُخ انور مع توجہ اور شفقت
کے تجھ عاجز ہی کی طرف سا ہے۔ رعب حسن اس درجہ ہے کہ رُخ پُر نور پر نظر
ڈالنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ تاہم میں نے جس انتہائی ادب و احترام سے ممکن
ہوا یہ اندازہ کیا کہ چہرۂ مبارک کے انداز شفقت اور دبی ہوئی خفیف سی مسکراہٹ
میرے سلام کی منظوری کا ثبوت ہیں نیز بحیثیت مجموعی حضرت کی خوشی و شادمانی
کے انداز کچھ ایسا یقین دلا رہے تھے جیسے عرس مبارک جس شان سے ہوا ہے وہ
بڑی پُر خاطر ہے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر اور محسوس کر کے میرے قلب کو بہت
خوشی ہوئی کہ یہ ان کا کرم خاص مجھ ناچیز پر ہوا۔ آن واحد میں یہ حسین و جمیل
منظر ختم ہو گیا۔ میرے ہاتھ جس طرح فاتحہ خوانی کے لئے اٹھے ہوئے تھے

ویسے ہی رہے اور وہ نورانی شکل نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

جب سے کچھ ایسا کرم ہے کہ جب کبھی آپ کا مزار پاک کا، رام پور کا خیال آتا ہے وہ نورانی روح پرور اور منور شکل نظر آ کر قلب مضطر کو سکون دے جاتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یوں کہتی ہے

پردہ ہا را ایں زماں بر داشتیم
حسن را بے واسطہ افراشتیم

اللہ پاک سب کو ان کا دیدار کرائے آمین

فقط آپ کا خادم
تفضل حسین عفی عنہ

مالن کو بشارت :- مزار اقدس کے قریب ہی فاصلہ پر ایک مالن رہتی ہے کبھی کبھی وہ یا اس کا خاوند مزار شریف پر پھول چڑھایا کرتا تھا۔ اس مالن کی لڑکی بیمار ہوئی اور زیست کی امید منقطع ہو گئی۔ یہ مالن خاصہ باغ میں نواب صاحب دام اقبالہٗ کے یہاں بھی مالیوں کے نظم میں ملازم تھی اور بیٹی کی علالت کی وجہ سے اکثر چھٹی لیا کرتی تھی اور حکام متعلقہ سے اپنی پریشانی کا اظہار کیا کرتی تھی۔ ایک دفعہ لوگوں نے اُسے بہت خوش اور مطمئن دیکھا تو پوچھا۔ اس نے بیان کیا کہ میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی بزرگ فرماتے ہیں۔ فکر کیوں کرتی ہے تو تو ہمارے یہاں پھول لایا کرتی ہے۔ میں نے اندازے سے سمجھ لیا ہے کہ یہ بزرگ بغدادی صاحب ہیں۔ اب میری لڑکی دن بدن تندرست ہوتی جا رہی ہے اور اب میں نے علاج معالجہ بھی چھوڑ دیا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اسکی لڑکی تندرست ہو گئی۔

کنوئیں میں گر کر صحیح سلامت نکل آئے :-

دیوان مقبول حسین خانصاحب نیازی جاگیردار جے پور کے صاحبزادے محبوب حسین خانصاحب نیازی ایک مرتبہ رامپور آئے اور معروف زمانہ اُستاد سہراب خانصاحب کے صاحبزادے صدیق خانصاحب کے ساتھ مزار مبارک پر حاضر ہوئے رات کا وقت اور گرمی کے دن تھے محبوب علی خانصاحب مسجد کے جنگلے کی منڈیر پر بیٹھ گئے اور صدیق خانصاحب صدر دروازے پر بیٹھے ہوئے لوگوں سے گفتگو کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد ایک آواز ہوئی معلوم ہوا کہ محبوب علی خانصاحب مسجد کے باہر والے کنوئیں میں گر گئے ہیں۔ استاد صدیق خانصاحب کا بیان ہے کہ میں نے حضرت کی طرف رجوع ہو کر عرض کیا کہ دوسرے شہر کا مہمان ہے اگر اس سے کوئی گستاخی ہوئی ہے تو معاف فرمایا جائے۔ دیکھا کہ محبوب علیخاں کنوئیں سے باہر نکل آئے وہ بہت ہی بدحواس اور حیران نظر آتے تھے سب نے دریافت کیا مگر وہ بالکل خاموش رہے۔ بعد میں استاد صدیق خانصاحب نے کہا کہ ان کے دل میں کچھ خطرات پیدا ہوئے تھے۔

حضرت سیدنا بغدادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا

حضرت کے خلفا میں حضرت مولانا شاہ نیاز احمد صاحبؒ بریلوی اور مولانا سید امجد علی شاہ صاحبؒ بہت معروف ہیں آگرے میں مولانا سید امجد علی شاہ صاحب کے علاوہ بغدادی صاحبؒ نے مولوی شمس الضحیٰ صاحبؒ حضرت خواجہ محمد میرؒ اور سید حسن علی صاحب کو خرقہ اور خلافت عطا فرمائی تھی

ان حضرات کے علاوہ تالیف محمدی سے معلوم ہوتا ہے کہ عظیم آباد پٹنہ میں حضرت بغدادی صاحب کے یہ خلفا اور تھے۔ شیخ خیر الدینؒ۔ شاہ باب اللہؒ سید حاجی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

ان حضرات کے لئے صاحب تالیف محمدی نے لکھا ہے کہ یہ سب حنفی ہیں اور مریدوں کو تعلیم دیتے اور راستہ بتاتے ہیں۔ مزید احوال ان حضرات کے معلوم نہیں ہو سکے اسی طرح حضرات سید حسن علی صاحب اور خواجہ محمد میرؒ کا حال معلوم نہیں ہے۔ خواجہ محمد میر صاحب کا مزار بفضلہ تعالیٰ قائم ہے یہ مغلوں کی گلی تاج گنج آگرہ میں ہے۔ سڑک سے اتر کر جب میاں نظیر اکبرآبادی کے مزار پر جاتے ہیں تو بیچ سے ہٹ کر ایک بلند چبوترہ ہے جس پر کئی مزار ہیں ان میں سب سے پہلے مزار حضرت خواجہ محمد میرؒ کا ہے اسکے آگے چبوترہ پر ایک مسجد ہے جس کی پشت پر سید محمد کاظم صاحبؒ کا مزار ہے اور برابر ایک حجرہ ہے جس میں انکے جد شاہ بہاء الدینؒ کا مزار ہے جس پر حضور صلعم کے قدم مبارک کا نشان ہے یہ خاندان کے بزرگ ہیں اور حضرت غوث اعظمؒ کی اولاد ہیں انکے جد سید رفیع الدین صاحب[1] ... ہمایوں کے ساتھ آگرہ تشریف لائے تھے

حضرت مولانا شمس الضحیٰ صاحبؒ شیخ ولی محمد صاحبؒ شاہ جی مثنوی کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کا مزار آپکے والد محترم کے پہلو میں محلہ مالو گنج آگرہ میں ہے۔ انکے بہنوئی سید اعظم علی صاحبؒ تھے جن کے نام پنج آہنگ میں مرزا غالب کا مکتوب ہے۔

---

[1] آپ کا ذکر شیخ عبدالحقؒ نے اخبار الاخیار میں کیا ہے رضی اللہ عنہا

حضرت قطب عالم مدارِ اعظم شاہ نیاز احمد صاحب چشتی قادری رضی اللہ عنہ

آپ کے والد نسباً علوی ہیں اور والدہ ماجدہ سادات رضوی سے ہیں۔
آپ کے اجداد شاہانِ بخارا سے تھے جن کا پایۂ تخت اندی جان تھا۔ آپ کے اجداد میں سے شاہ آیت اللہ علوی ترکِ سلطنت فرما کر ملتان تشریف لائے اور اس کے ایک زمانے کے بعد ان کے پوتے حضرت شاہ عظمت اللہ علوی ملتان کی سکونت ترک فرما کر سرہند میں آباد ہوئے وہاں سے حاجی الحرمین حضرت شاہ رحمت اللہ علوی ۱۱۶۸ھ میں دہلی تشریف لائے۔ یہ حضرت شاہ نیاز رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ الملقب، بی بی عزیب نواز عارفہ، کاملہ اور صاحب تصرف ولیہ تھیں ان کے والد حضرت سید سعید الدین رضوی حضرت شیخ کلیم اللہ چشتی جہان آبادی کے خلیفہ تھے۔ حضرت بی بی صاحبہ کو خاندانِ قادریہ میں حضرت محی الدین دیاسنائی سے بیعت تھی۔ حضرت نیاز بے نیاز کو ابتدا ہی سے اپنی والدہ ماجدہ سے تربیت اور فیضِ باطنی حاصل رہا اور آپ کی والدہ ماجدہ نے ہی آپ کو حضرت مولانا فخر الدین دہلوی چشتی رضی اللہ عنہ، سے بیعت کرایا اور آپ کی تربیت میں دے دیا تھا جس کا اجمالی تذکرہ صفحات گذشتہ میں کرامات نظامیہ کے حوالے سے ہو چکا ہے۔ حضرت بغدادی صاحب رضی اللہ عنہ کی بیعت و خلافت سے پہلے آپ کو حضرت مولانا فخر الدینؒ دہلوی سے بیعت و خلافت و سجادگی عنایت ہو چکی تھی اور پھر بحکم حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ، حضرت مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ

نے آپ کو حضرت سیّد عبداللہ شاہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اس طرح حاضر کیا کہ اپنے سر پر شیرینی کا خوان رکھا اور حضرت شاہ نیاز کا ہاتھ تھامے ہوئے حضرت بغدادی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو پیش کیا۔

حضرت نیاز بے نیاز کی ولادت شہر سرہند میں ہوئی۔ اور تعلیم و تعلم دہلی میں حضرت نے پندرہ سال کی عمر میں تمام علوم متداولہ منقول و معقول کی تکمیل فرمائی۔ اور دہلی میں تمام علما کے اتفاق و اجماع سے آپ کی دستار بندی ہوئی۔

معقول کی مشہور کتاب ملا جلال وغیرہ پر آپ کے حاشیے آپ کے تبحر علمی کے گواہ ہیں علوم تصوف میں آپ کی تصانیف شمس العین اور رازونیاز وغیرہ سند کا حکم رکھتی ہیں اور خانقاہِ نیازیہ میں شاملِ درس ہیں۔

بحیثیت شاعر آپ کی شہرت اور آپ کا مقام محتاجِ بیان نہیں ہے آپ کا کلام اردو فارسی اور ہندی مشہور و معروف ہو چکا ہے۔ آپ کی حیات مبارک ہی میں آپ کے خلفا و مریدین کا سلسلہ ہندوستان سے گزر کر کابل و بدخشاں بخارا و سمرقند تک پہونچ چکا تھا اور آپ کی کرامات و خوارقِ عادات کا مشاہدہ خواص سے گزر کر زبان زدِ عوام بن چکا تھا۔

تاریخ وصال ۶؍ جمادی الثانی سنہ ۱۲۵۰ ہجری اور مدفن مبارک خانقاہ نیازیہ بریلی میں زیارت گاہِ عام ہے۔

مادہ تاریخ وصال آیتِ قرآن اِنَّ اَولِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوفٌ عَلَیہِم وَلَا ہُم یَحزَنُونَ (سنہ ۱۲۵۰ھ) ہے[1]

---

[1] ماخوذ از کراماتِ نظامیہ

قادریہ چشتیہ نظامیہ کے علاوہ حضرت نیاز بے نیاز رحمۃ اللہ علیہ کو کتنے ہی سلاسل طریقت میں اجازت و خلافت حاصل تھی مثلاً نقشبندیہ قدیمیہ صابریہ وغیرہ۔

آپ نے اپنے صاحبزادے تاج الاولیاء شاہ نظام الدین حسین[1] رضی اللہ عنہ کو سجادہ نشین فرما دیا جو خود بھی حضرت قبلہ شاہ نیاز رحمۃ اللہ علیہ کی طرح علوم ظاہر اور کمالات باطن کے جامع تھے آپ کی کرامات و محیر العقول واردات اطراف ہند میں مشہور ہیں کوئی علم اور فن ایسا نہ تھا جس پر حیرت انگیز مہارت آپ کو حاصل نہ ہو کرامات نظامیہ[2] آپ کے حالات میں ایک مبسوط مگر غیر جامع تصنیف ہے آپ کے خلفاء و مریدین کی تعداد ہند و بیرون ہند میں لاکھوں سے متجاوز ہے۔

حضرت تاج الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین اور صاحبزادے حضرت سراج السالکین شاہ محی الدین احمد نظامی عرف حضرت نخھے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے جو اپنے جد بزرگوار اور والد ماجد کی طرح علوم ظاہر و باطن، ریاضات و مجاہدات تعلیم و تعلم کرامات و خرق عادات اور فیض رسانی خلق میں اپنے جد بزرگوار کے مثل اور اقتدار کے بھی حامل تھے۔

ان اوراق کے کاتب کی یہ خوش قسمتی ہے کہ حضرت جیسی جامع کمالات شخصیت کی زیارت و غلامی کا[3]

---

[1] تاریخ وصال یکم رمضان ۱۳۲۲ھ ہے۔

[2] یہ کتاب ۲۲۴ صفحات پر مشتمل ہے جو ۱۳۳۲ھ میں مطبع نامی میرٹھ سے شائع ہوئی۔ مولف مولوی محمد فائق صاحب واصفی نظامی تھے۔

[3] سلسلۂ قادریہ میں مجھے نقیب الاشراف (سجادہ نشین حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ) حضرت سید ابراہیم سیف الدین رضی اللہ عنہ سے بیعت حاصل ہوئی تھی اس وقت میری عمر تقریباً ۹ یا ۱۰ سال کی تھی۔ وہ بیعت میرے لئے بیعت تبرک و باعث افتخار ہے۔ اس کے بعد بہت ہی التجا و اصرار کے بعد حضرت سراج السالکین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سلسلے میں مجھے داخل فرمایا دنیا و آخرت میں میرا ملجا و ماوا، وسیلہ و مقصود جو کچھ ہے حضرت ہی کی ذات اقدس ہے۔

شرف حاصل ہوا حضرت کے حال پر مشتمل ایک کتاب "تذکرہ سراج السالکین" عزیزی پریس آگرہ سے شائع ہو چکی ہے جس کے مولف مولانا شاہ قطب الدین نیازی غازی پوری علیہ الرحمۃ ہیں۔ پھر بھی میں اس کے اظہار پر اپنے کو مجبور محسوس کرتا ہوں کہ میں جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تو حدیث تفسیر اور منطق کا ایک طالب علم اور مخالفِ تصوف علما کا تربیت یافتہ تھا اس لئے حضرتؒ کے ہر عمل اور قول کو تنقیدی نظر سے دیکھتا تھا لیکن مجھے حضرت کی صحبت میں ایسا محسوس ہوا جیسے میں دورِ صحابہ و تابعین میں ہوں۔ میرے دل میں یہ حسرت نہیں ہے کہ میں نے جنیدؒ و بایزیدؒ کو نہیں دیکھا ان کی زبان سے حقائق معارف نہیں سنے اور ان کے خوارقِ عادات کا چشمِ سر سے مشاہدہ نہیں کیا۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھا مشاہدہ کیا اور پرکھا اور اب بحمد للہ مجھے حضرتِ عبد الکریمؒ جیلی کے انسانِ کامل اور علامہ اقبال کے مردِ مومن کے وجود میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ خدا کا عظیم احسان ہے کہ حضرت کے جانشین اور نواسے حضرت شاہ تقی الدین احمد مدظلہ العالی کی ذاتِ مبارک بھی حضرت سراج السالکینؒ کی ذاتِ مبارک کا ظل بلکہ عین ہے ادام اللہ ظلال فیوضہٗ و برکاتہٗ علینا۔

مستم از بادۂ شبانہ ہنوز — ساقی ما نہ رفت خانہ ہنوز

حضرت سراج السالکین رضی اللہ عنہ نے ۲۶ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۲۳ء وصال فرمایا اور اپنے جدِّ محترم احمد اللہ بزرگوار کے پہلو میں خانقاہِ عالیہ نیازیہ میں آسودہ ہیں۔

حضرت مولانا سید امجد علی شاہ اصغرؒ

آپ کے والد ماجد مولانا سید احمد اللہ کا سلسلۂ طریقت آباً عن جدٍ قادری تھا۔ والد سے تربیت و تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے اپنے خسر مولانا سید محمد کاظم صاحب سے جو حضرت سید رفیع الدین صفوی محدث کی اولاد میں سے تھے علوم باطن حاصل کیے اور پھر حضرت مولانا ضیاء الدین بلخی[1] سے بیعت و خلافت حاصل کی۔ حضرت مولانا بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے ہی وصال کے وقت فرمایا تھا کہ اب تمھیں حضرت غوث پاک کے صاحبزادے سے ملے گا جو عنقریب تشریف لائیں گے اور مدار فقر ان کی زبان پر ہوگا۔

چونکہ حضرت راقم السطور کے جدِ محترم ہیں ان کے مناقب و فضائل بیان کرنا ناموزوں تو نہیں ہے لیکن بہتر یہ ہوگا کہ دوسرے ارباب تاریخ و سیر نے جو کچھ لکھا ہے اس کے مختصر اقتباسات دے دیے جائیں۔ حضرت اپنے عہد کے مشاہیر شعرا میں سے بھی تھے۔ آپ کا دیوان ۱۲۶۶ھ ہجری میں جام جمشید آگرہ شائع ہوا تھا متن میں دیوانِ فارسی ہے اور حاشیے پر اردو کلام ہے۔ فارسی دیوان میں ۱۴ قصائد، ۱۵۲ غزلیں ایک ترکیب بند ایک مثنوی ۴۴ رباعیاں وغیرہ ہیں۔ کُل فارسی اشعار کی تعداد ۲۴۱۳ اور اردو اشعار کی کل تعداد ۹۱۵ ہے جس میں غزلیں قطعات رباعیات شامل ہیں۔

---

[1] مولانا ضیاء الدین بلخی کا سلسلہ حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری کے واسطے سے ہے جس میں سے ایک سلسلہ قادریہ ایک چشتیہ ایک نقشبندیہ مجددیہ اور ایک سہروردیہ ہے۔ ان سب سلسلوں میں مولانا سید امجد علی شاہؒ کو اجازت و خلافت تھی۔

دوسرے تذکرہ نگاروں سے پہلے ان عبارتوں کی نقل مناسب ہوگی۔
جن میں حضرت نے خود اپنے یا اپنے خاندان کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔ اس میں
سب سے اہم وہ تحریر ہے جس میں حضرت بغدادی صاحب قدس سرہ کی آگرہ
تشریف آوری اور عطایا وعنایات کا ذکر ہے اور صفحات گزشتہ میں اس کی
نقل کی جاچکی ہے اس کے علاوہ ایک اور استشہاد ہے جس میں اپنے اجداد
کی تشریف آوری وغیرہ کا حال تحریر فرمایا ہے۔ اس میں سے بعض ضروری
اقتباسات کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

استشہاد حضرت مولانا سید امجد علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ضروری عبارتوں کا ترجمہ :---

آگرے کے رہنے والوں سے اور خصوصاً خواجہ معین خاں سمرقندی کی مسجد اور حویلی خان جہاں لودھی کے جوار میں رہنے والوں سے گواہی چاہتا ہوں کہ مولوی سید ابراہیم قطب جعفری قدس سرہ العزیز مدینے سے جو ان کا وطن تھا جہانگیر کے آخر زمانے میں ہندوستان تشریف لائے اور حویلی خان جہاں لودھی کے قریب قیام فرمایا اس عہد کے امیر غریب سب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علوم ظاہر و باطن سے مستفیض ہوتے رہے۔ خان جہاں لودھی حضرت سے مرید ہو گئے۔ خواجہ معین خاں سمرقندی نے جو اس زمانے کے امراء و اکابر میں تھے اپنی صاحبزادی حضرت کے نکاح میں دیدی اور حضرت کے درس و تدریس کے لئے ایک مسجد تعمیر کرادی جو اب تک ٹیلہ خان جہاں لودی کے متصل قائم ہے اور اُس کے متصل ایک حویلی حضرت کے اہل و عیال کے لئے تعمیر کرادی۔ جب شاہجہاں تخت نشین ہوا تو خان جہاں لودھی نے شاہجہاں سے بغاوت کی اور اپنی حویلی میں مع سازو سامان کے آگ لگا دی اور زمین کا ہبہ نامہ حضرت سید ابراہیم صاحب کے صاحبزادے سید فتح محمد صاحب کی نذر کر دیا۔ راجہ جواہر سنگھ جاٹ کی عمل داری تک حضرت قبلہ گاہی صاحب (مولانا سید احمد اللہ قادری) خواجہ معین سمرقندی کی مسجد کے پاس کی حویلی میں سکونت پذیر رہے اور خواجہ معین سمرقندی کی مسجد میں نماز پنجگانہ

جمعہ اور عیدین پڑھتے رہے اور مجالس وعظ برپا فرماتے رہے عیدین کی نمازیں آپ کے پیچھے قریب ایک ہزار آدمی نماز پڑھتے تھے

جاٹ گردی کے زمانے میں ہماری حویلی میں آگ لگی تمام کاغذات املاک اور جاگیر کے جل گئے اور تقریباً ایک ہزار کتابیں بھی جل گئیں پختہ حویلی کوئلہ ہو کر رہ گئی اس زمانے میں حضرت قبلہ گاہی صاحب مدرسہ سید افضل خاں میں اپنے استاد مولانا عادل صاحب کے پاس تشریف لے آئے کیوں کہ وہ حضرت قبلہ کے استاد تھے اور مدرسہ ان کی ملکیت تھا۔ اور میر منا کو جو حضرت قبلہ گاہی صاحب کے خلیفہ تھے مسجد خواجہ معین خاں میں مقرر کر دیا وہ وہاں وعظ و جماعت حسب دستور کرتے رہے۔

ذکر مولوی امجد علیؒ

سید السند محب الفقراء والغرباء شیخ المشائخ طریقۂ قادری مولوی امجد علی ابن مولوی سید احمد جعفری حضرت سید عبداللہ بغدادی کے خلیفۂ اعظم تھے ان کے طریقے کے لوگ کہتے ہیں کہ حضرت سید عبداللہ ارشاد حضرت محبوب سبحانی کی تعمیل میں ان کی تعلیم کے لئے بغداد سے ہندوستان تشریف لائے تھے ان کا نسب پچیس واسطوں سے حضرت سید اسحٰق ابن امام جعفر صادق تک پہونچتا ہے

(ترجمہ انوار العارفین)

اصغر تخلص سید امجد علی اکبرآبادی۔ حکیم محمد میر کے جو میرے والد ماجد کے دوستوں میں سے تھے بڑے بھائی تھے بزرگ خاندان کے فرد تھے سید عبداللہ بغدادی علیہ الرحمۃ سے خلافت حاصل کی اور عزت و وقار اور تورع کے ساتھ زندگی بسر کی ......

(ترجمہ گلشن بے خار نواب مصطفٰی خاں شیفتہ)

آپ خلیفہ حضرت سید عبداللہ بغدادی ... اکابر اولیائے امت میں سے تھے آصغر تخلص فرماتے تھے حضرت عبداللہ شاہ بحکم حضرت غوث الاعظم آپکی تربیت باطن کے لئے بغداد سے تشریف لائے تھے آپ کے نبیرہ سید مظفر علی شاہ بھی آگرے کے مشہور مشائخ میں سے تھے آپ نسباً سادات جعفری میں سے ہیں اور اب تک سادات میوہ کٹرہ کا حسب نسب مسلم ہے ......

(سادات الصوفیہ حضرت بسمل شاہجہانپوریؒ)

جو حالات کہ ان مذکورہ اقتباسات سے معلوم ہوتے[1] ہیں اتنے ہی دوسری تصانیف سے بھی معلوم ہوتے ہیں اس لئے ان کے اقتباسات تحصیلِ حاصل سمجھ کر نہیں دے گئے البتہ کسی تذکرے میں بعض اضافے بھی ہیں مثلاً بوستانِ اخیار مصنفہ مولوی سعید احمد مارہروی میں معانی بودلہ کا تذکرہ بھی ہے جو مہاراجہ سندھیا نے مولانا سید منور علی شاہ (خلف و سجادہ نشین حضرت مولانا سید امجد علی شاہ صاحب) کی نذر فاتحہ بارہویں شریف و محرم شریف وغیرہ کے لئے کی تھی یا بزمِ آخر میں مفتی انتظام اللہ شہابی نے لکھا ہے کہ آگرے میں سب سے پہلا مشاعرہ حضرت مولانا صاحب نے کیا تھا۔ جس میں نظیر اکبرآبادی اور غالب وغیرہ شریک ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ کچھ خاندانی روایات ہیں جن سے حضرت کے اخلاق و عادات ریاضات و مجاہدات اور اس کے ساتھ کشف و کرامات کا حال معلوم ہوتا ہے جن کے بیان کا یہ محل نہیں ہے۔ حضرت مولانا نے اپنے صاحبزادے مولوی سید منور علی شاہ صاحب کو اپنا سجادہ نشین فرما دیا تھا اور حضرت بغدادی صاحب کے تبرکات علم و کلاہ وغیرہ مرحمت فرما دیئے تھے اور اسی زمانے میں میوہ کٹرہ آگرہ میں گیارہویں شریف کے لئے ایک عمارت تعمیر کی گئی جسے آستانہ کہتے ہیں اس سے پہلے تاج گنج کٹرہ ابریشم میں آستانہ تھا اور وہیں گیارہویں شریف ہوتی تھی اور علم ایستادہ ہوتا تھا۔

سید منور علی شاہ صاحب کے علاوہ آپ نے شیخ شرف الدین صاحب سید علی صاحب

---

[1] ان تصانیف کے علاوہ جن کا اقتباس دیا گیا ہے حضرت اصغر کے حالات اجمالی اور تفصیل ان کتابوں میں بھی مذکور ہیں نغمۂ عندلیب حکیم غلام قطب الدین خاں باطن۔ سوانح عمری غوثِ پاک مفتی انتظام اللہ صدیقی۔ تذکرۃ الالٰہی مولانا ابوالحسن فرید آبادی۔ نسب معصومی حکیم سید معصوم علی صاحب۔ یادگارِ شعرا منٹر اسپرنگر۔

ساکن دیوا اٹھا قادر بخش صاحب ساکن گوالیار اور معنی خاں صاحب شاہجہانپوری کو بھی خلافت عنایت فرمائی تھی ان حضرات کا کچھ علم نہیں ہے کہ ان کے سلسلے قائم ہیں یا ختم ہوئے آگرے میں امام علی شاہ کو اور اپنے داماد حکیم سید نورالدین صاحب کو بھی خلافت عطا فرمائی تھی جن کی خانقاہ اور سلسلہ ہنوز قائم ہے۔ اس خانقاہ کے آخری دور کے قابلِ ذکر سجادہ نشین میاں سید عرفان علی شاہ صاحب تھے جو صورت و سیرت میں اپنے بزرگوں کے نمونہ تھے یہ خانقاہ دیوان خانہ کے نام سے آگرے میں مشہور ہے۔

سید منور علی شاہ صاحب کے صاحبزادوں میں بحیثیت صوفی اور ایک ذی علم جانشین کے حضرت سید مظفر علی شاہ صاحبؒ الٰہی بہت مشہور و معروف بزرگ تھے جن کے خلفا اطرافِ ہند میں پھیلے ہوئے تھے تصوف کی مشہور کتاب جواہر غیبی آپ ہی کی تصنیف ہے۔ آپ کو خاندانی اجازت کے علاوہ حضرت تاج الاولیاء شاہ نظام الدین حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی سلسلہ قادریہ و چشتیہ میں اجازت تھی۔ آپ کا مفصل حال مولانا ابوالحسن فریدآبادی نے تذکرۃ الٰہی کے نام سے لکھا ہے جو جواہر غیبی کے ساتھ مطبع نولکشور میں چھپا ہے۔ حضرت سید اصغر علی شاہ صاحبؒ اُن کے خلفِ اکبر خلیفہ اور سجادہ نشین تھے جو راقم الحروف کے والد محترم تھے۔

حضرت مولانا سید امجد علی شاہؒ کا وصال ۲ ربیع الاول سنہ ۱۲۲۴ھ میں ہوا۔ حضرت مولانا سید منور علی شاہؒ کی تاریخ وصال ۱۴ رمضان سنہ ۱۲۳۵ھ اور مولانا سید مظفر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وصال ۱۰ ربیع الاول سنہ ۱۲۹۹ھ سید اصغر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۱ رمضان سنہ ۱۳۲۱ھ کو ہوا ان سب حضرات کا مدفن مدرسہ شاہ عادل صاحب آگرہ ہے رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

لوحِ مزار پر یہ تاریخ کندہ ہے :۔

عارفِ کامل ولی ابنِ ولی قطبِ دیں ‏ ‏ عالمِ علمِ نبی کاشفِ رازِ علی
چونکہ بہ جنت رسید جملہ ملائک بہ گفت ‏ ‏ واقفِ راہِ خدا سید امجد علی
۱۲۳۴ھ

آگرے میں حضرت بغدادی صاحبؒ کی تشریف آوری اور خلافتیں عطا کرنے کی تفصیل استشہاد نوشتہ حضرت مولانا سید امجد علی شاہؒ میں درج ہیں جو لفظ بہ لفظ نقل کردی گئی ہیں اس کے علاوہ بعض روایات جو حضرت مولانا سید امجد علی شاہ کی اولاد اور خاندان میں بیان ہوتی چلی آرہی ہیں تحریر کی جاتی ہیں۔

حضرت مولانا ضیاء الدین بلخی نے جو سلسلہ چشتیہ نقشبندیہ میں مولانا سید امجد علی شاہ صاحب کے پیر بیعت تھے اپنے وصال کے وقت فرمایا تھا کہ حضرت غوثِ اعظم رضؓ کے صاحبزادے بغداد شریف سے تشریف لائیں گے مدارِ درویشی اُن کی زبان پر ہے۔

رام پور کے دورانِ قیام میں ایک روز مولانا خلافِ معمول اوقات میں حضرت کے حجرے میں حاضر ہوئے دیکھا کہ دو بزرگ بالکل ہم شکل حجرے میں تشریف فرما ہیں۔ آپ فوراً واپس آگئے۔ اس کے بعد حضرت بغدادی صاحب نے ارشاد فرمایا وہ میرے جد غوثِ اعظم رضؓ تھے۔

حضرت بغدادی صاحبؒ جب آگرے تشریف رکھتے تھے تو مولانا سید امجد علی شاہؒ کے بڑے صاحبزادے مولانا سید منور علی شاہؒ کم سن تھے۔ حضرت بغدادی صاحبؒ نے ایک روز اپنا لعابِ دہن منور علی شاہ صاحب کے دہن میں دیدیا اور فرمایا لسانک لسانی (او کما قال) تیری زبان میری زبان ہے۔ حضرت منور علی شاہ صاحب

کی یہ کرامت مشہور ہے کہ آپ اپنی زبان سے جو کچھ فرما دیتے تھے ویسا ہی ہو جاتا تھا۔ اس قسم کے بہت سے واقعات مشہور ہیں جن کا ذکر اس موقع پر غیر موزوں ہوگا اہلِ سلسلہ کا اعتقاد ہے کہ یہ حضرت بغدادی صاحبؒ کی زبانِ مبارک کے الفاظ اور لعابِ دہن کا اثر تھا۔

ایک چلہ کشی کے دوران میں مولانا امجد علی شاہ پر خوف کی کیفیت طاری ہوئی اسی وقت ایک آواز آئی امجد علی لا تخف (امجد علی مت ڈرو) اسی وقت وہ کیفیت جاتی رہی یہ آواز بغدادی صاحبؒ کی تھی۔

روایت ہے کہ مولانا امجد علی شاہؒ سفر اٹک حضرت بغدادی صاحب کی مشایعت یا استقبال کو گئے تھے اور عربی میں ایک قصیدہ کہہ کر نذر کیا تھا۔ وہ قصیدہ نایاب ہے ایک مصرع راوی کو یاد رہ گیا تھا جو یہ ہے۔

ھادی الخلق لا نظیر لہ

اس کے علاوہ ایک عربی کا قصیدہ بھی آپ نے حضرت سید عبداللہ شاہ بغدادی رضی اللہ عنہ کی شان میں فرمایا جو رام پور میں محفوظ ہے۔ اس میں کتابت کی کئی غلطیاں ہیں مگر بطور یادگار کے نقل کیا جاتا ہے:-

من کلام میر امجد علی الجعفری القادری

یا نسیم الصبح ان تذهب الی ارض الشمال
زر مقاما ان فیه قدوة اهل الکمال

سید الاشراف هذا ابن غوث العالمین
ذاته کهف الوری یا کفه بحر النوال

علمه علم علی حلمه حلم الحسینؑ
جوده جود النبیؐ فضله عین الوصال

جسمه کالروح صدقا مستنیرا بالصفاء
روحه مستغرق فی موج دریاء الخیال

لفظه احلیٰ من الفانیذ حقاً فی المذاق
وجهه اجلیٰ من البیضاء صدقاً فی الجلال

اسمه المحمود عبد اللہ محبوب الاله
ساکن البغداد حقا جسمه عین الجمال

یا برید اقل له عنی بانواع الخشوع
کن علی سراحما بالفضل یا اهل المنال

انت شیخی انت غوثی یا ملاذ العلمین
انت حرزی انت مولائی یا وصاف الخصال
انت انت الغوث یا غوثی اغثنی فی الغموم
انت کشاف الهموم لا تذرنی فی الملال
انت ابن الحیدر الکرار یا عون الضعیف
فادفع الاعداء عنی وارفع عن قلبی النکال
اقسم باللہ ربی ان قلبی المستهام
واقع فی موج بحر الغم من ثقل الوبال
استعین منک یا غوثی علی دفع البلاء
واسئل منک الرضا یا صاحب صدق المقال
اطلب منک رضاء الرب بالقلب السلیم
واسئل منک وصال الحق یا شیخ الرجال
کن علیَّ ناظراً باللطف یا فخر الانام
واقض حاجاتی بعون الفیض یا بحر النوال
مذ سکنت یا حبیبی فی مقام ۲۷/۲ ام پور
صار قلبی بالتمنی عاشقاً ریح الشمال
عبدک احمد علی جاء مقر بالذنوب
یسئل الغفران منک یا دلیل الاتصال

منقبت

از جناب خیال رامپوری

یہاں کی خاک کے ہر ذرّے سے نمایاں ہے — وہی جو بات بعید از قیاس و امکاں ہے
حضورِ شمع ہو جیسے ہجوم پروانہ — دِرِ حضور ہے اور مجمعِ غلاماں ہے
ترے خیال سے فردوس در بغل ہوں میں — ترے کرم سے مری ہر نظر گلستاں ہے
نہیں یوں ہی نہیں روشن عقیدتوں کے دیئے — کوئی چراغ ہے جس کے لئے چراغاں ہے
اِدھر بھی ایک نظر میرے چودھویں کے چاند — کہ تجھ میں عکسِ تجلّیٰ ماہِ فاراں ہے
یہاں جو نذر گذاری میں پھول آتے ہیں — بہار اپنی گُل افشانیوں پہ نازاں ہے

یہاں تو نقشِ کفِ پائے مصطفےٰ ہے خیالؔ
یہاں تو خیر سے شمع حرم فروزاں ہے

خدا کے نام سے روشن ہے نامِ عبداللہ
کلامِ مصطفوی ہے کلامِ عبداللہ

یہ ابنِ غوثؓ ہیں جانِ علیؑ ہیں سبطِ رسولؐ
بلند سب سے نہ ہو کیوں مقامِ عبداللہ

ہے کعبۂ دل و جاں، سجدہ گاہِ جن و ملک
وہ خاک جس پہ ہوا ہے قیامِ عبداللہ

خدا سے بھیک ادب کی میں مانگ لیتا ہوں
زباں پہ میری جب آتا ہے نامِ عبداللہ

فقیر آپ کے در کا کسی سے کیا مانگے
کسی کے در پہ جھکے کیوں غلامِ عبداللہ

کہا ہے پیرِ مغاں نے یہ مجھ سے اے میکش
بہت ہے تیرے لئے دُردِ جامِ عبداللہ

(میکش اکبرآبادی)

حضرت بغدادی صاحبؒ کے حضور میں مختلف شاعروں نے مختلف زبانوں اور مختلف زمانوں میں ہدیۂ عقیدت پیش کیا ہے اور کرتے رہتے ہیں۔ قدیم منظومات کا ایک پورا مجموعہ رضا لائبریری رام پور سے نقل کرایا گیا ہے۔ حضرت مولانا سید امجد علی شاہ صاحبؒ کا عربی قصیدہ اسی مجموعے سے ماخوذ ہے۔ اس کے علاوہ یہ چند اشعار حصولِ سعادت کے لئے شاملِ تذکرہ کر دئے گئے ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ وآلہ واصحابہ اجمعین

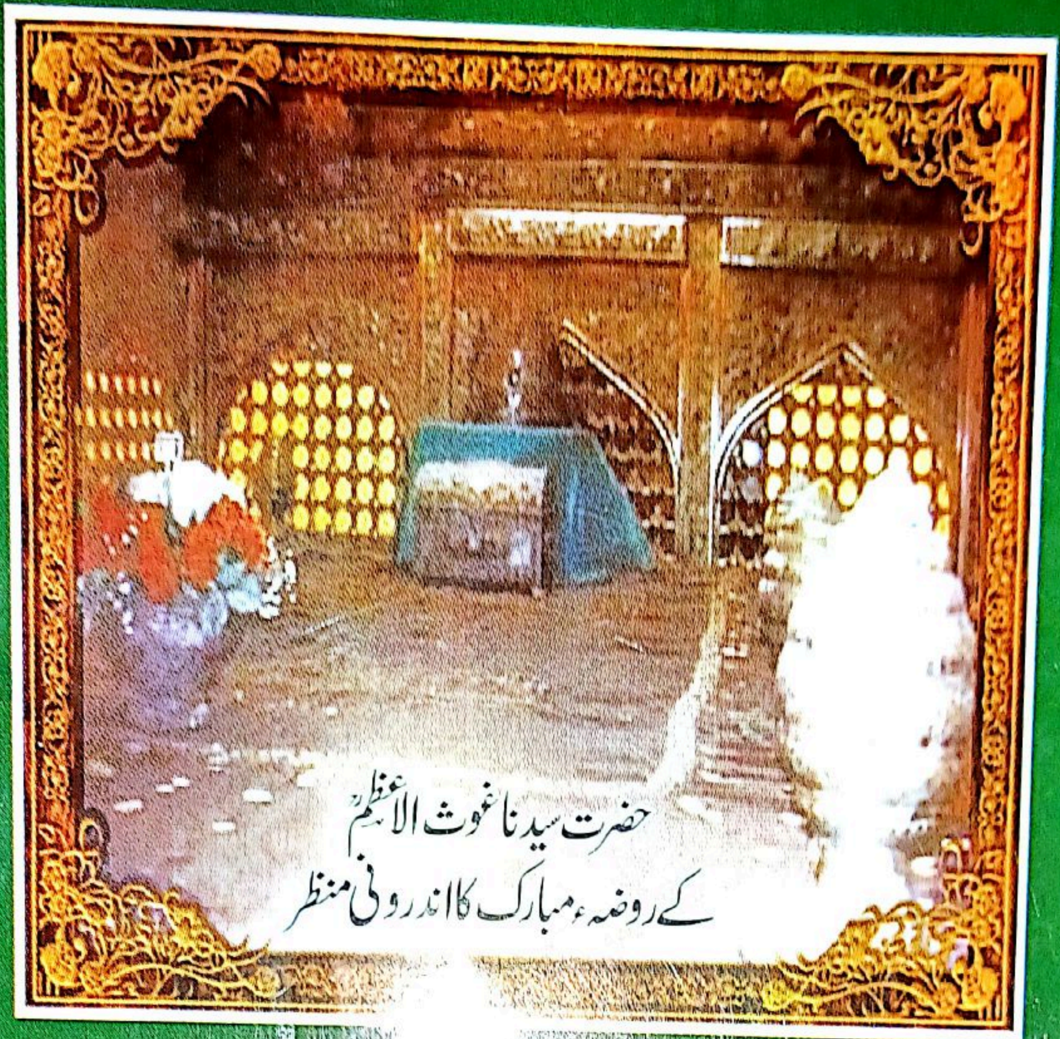

ناشر:
سید اجمل علی شاہ
میوہ کٹرہ، سیوں کا بازار، آگرہ، یو۔ پی